بانگِ درا کی طویل نظموں کا نحویاتی مطالعہ

مقالہ نگار

ندا فاطمہ

رجسٹریشن نمبرS19A14G46010

نگران مقالہ

ڈاکٹر دلشاد اجمل

معاون نگران مقالہ

ڈاکٹر جمیل اصغر

شعبہ اُردو

فیکلٹی آف سوشل سائنسز اینڈ ہیومینیٹیز

رفاہ انٹرنیشنل یونیورسٹی فیصل آباد کیمپس، فیصل آباد

سیشن:2019-21

بانگِ درا کی طویل نظموں کا نحویاتی مطالعہ

یہ تحقیقی مقالہ ایم فل اردو کی ڈگری کے تقاضوں کی جزوی تکمیل کے لیے پیش کیا گیا

مقالہ نگار

ندا فاطمہ

رجسٹریشن نمبرS19A14G46010

نگران مقالہ

ڈاکٹر دلشاد اجمل

معاون نگران مقالہ

ڈاکٹر جمیل اصغر

شعبہ اُردو

فیکلٹی آف سوشل سائنسز اینڈ ہیومینیٹیز

رفاہ انٹر نیشنل یونیورسٹی فیصل آباد کیمپس، فیصل آباد

سیشن:21-2019

حلف نامہ

میں حلفاً اقرار کرتی ہوں کہ یہ مقالہ **"بانگِ درا کی طویل نظموں کا نحویاتی مطالعہ"** میں نے رفاہ انٹرنیشنل یونی ورسٹی کے قواعد وضوابط کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے خود لکھا ہے۔ اس میں تحقیق کے اعلیٰ معیار کو برقرار رکھنے کی پوری کوشش کی گئی ہے۔ اس مقالے میں پیش کردہ مواد کسی بھی لحاظ سے سرقے کے ضمرے میں نہیں آتا۔ نیز یہ تحقیقی مقالہ کسی یونی ورسٹی میں حصول سند کے لیے جمع نہیں کرایا گیا۔

دستخط مقالہ نگار: ____________________

نام، مقالہ نگار: ندا فاطمہ

سیشن: فروری ۲۰۲۱ء

رجسٹریشن نمبر: S19A14G46010

تاریخ: ____________________

تصدیق نامہ نگران مقالہ

ایم فل ردو کی محقق ندا فاطمہ رجسٹریشن نمبر S19A14G46010 نے یہ تحقیقی مقالہ بعنوان **"بانگِ درا کی طویل نظموں کا نحویاتی مطالعہ"** میری زیرِ نگرانی مکمل کیا ہے۔ یہ مقالہ ایم فل اردو کی سطح پر تحقیق کے لیے پیش کیے جانے کے قابل ہے۔ میں اس کی تحقیق سے مطمئن ہوں۔ نیز نگران مقالہ کی طرف سے دی گئی تجاویز اور ہدایات کو مقالہ ہذا کی تیاری میں ملحوظِ خاطر رکھا گیا ہے۔

نگران مقالہ: ڈاکٹر دلشاد اجمل

معاون نگران مقالہ: ڈاکٹر جمیل اصغر

دستخط: ____________________

تاریخ: ____________________

ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ اردو

رفاہ انٹرنیشنل یونی ورسٹی

فیصل آباد کیمپس، فیصل آباد

سیکٹری ریسرچ کمیٹی: ____________________

رفاہ انٹرنیشنل یونی ورسٹی

فیصل آباد کیمپس، فیصل آباد

پیش لفظ

شکر ہے خالقِ کائنات کا کہ یہ سطور لکھنے کے قابل ہوئی۔ میں نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ قدرت میرے اوپر علم کے دروازے وا کرے گی۔ شادی کے بعد گھریلو ذمہ داریاں اور بی۔اے کرنے کے ایک طویل وقفے کے بعد دوبارہ قلم اٹھانا، ایک دقت طلب کام تھا۔ لیکن شکر ہے اس ذاتِ باری تعالیٰ کا، جس کا فرمانا ہے:

اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ٥

"بے شک مشکل کے ساتھ آسانی ہے"

وبا کے دنوں میں یہ تحقیقی و تعلیمی سفر جتنا کٹھن تھا اتنے ہی شجر سایہ دار راہ میں تھے۔ ہر گام پر محترم اساتذہ کرام مشعل تھامے موجود تھے۔ جن کی رہبری میرے لیے سحر کی تجلّی تھی۔ وہ دن میری یاداشتوں میں ہمیشہ محفوظ رہے گا جب مقالہ نگار شعبہ اردو گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج جھنگ، ایم اے اردو میں داخلے کے لیے گئی۔ جہاں سے یہ کہہ کر لوٹا دیا گیا کہ آپ کی عمر زیادہ ہے۔ (تیس سال کو عمر کی زیادتی قرار دینا، قابل احتجاج ہے) میں اپنے ٹوٹے دل کے درد انگیز نالے لے کر سابق سربراہِ ادارہ ہذا کے پاس گئی اور گزارش کی کہ ریگولر کلاس لینے کی اجازت دی جائے اور میرے پر تعلیم کے دروازے بند نہ کیے جائیں۔ نیت ثابت منزل آسان کے مصداق مجھے کلاس میں بیٹھنے کی اجازت دے دی گئی۔ اس طرح میری زندگی میں اک ایسا موڑ آیا جس نے میرے اندر مثبت تبدیلیاں پیدا کیں۔ کتابوں کی دنیا میرے لیے ایسی منفرد دنیا تھی جس نے مجھے سہارا دینے کے ساتھ ساتھ میری قوت فیصلہ بھی بہتر کی۔ میں نے لیس الانسان الا ما سعی کی عملی تفسیر کالج ہذا اور اپنے اساتذہ سے سیکھی۔ میں بہ خلوص خاطر شکر گزار ہوں ان تمام اساتذہ کی جنھوں نے ایم اے میں پڑھایا اور اپنے کسی عمل اور رویے سے یہ احساس نہیں دلایا کہ میں ایک پرائیویٹ طالبہ ہوں۔ میرے لیے بھی ہر ٹیسٹ پاس کرنا اور پریزنٹیشن دینا ایسے ہی لازم تھا جیسے دوسرے طلبا و طالبات کے لیے۔ میں شکر گزار ہوں ڈاکٹر عمران ظفر، ڈاکٹر مختار حر، ڈاکٹر غلام شبیر اسد، ڈاکٹر ندیم اختر، محترم نثار احمد، محترم عرفان احمد، محترم رضا عابد شاہ، محترم عصمت اللہ، اور محترم فلک شیر تھامس کی جنھوں نے میرے تعلیمی ذوق کی آبیاری کی۔

ایم اے کے بعد جب محترمہ فرناز صدف، سربراہِ ادارہ گورنمنٹ ڈگری کالج برائے خواتین سیٹلائیٹ ٹاؤن جھنگ نے ایم فل کرنے کا مشورہ دیا تو خاکسار نے سوچا کہاں راجہ بھوج کہاں گنگو تیلی۔ پروفیسر فرناز صدف، بڑے بھائی فیصل اور بڑی باجی صبا کی تحریک نے دل میں ایسی چنگاری سلگائی، جس نے جھنگ سے فیصل آباد رفاہ انٹرنیشنل یونیورسٹی پہنچایا۔

چلی ہے لے کے وطن کے نگار خانے سے
شرابِ علم کی لذّت کشاں کشاں مجھ کو

شرابِ علم کی لذّت کچھ ایسی تھی کہ ایم فل کی راہ میں آنے والی ہر رکاوٹ کو خندہ پیشانی سے قبول کیا۔ ایم فل کا تعلیمی سفر نوعیت کے اعتبار سے منفرد تھا۔ یہاں قابلِ قدر اساتذہ کرام رہنمائی کے لیے موجود تھے۔ میں ممنون ہوں پروفیسر ڈاکٹر آنسہ سعید (صدر شعبہ اردو)، ڈاکٹر منظور طاہر، ڈاکٹر آصف اعوان، ڈاکٹر سید منیر حسین، ڈاکٹر شاہدہ یوسف، پروفیسر ڈاکٹر افضال انور، ڈاکٹر جمیل اصغر (جن کی حوصلہ افزائی نے زادِ راہ کا کام کیا)، ڈاکٹر حبیب الرحمان، محترم فاروق بیگ، محترمہ ثمینہ شہناز، اور محترم اخلاق حیدرآبادی (جن کے اخلاق نے بہت متاثر کیا) کی، جن سے فیض یاب ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

مذکورہ تمام اساتذہ علم و فن کا مرکز اور اپنی ذات میں ایک ادبی انجمن ہیں جن کی زیرِ پرستی یہ تعلیمی سفر بہ خیریت طے ہوا۔

جب ایم فل اردو کے مقالے کا مرحلہ درپیش آیا تو بس ایک ہی خواہش تھی کہ علامہ اقبالؒ پر تحقیقی مقالہ لکھنا ہے۔ مقالہ نگار اقبالیات کی محض ایک طالبہ ہے۔ اقبال شناسی کا دعویٰ تو دور کی بات ابھی افہام کی منزل بھی دور ہے۔ لیکن یہی دیرینہ خواہش تھیع کہ تیرے چاہنے والوں میں میرا نام ہو جائے۔ رب نے یہ خواہش بھی پوری کر دی۔ پروفیسر ندیم اختر کے مشورے پر پروفیسر ڈاکٹر جمیل اصغر سے گزارش کی کہ آپ کی رہنمائی میں یہ تحقیقی سفر طے کرنا ہے۔ جس کو فاضل استاد نے خوش دلی سے قبول کیا اور

میں اکیلا ہی چلا تھا جانبِ منزل مگر
لوگ ساتھ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا

موجودہ صدی میں اقبال پر خاصا قابل قدر تحقیقی کام ہو چکا ہے۔ ایسے میں اقبال پر ایک اور تحقیقی مقالہ لکھنا، سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔ اس سلسلے میں بھی نگرانِ مقالہ نے رہنمائی کی اور تحقیقی مقالے کا موضوع "بانگِ درا کی طویل نظموں کا نحویاتی مطالعہ" ٹھہرا۔

'نحویات' لسانیات کی ایک ایسی شاخ ہے جس میں ایک جملے میں موجود الفاظ کی ساخت اور ترتیب سے بحث کی جاتی ہے۔ جملے میں فاعل، فعل، مفعول اور مبتدا، فعل ناقص اور خبر کی ترتیب سے یہ پتہ لگایا جاتا ہے کہ یہ شعر جملہ اسمیہ خبریہ ہے یا جملہ فعلیہ۔ جب تک جملے میں موجود الفاظ کی ترتیب اور ہیئت کا پتا نہ ہو تو معنی و مفاہیم کی ترسیل میں دشواری پیش آتی ہے۔ 'بانگِ درا' کی طویل اور شہرہ آفاق نظمیں شکوہ، جوابِ شکوہ، شمع اور شاعر، خضرِ راہ اور طلوعِ اسلام ہیں۔ متذکرہ بالا نظموں میں اقبال کی زبان نہیں بلکہ دل بول رہا ہے۔ اقبال کے افکار کی وہ کون سی نزاکتیں تھیں جس نے ایک صدی بعد بھی ان کی نظموں کی اثر پذیری کو شرفِ قبولیت بخشے رکھا۔ ان نظموں میں وہ کون سی ادائے اخلاص تھی جس نے انھیں شہرتِ عام اور بقائے دوام کا درجہ دیا۔ مذکورہ نظموں میں علمِ نحو کی رو سے انہی باتوں کا مطالعہ کیا گیا ہے۔

مقالہ ہذا میں استقرائی طریقۂ تحقیق اختیار کیا گیا ہے اور اس مقالے کو پانچ ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ باب اول میں بانگِ درا اور بانگِ درا کی مذکورہ طویل نظموں کے تاریخی و سیاسی پس منظر، تہذیبی و ثقافتی عوامل اور فکری و فنی محاسن کا بغور مطالعہ کیا گیا ہے۔

باب دوم میں "نحو اور نحویاتی مباحث" کا بیان ہے۔ ماہرینِ نحویات کی آرا کے تناظر میں نحو اور نحویاتی مباحث پیش کیے گئے ہیں۔ جملہ، اجزائے جملہ، (فعل، فاعل، مفعول، مبتدا، فعل ناقص، خبر، فعل لازم، فعل متعدی)، اقسام جملہ (جملہ فعلیہ خبریہ، جملہ اسمیہ خبریہ)، ضمائر، اقسامِ حروف (جار، مجرور وغیرہ) کا بیان ہے۔ نیز ان اصول وضوابط کا بھی بیان ہے، جس کے تحت اشعار کا نحویاتی مطالعہ کیا جاتا ہے۔

باب سوم میں بانگِ درا کی طویل نظمیں 'شکوہ' اور 'جوابِ شکوہ' کا نحویاتی مطالعہ کیا گیا ہے اور یہ پتہ لگانے کی کوشش کی گئی ہے کہ نحویات کی رو سے مذکورہ نظموں کے اشعار فعلیت کا عنصر لیے ہوئے ہیں یا پھر اسمیت کا، یا کہ دونوں کا امتزاج۔ باب چہارم میں 'شمع اور شاعر'، 'خضرِ راہ'، اور 'طلوعِ اسلام' کا نحویاتی مطالعہ کیا گیا ہے۔ نحویات کی رو سے اشعار کی نثر بنانے کے بعد ارکانِ جملہ کی نشاندہی کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور فرداً فرداً یہ بتایا گیا ہے کہ اشعار جملہ اسمیہ خبریہ پر مشتمل ہیں یا جملہ فعلیہ خبریہ پر۔

باب پنجم میں "بانگِ درا کی طویل نظموں کے نحویاتی مطالعہ" کا مجموعی تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔ اور مذکورہ نظموں میں فعلیہ اور اسمیہ اشعار کی تعداد علاحدہ علاحدہ بتائی گئی ہے۔ مذکورہ نظموں کا تیس فیصد حصہ فارسی زبان پر مشتمل ہے۔ ان نظموں میں فارسی اشعار کا، فارسی نحویات کی رو سے مطالعہ کیا گیا ہے۔ اردو نحویات دراصل فارسی نحویات کا ہی پر تو ہیں۔ اس لیے فارسی نحویات کو بھی زیرِ تحقیق لایا گیا ہے۔ اس کے بعد مقالہ ہذا کا ماحصل ہے جو کہ مقالہ نگار کی ذاتی تحقیقی کاوش پر مبنی ہے۔ کتابیات کے لیے بنیادی مآخذ پر انحصار کیا گیا ہے۔ جہاں تک ممکن ہو ا ثانوی مآخذ سے بھی مدد لینے کی کوشش کی گئی ہے۔

میں ممنون ہوں نگران مقالہ پروفیسر ڈاکٹر جمیل اصغر کی جن کی رہنمائی کے بغیر یہ مقالہ لکھنا دشوار تھا۔ میں شکر گزار ہوں پروفیسر منیب ظفر کی جو فارسی کے استاد اور غزالی کالج کے سربراہ رہ چکے ہیں۔ جنھوں نے فارسی نحویات کو سمجھنے میں بہت مدد کی۔ عاصم علی خان لیکچرر چناب کالج جھنگ کا شکریہ جنھوں نے ایک فون کال پر صرف و نحو سے متعلق کتب فراہم کیں۔ رفاہ کیمپس کی دوستوں نے اس تحقیقی سفر میں بہت ساتھ دیا۔ ایم فل اردو کی سکالر شمائلہ نے پروفیسر حسن رضا سے ان کا ایم فل کا مقالہ لے کر فراہم کیا۔ اچھے دوست عطیۂ خداوندی ہیں۔ ایم فل اردو کی سکالر معصوم نگاہ کا وجود اس تحقیقی سفر میں میرا ہمز اد رہا۔ معصوم نگاہ کی محبت اور خلوص کا بے حد شکریہ۔

آخر میں، میں تہہ دل سے شکر گزار ہوں اپنے والدین بڑے بھائی اور باجی کی۔ امی آپ کی دعاؤں کے بغیر یہ سفر ناممکن تھا۔ اور میں شکر گزار ہوں اپنے گھر والوں بالخصوص اپنے شوہر کی، جن کی رفاقت اور ساتھ نے اس تعلیمی سفر میں بہت ساتھ دیا اور میں ممنون ہوں اپنے سسر کی جنھوں نے اپنے ذاتی کتب خانے سے کتب فراہم کیں۔

ندا فاطمہ

وہ صدف کیا کہ جو قطرے کو گُہر کر نہ سکے

زندگی کو صدف اور خودی کو قطرۂ نیساں قرار دینے والے اقبال کے نزدیک صدف کے اندر یہ صلاحیت موجود ہوتی ہے کہ وہ قطرۂ نیساں کو گُہر میں بدل سکے۔ میری زندگی میں بھی ایک ایسی "صدف" ہیں جنھوں نے مجھے گُہر بنانے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ سراپا شفقت اور محبت مسز فرناز صدف صاحبہ، جو گورنمنٹ کالج برائے خواتین سیٹلائیٹ ٹاؤن جھنگ میں صدارت کے عہدے پر اپنے فرائض منصبی سرانجام دے رہی ہیں۔ استاد کا شاگرد کی زندگی میں نمایاں کردار ہوتا ہے۔ اس تعلیمی سفر میں آپ کا دستِ شفقت ہر وقت میرے سر پر رہا۔ تعلیم سے دوری انسان کے دل کو زنگ آلود کر دیتی ہے۔ آپ نے نہایت توجہ سے یہ زنگ میرے دل سے کھرچا۔ جہاں ہمت اور حوصلے نے جواب دیا، آپ وہاں میری طاقت بن کر کھڑی ہو گئیں۔ آپ نے نہ صرف مجھے ایم فل کرنے کی طرف راغب کیا بلکہ اس تحقیقی سفر میں بہت مدد کی۔ کتب تک رسائی مشکل کام تھا آپ نے ذاتی طور پر شعبہ اردو پوسٹ گریجویٹ کالج کے شعبہ جاتی کتب خانے تک میری رسائی کو ممکن بنایا۔ اپنی ذمہ داری پر دوسرے اساتذہ سے کتب کا حصول یقینی بنایا۔ آپ نے ایک ٹیلی فون کال پر پروفیسر منیب ظفر (فارسی کے استاد) سے وقت لے کر دیا کہ ہماری بچی کو فارسی نحویات سمجھائیں۔ آپ کے ساتھ محبت اور خلوص کے رشتے کو چند الفاظ میں سمیٹنا، میرے لیے مشکل کام ہے۔ مقالہ نگار گزشتہ تین برس سے آپ کے کالج میں سی ٹی آئی کے فرائض سرانجام دے رہی ہے اور ہر لمحہ آپ کی شخصیت سے فیض یاب ہو رہی ہے۔

میرا اقبال سے باقاعدہ تعارف ایم اے میں پروفیسر ڈاکٹر ندیم اختر مرزا کے طفیل ہوا۔ آپ صرف اقبال شناس ہی نہیں بلکہ اقبال کے افکار کی بھی ترویج کر رہے ہیں۔ آپ شعبہ اردو پوسٹ گریجوایٹ کالج جھنگ میں واحد ماہرِ اقبالیات کے طور پر جانے پہچانے جاتے ہیں۔ آپ مجسم شفقت اور دلِ گرم کے مالک ہیں۔ آپ نے اقبال کے فکر و بیان کے ساتھ میرا محبت بھرا رشتہ استوار کیا۔ آپ جس محنت اور اخلاص سے افکارِ اقبال کی ترویج کر رہے ہیں۔ وہ نہ صرف قابلِ ستائش بلکہ قابلِ تقلید بھی ہے۔ شعبۂ پیغمبری سے وابستہ یہ گہر ریز ہستیاں عرصۂ دراز سے مملکت لوح و قلم بانٹ رہی ہیں۔

یہ ایسے باغبان ہیں جنھوں نے اپنے علم و فن سے میری آب یاری کی۔ یہ شخصیات ایسی آبِ جو ہیں جو مجھ سمیت نہ جانے کتنے علم کے مسافروں کی پیاس بجھا رہی ہیں۔ میری شخصیت سازی میں آپ دونوں کا بہت کردار ہے۔ میں تا حیات احسان مند رہوں گی آپ کے اخلاص اور محبت کی۔ آپ کی معیت میں گزرا وقت سرمایۂ حیات ہے۔ میں اظہارِ عقیدت اور محبت کا اختتام اس حدیث مبارکہ پر کروں گی کہ:

"معلم کے لیے کائنات کی ہر شے دعا کرتی ہے۔"

اللہ رب العزت آپ کا حامی و ناصر ہو۔ آمین

دعا گو

ندا فاطمہ

ابواب بندی

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر

تفصیلِ ابواب

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر

باب اوّل

باب دوم

باب اول

بانگِ درااور بانگِ درا کی طویل نظموں کا تعارف

اردو ادب کی تاریخ میں علامہ اقبالؒ کی حیات اور شخصیت مرکزی اہمیت کی حامل ہے۔ آپ کی دل فریب شخصیتاور شاعرانہعظمت کی بنیادی وجہ، آپکی" گہری فلسفیانہ بصیرت" ہے۔آپ کی دیدودانش کامنہ بولتا ثبوت وہ کلامہے جس کی وجہ سے آپ کو شاعرِ مشرق، حکیم الامت، ترجمان حقیقت، زندہ رود، حکیم فرزانہ اور آبِ جُو کہاجاتا ہے۔اقبال کے کلام کی روح جن عناصر سے مل کر تشکیل پاتی ہے وہ یقین محکم، عمل پیہم اور خود شناسی پر مشتمل ہے۔اقبال کی قومی وملّی شاعری نے عالمِ اسلام میں بیداری کی ایسی لہر دوڑادی جس نے مسلمانان اسلام کی خودشناسی وخودنگری کو بیدار کر کے انہیں جہد وعمل پر آمادہ کیا۔اقبال نے اپنی شاعری کے ذریعے مسلمانوں کے اندر عرفانِ ذات اور عرفانِ ذاتِ الٰہی تک رسائی کا جذبہ بیدار کیا، دراصل اقبالؒ کا شاعرانہ مطمح نظر اسلام اور ملّتِ اسلامیہ کی بقا تھا۔ آپ نے مسلمانانِ ہند کو نہ صرف غلامی کی زنجیروں سے آزاد کرانے کا بیڑہ اٹھایا بلکہ ایک آزاد اسلامی ریاست کا تصور بھی پیش کیا، جس کی عملی تصویر اسلامی جمہوریہ پاکستان ہے۔

اقبال کا شاعرانہ مطمح نظر مقصدیت کا حامل تھا اسی لیے آپ نے اردو شاعری کی روایت سے انحراف کرتے ہوئے اسے گل وبلبل، عاشق ومعشوق اور ہجر ووصال کے قصوں سے آزاد کرایا اور مقصدیت کی داغ بیل ڈالی۔ذاتی جذبات واحساسات کو موضوع سخن بنانے کی بجائے حقائق وواقعات کو اپنی شاعری میں سمویا۔آپ نے مضمون آفرینی کی بجائے معنی آفرینی کو جنم دیا۔اقبال نے شاعری بطور حسن کے نہیں بلکہ "شاعری جز پیغمبری است" سمجھ کر اختیار کیا۔اقبال کہتے ہیں:

کہہ گئے ہیں شاعری "جزوایست از پیغمبری"
ہاں سُنادے محفلِ ملّت کو پیغامِ سروش(۱)

اقبال نے اپنی شاعری کے ذریعے جہانِ نو کی نوید سنائی۔امتِ مسلمہ کے انحطاط پر رنج والم کا بھی اظہار کیا لیکن یاس وبیم کا دامن پھر بھی نہیں چھوڑا۔آپ کی شاعری رجائیت سے بھرپور زندہ اور جواں جذبوں کی شاعری ہے۔اقبال "رموزِ بے خودی" کے ایک باب میں لکھتے ہیں؛

یاس وحزن وخوف ام الخبائث است و قاطعِ حیات وتوحید(۲)

اقبال کے نزدیک مایوسی اور خوف مصیبتوں کی ماں ہے اور یہ زندگی کو ختم کر دینے والی چیزیں ہیں۔ مذہب، تہذیب و ثقافت، نسلی امتیازات سے ہٹ کر آپ کی شاعری حق کا پرچار کرتی نظر آتی ہے۔
اقبال کہتے ہیں:

کہتا ہوں وہی بات سمجھتا ہوں جسے حق

نہ ابلۂ مسجد ہوں، نہ تہذیب کا فرزند(۳)

اقبال نے اردو اور فارسی دونوں زبانوں کو ذریعہ اظہار بناتے ہوئے اعلیٰ پائے کے شعری مجموعے تخلیق کیے۔ اقبال کا پہلا اردو مجموعہ کلام "بانگِ درا" ۳ستمبر ۱۹۲۴ء کو شائع ہوا۔ "بانگِ درا" کا مطلب ہے "گھنٹی کی آواز" جو قافلے والوں کو روانگی کی اطلاع دیتی ہے تا کہ سوئے ہوئے مسافر جاگ جائیں اور سفر کے لیے تیار ہو کر منزل کی طرف رواں دواں ہو جائیں۔ دو سو بانوے(۲۹۲) صفحات پر مشتمل یہ مجموعہ کلام نظمیں، غزلیں اور ظریفانہ قطعات پر مبنی ہے۔ اقبال نے "بانگِ درا" بیس سال کے عرصے میں لکھی اور یہ وہ عرصہ ہے جب امتِ مسلمہ کا شیرازہ بکھر چکا تھا۔ مسلمان اپنا وقار اور مقام و مرتبہ کھونے کے باعث مایوس ہو چکے تھے، غلامی کی زنجیروں کو اپنا مقدر سمجھ کر بے عملی کا شکار ہو چکے تھے۔ دین اسلام اور اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دوری کے باعث مسلمانوں کو ایسا لگتا تھا کہ ان کی بقا کا دارومدار صرف اور صرف مغربی تہذیب کی پیروی میں ہے۔ ان حالات میں آپ کی شاعری نے بانگِ درا کا ہی کام کیا اور تمام مسلمانوں کو رنگ و نسل، ذات پات، فرقہ وارانہ تعصبات سے بالاتر ہو کر ایک پرچم تلے اکٹھا کیا، اس طرح اقبال کی شاعری "لاتقنطوا من رحمۃ اللہ"۴ کی عملی تفسیر بن گئی۔

اقبال نے "بانگِ درا" کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ حصہ اوّل میں ۱۹۰۱ء سے ۱۹۰۵ء تک کا کلام، حصہ دوّم میں ۱۹۰۵ء سے ۱۹۰۸ء تک کا کلام اور حصہ سوم میں ۱۹۰۸ء سے ۱۹۲۳ء تک کا کلام شامل ہے۔ "بانگِ درا" کے حصہ اوّل کا سارا کلام اقبال کے سفر یورپ سے پہلے لکھا گیا ہے۔ حصہ اوّل میں انچاس (۴۹) نظمیں اور تیرہ (۱۳) غزلیات ہیں۔ زیادہ تر نظمیں بچوں کے لیے لکھی ہیں۔ اور کچھ نظموں میں وطن سے محبت کا اظہار کیا گیا ہے جبکہ غزلیات کا بنیادی موضوع "عشق" ہے۔ حصہ دوّم میں موجود سارا کلام سفر یورپ کے دوران لکھا گیا ہے جو چوبیس (۲۴) نظموں اور سات (۷) غزلوں پر مشتمل ہے۔ بانگِ درا کے اس حصے میں اقبال نے مغرب کی علمیت اور عقلیت کو تو سراہا ہے لیکن مادیت پرستی، مذہب سے دوری اور روحانیت کی کمی پر کڑی تنقید کی ہے۔ یورپی تہذیب وتمدن کا قریب سے مطالعہ کرنے پر اقبال کو یہ احساس ہوا کہ امتِ مسلمہ کی زبوں حالی کو دور کرنے کے لیے یورپی تہذیب کی تقلید نہیں بلکہ اسلام کی آفاقی اقدار کی پیروی ضروری ہے۔ حصہ دوم میں اقبال انہی خیالات کا پرچار کرتے نظر آتے ہیں۔ حصہ سوم میں موجود سارا کلام سفر یورپ سے واپسی کے بعد لکھا گیا۔ اس حصے میں ستر (۷۰) نظمیں، آٹھ (۸) غزلیات اور انتیس (۲۹) ظریفانہ قطعات شامل ہیں۔ یہاں اقبال مسلمانوں کو ان کے عظیم الشان ماضی کی یاد دلاتے ہوئے ان سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیں، تفرقے میں مت بٹیں اور اخوت ومساوات کا مظاہرہ کریں۔ محبت اور خودی اس حصے کے بنیادی موضوعات ہیں جبکہ ظریفانہ قطعات میں تہذیب نو پر کڑی تنقید کی گئی ہے۔ اقبال کی مشہور طویل نظمیں "شکوہ"، "جوابِ شکوہ"، "شمع اور شاعر"، "طلوعِ اسلام"، اور "خضرِ راہ" اسی حصے میں شامل ہیں۔ انہیں تاریخ کی بہترین اسلامی شاعری تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ بانگِ درا کا دیباچہ سابق مدیر "مخزن" شیخ عبدالقادر نے لکھا ہے۔

بانگِ درا کے یہ تین ادوار دراصل اقبال کے فکری ارتقا اور ذہنی روداد کی عکاسی کرتے ہیں۔ اقبال نظم کے عنوان کو اس کے مرکزی خیال اور سیاق و سباق میں دیکھتے رہتے تھے جس کے باعث آپ کی شاعری میں معنی آفرینی پیدا ہو گئی ہے۔ علامہ نے بلند تخیل اور منفرد و جدید خیالات کے اظہار کے لیے فارسی آمیز اردو کو وسیلہ بنایا۔ "بانگِ درا" اقبال کی قادر الکلامی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ زیر نظر تحقیقی مقالہ "بانگِ درا کی طویل نظموں کا نحویاتی مطالعہ" کرنے سے پیشتر یہ ضروری ہے کہ "بانگِ درا" کی طویل نظمیں "شکوہ"، "جوابِ شکوہ"، "شمع اور شاعر"، "خضرِ راہ" اور "طلوعِ اسلام" کا تعارف، سیاسی، سماجی، تہذیبی اور تاریخی پس منظر کا جائزہ لیا جائے تا کہ اس بات کا اندازہ لگایا جا سکے کہ وہ کون سے حالات و واقعات، عوامل اور ان کے اثرات تھے جو ان نظموں کی تخلیق کا باعث بنے۔ اس سلسلے میں عالمِ اسلام بالخصوص سلطنتِ عثمانیہ کے عروج، زوال اور اس کے امتِ مسلمہ پر اثرات کا مطالعہ کرنا ضروری ہے۔ ان عوامل کا مطالعہ مندرجہ ذیل دائروں کی صورت میں کیا جا سکتا ہے:

- تاریخی پس منظر بہ حوالہ سلطنتِ عثمانیہ آغاز، عروج اور زوال۔
- صیہونی تحریک اور سازشیں جنھوں نے مشرقِ وسطیٰ، ایران اور ہندوستان میں مسلمانوں کو نا قابلِ تلافی نقصان پہنچایا۔
- خلافتِ عثمانیہ کے خاتمے کے بعد وہ تہذیبی، ثقافتی، سیاسی حالات جنھوں نے مسلم دنیا کو ہلا ڈالا۔

ترکوں کی "سلطنت عثمانیہ" کا یہ نام کسی نسل یا قوم کی طرف سے نہیں بلکہ ان کے پہلے فرماں روا "عثمان خان" کی طرف سے منسوب ہے جس نے تیرھویں صدی عیسوی میں ایشیائے کوچک میں پہلے خانہ بدوشوں کی حیثیت سے داخل ہو کر ایک ایسی سلطنت کی داغ بیل ڈالی جو ڈیڑھ سو برس کے اندر دنیا کے نقشے پر عالمی طاقت بن کر ابھری پندرھویں صدی عیسوی میں اس مضبوط اور ابھرتی ہوئی طاقت کے سامنے ترکی سے ملحقہ علاقے سرنگوں ہوتے چلے گئے اور اس عظیم الشان سلطنت کا حصہ بن گئے۔ سلطنتِ عثمانیہ کے ساتویں سلطان، سلطان محمد فاتح (۳۰ مارچ ۱۴۳۲ء تا ۳ مئی ۱۴۸۱ء) نے اکیس برس کی عمر میں قسطنطنیہ (موجودہ استنبول) فتح کر لیا اور مسیحی طاقتوں اور بازنطینی سلطنت کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ کر دیا۔ اس تاریخی شہر کی فتح نہ صرف سلطنت عثمانیہ بلکہ پوری اسلامی تاریخ میں ایک غیر معمولی اور یادگار واقعہ ہے۔ فتح قسطنطنیہ سے آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ پیش گوئی پوری ہو گئی کہ: "خدا نے مجھے قیصرہ کسریٰ کی حکومتوں کی کنجیاں دے دی ہیں"۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قسطنطنیہ کی فاتح فوجوں کو مغفرت کی بشارت دی تھی۔ محمد فاتح ہی کے عہد میں بوسنیا مفتوح ہو کر مذکورہ سلطنت کا حصہ بن گیا اور سلطنت عثمانیہ کا رقبہ کافی وسیع ہو گیا۔ علم و ہنر کی سرپرستی کرنے والے عظیم فاتح کے دربار سے اٹلی کے مصور، یونانی دانش ور، مسلم سائنس دان اور ہنر مند وابستہ تھے۔ اس کے دورِ حکومت میں مسیحوں اور یہودیوں کے ساتھ مثالی سلوک کیا جاتا تھا۔ ۳ مئی ۱۴۸۱ء کو اس کے اچانک انتقال سے فتوحات کا سلسلہ رک گیا۔ معروف یورپی مؤرخ لین پول لکھتا ہے کہ محمد فاتح کی موت سے یورپ تباہی سے بچ گیا۔

سلطان سلیم اول(۱۰اکتوبر ۱۴۷۰ء تا ۲۲ ستمبر ۱۵۲۰ء)سلطنت عثمانیہ کے عظیم فاتحین میں سے تھا۔ اس کے آٹھ سالہ مختصر دورِ حکومت (۱۵۱۲ء تا ۱۵۲۰ء) میں عثمانی فتوحات کا دائرہ اور وسیع ہو گیا اور شام، فلسطین، مصر، حجاز اور اس میں واقع مکہ و مدینہ جیسے مقدس شہر بھی عثمانی سلطنت کے زیر نگیں آ گئے۔ اس طرح خلافت عباسی خاندان سے عثمانی خاندان کو منتقل ہو گئی۔ سلیم اول کے انتقال کے بعد سلطنت کی باگ دوڑ اس کے بیٹے سلیمان اول(۶نومبر ۱۴۹۴ء تا۱۵۶۶ء) کے ہاتھوں میں آئی۔ اس کے دورِ حکومت میں مشرق، مغرب کے بہت سے علاقے عراق، یمن، عدن، الجزائر، یوگوسلاویہ اور ہنگری وغیرہ مفتوح ہوئے۔ اس کے عہد میں ترکوں کی بحری وبری قوت اپنے عروج پر تھی اور بحیرہ روم، بحر ابیض، بحر احمر اور بحر ہند کے کچھ حصوں میں واقع تجارتی شاہراہوں پر بھی اس کا مکمل کنٹرول تھا۔ سلیمان اول کی وفات پر سلطنت عثمانیہ تین براعظموں تک پھیل چکی تھی۔ سلیمان اول اپنے بے مثال عدل وانصاف، انتظام اور قانون سازی کی بنا پر ایک عظیم حکمران کے طور پر مشہور تھے۔ ترک انہیں "سلیمان قانونی" کے لقب سے یاد کرتے ہیں جبکہ مغربی مصنفین ان کی عظمت کے اعتراف میں انہیں سلیمان اعظم یا سلیمان عالی شان(Sulaiman The Magnificient) کہتے ہیں۔

سلطنتِ عثمانیہ کے زوال کا نقطہ آغاز ۱۴۸۳ء میں ویانا کی تسخیر میں ناکامی کے سبب ہوا۔ پہلی بار ویانا کا محاصرہ ۱۵۲۹ء میں سلیمان اعظم کی سرکردگی میں کیا گیا تھا مگر موسم کی شدت کے باعث سلیمان کو یہ محاصرہ ختم کر کے واپس آنا پڑا۔ محمد چہارم کے دور میں جب ویانا کا دوسرا محاصرہ کیا گیا تو افواج کی قیادت صدر اعظم قرہ مصطفیٰ پاشا نے کی جس کی ناقص حکمتِ عملی کے باعث دوماہ کے محاصرے کے بعد بھی ویانا فتح نہ ہو سکا۔ جنگ ویانا کی ناکامی وسطی یورپی سلطنتوں اور عثمانی سلطنت کے درمیان تین سو سالہ کشمکش کا اہم ترین موڑ ثابت ہوئی جس میں عثمانی سلطنت کے زوال کا آغاز ہوا اور عیسائیوں کو شاندار فتح نصیب ہوئی۔ اس فتح سے یورپی طاقتوں کے حوصلے بلند ہوئے اور انہوں نے جارحانہ انداز اختیار کرتے ہوئے ترک علاقوں پر یکے بعد دیگرے جنگوں کا آغاز کیا، جس کے نتیجے میں ہنگری کے کئی علاقے اور کروشیا کا پورا صوبہ ہاتھوں سے نکل گیا۔ ترکی کی بہت سی علاقائی حکومتیں اپنی آزادانہ حیثیت برقرار نہ رکھ سکیں اور نتیجتاً مغرب کے استعماری عزائم کا نشانہ بن گئیں۔ اس شکست نے عثمانی سلطنت کی عظمت پر بہت برا اثر ڈالا اور تمام دنیا پر واضح ہو گیا کہ عثمانی فتوحات کا دور اب ختم ہو چکا ہے۔ حتیٰ کہ انیسویں صدی کے وسط تک ترکی کو "یورپ کا مرد بیمار(Sick man of Europe)" کہا جانے لگا۔

یکے بعد دیگرے طرابلس پر اٹلی کا حملہ، جنگ ہائے بلقان کا آغاز، مسیحی طاقتوں کی فتح اور ترکوں کی شکست نے سلطنت عثمانیہ کو شکست وریخت کا شکار کر دیا۔ ۱۹۱۴ء میں جنگ عظیم اوّل کا آغاز ہوا تو سلطنت عثمانیہ جو غیر جانبدار رہنا چاہتی تھی مجبوراً اسے جنگ میں شریک ہونا پڑا کیونکہ اتحادیوں نے ترکی کے خلاف باقاعدہ اعلانِ جنگ کر دیا تھا۔ سب سے بڑا سانحہ یہ ہوا کہ گورنر مکہ شاہ حسین نے انگریزوں کے ایما پر بغاوت کر دی اور ۱۰ جون ۱۹۱۶ء کو ترکوں کے خلاف جنگ کا اعلان کر دیا۔ اقتدار کی ہوس نے شاہ حسین کو اندھا کر دیا تھا اور اتحادیوں کے مابین ایک خفیہ معاہدے کی رو سے: کہ جنگ کے خاتمے پر عرب ممالک کو آپس میں تقسیم کر لیا جائے گا، تسلیم کر لیا۔ نتیجتاً بیت المقدس مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گیا۔ صلاح الدین ایوبی کی

فتح یروشلم (۱۱۸۷ء) کے بعد یہ پہلا موقع تھا کہ بیت المقدس دوبارہ عیسائیوں کے قبضے میں چلا گیا۔ اب اقتدار مصطفیٰ کمال اور عصمت انونو کے ہاتھ میں آ گیا۔ ان لادین لوگوں نے پہلے تو خلافت کو غیر مؤثر کر دیا اور پھر ۱۹۲۴ء میں چھ سو سالہ قدیم عثمانی خلافت کا خاتمہ کر کے ترکی کو "جمہوریہ" قرار دے دیا اور اس طرح خلافتِ عثمانیہ کا شیرازہ بکھر گیا۔

ہندوستان کبھی سلطنت عثمانیہ کے زیرِ اثر نہیں رہا تاہم خلافت سے مسلمانوں کو ایک جذباتی تعلق ضرور تھا۔ دوسری طرف ہندوستان میں ۱۸۵۷ء کی ناکام جنگِ آزادی کے بعد مسلمانوں کی حالت بہت مخدوش ہو گئی تھی۔ انگریزوں نے مسلمانوں کو انتقام کا نشانہ بناتے ہوئے ان کے مذہبی، سیاسی، سماجی، ثقافتی اور اخلاقی جذبات واحساسات کو بری طرح مجروح کیا۔ امتِ مسلمہ کے وقار اور تشخص کو بری طرح روندا گیا۔ بیت المقدس کا عیسائیوں کے قبضے میں چلے جانا، ایسا سانحہ تھا جس نے ہندوستان کے مسلمانوں میں غم اندوہ کی لہر دوڑادی۔ چنانچہ خلافت اور مقاماتِ مقدسہ کی حفاظت کے لیے "آل انڈیا مجلس خلافت" قائم کی گئی۔ مسلمان خطیبوں نے اپنی جذباتی تقاریر سے مسلمانوں کے دلوں میں ایسی حرارت پیدا کر دی کہ امدادی فنڈ میں عورتوں نے اپنے زیورات تک دے دیے۔ مولانا محمد علی جوہر اس مہم کے روحِ رواں تھے۔ ان کی والدہ بھی اس تحریک خلافت کی زبردست حامی تھیں، جس کا ذکر شفیق رامپوری ان الفاظ میں کرتے ہیں:

بولیں اماں محمد علیؔ کی

جان بیٹا خلافت پہ دے دو

ساتھ تیرے ہیں شوکت علیؔ بھی

جان بیٹا خلافت پہ دے دو (۵)

پورا ہندوستان ان نعروں سے گونج رہا تھا لیکن پھر بھی یہ تحریک بری طرح ناکام ہو گئی۔ اس کے ساتھ ہی ہجرت کی تحریک، ترک موالات اور سول نافرمانی کی تحریکیں چل پڑیں لیکن غیر منظم منصوبہ بندی اور وقتی جوش وجذبے کے باعث یہ تمام تحریکیں بر طرح ناکام ہو گئیں۔

اٹھارویں اور انیسویں صدی عیسوی مسلمانوں کے لیے بدترین ثابت ہوئیں۔ ان ادوار میں مسلمانوں نے اپنی بقا اور تشخص کے لیے بہت سی جنگیں لڑیں لیکن پے در پے شکست نے انہیں خارجی اور داخلی طور پر ہلا ڈالا۔ مسلمان جو اسلام کے بل بوتے پر آدھی سے زیادہ دنیا پر حکومت کیا کرتے تھے، آج غلامی کی زنجیروں میں جکڑے مایوسی اور بے عملی کا شکار ہو چکے تھے۔ مسلمان جو شیر غاب تھے اس غلامی نے انہیں بزدل بنا دیا تھا جس کا سب سے زیادہ فائدہ یورپی استعماری قوتوں نے اٹھایا۔ Divide and Rule پر عمل کرتے ہوئے ان طاقتوں نے مذہبی، تہذیبی وثقافتی اور علمی سطح پر مسلمانوں کی جڑیں کھوکھلی کرنی شروع کر دی تھیں۔ انہوں نے ایسے تعلیمی وتحقیقی ادارے قائم کیے جنہوں نے مسلمانوں کے اندر مغربی تہذیب اور نظریات کی بے جا تقلید اور بے راہ روی کو جنم دیا۔ انہوں نے قوم پرستی کے نظریات کے نفاذ کے لیے تحریک شروع کی، جس نے عرب قومیت اور تورانی قومیت کی عصبیت کو ہوا دی اور نتیجتاً عربوں اور ترکوں کے مابین نفرت اور

بغاوت کے جذبات پیدا ہونے لگے۔ اسی اثنا میں ترکی میں "انجمن اتحاد و ترقی" قائم کی گئی جس نے تورانی قوم پرستی کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا۔ اس انجمن کی بنیاد لادینیت اور افکار کا سرچشمہ یورپ تھا جبکہ اس میں مسلمانوں کے ساتھ یہودی اور عیسائی بھی شامل تھے۔ اس لیے اس تحریک نے عثمانی خلافت اور اسلامی تشخص کو شدید نقصان پہنچایا۔ مغربی تقلید میں طرزِ رہائش وبودوباش، شراب نوشی اور دوسری خرافات کو اپنا شعار بنالیا۔ دینی تعلیم مدارس سے خارج کر دی گئی اور اپنی زبان کا قدیم رسم الخط بدل کر رومن کر دیا گیا۔ ایک منظم منصوبے کے تحت عیسائیوں اور یہودیوں نے عرب نیشنلزم کی تحریک شروع کی جس نے رہی سہی کسر بھی پوری کر دی۔

مشرق وسطیٰ سے دور ہندوستانی مسلمان، مغلوں کے زوال اور حاکم انگریزوں کے باعث ذہنی لحاظ سے بہت پست تھے۔ انگریزوں کے سیاسی تسلط اور مغربی علوم وعقلیات کی چکاچوند نے ہندوستانی مسلمانوں کو ڈگمگا دیا تھا۔ ان حالات میں سہارے کے لیے مختلف تعلیمی اور ثقافتی ادارے بھی قائم کیے گئے جن میں دارالعلوم دیوبند، ندوہ اور علی گڑھ وغیرہ قابلِ ذکر ہیں لیکن یہ سب مغرب کے چیلنجز کا کماحقہ جواب نہیں دے سکے۔ سر سید کی علی گڑھ تحریک اور کالج کے قیام نے مسلمانوں کو لکھنا پڑھنا تو سکھا دیا لیکن اس تعلیم کے ذریعے ان کے اندر اسلام کی انقلابی روح نہ بیدار کر سکے۔ الغرض مسلمان ایک طرف انگریزوں کی منظم سازشوں کا شکار تھے تو دوسری طرف ہندوؤں کے تعصب اور عداوت کا۔ ان حالات وواقعات نے مسلمانوں کے اندر اسلامی انقلابی روح ختم کر دی تھی اور سب سے بڑی بدقسمتی یہ تھی کہ اس محشر کا سامنا کرنے کے لیے کوئی مخلص، بصیرت افروز اور مستقل مزاج قائد نہیں تھا جو ان حالات میں قوم کی رہنمائی کرتا۔

غم والم کی اس تاریک فضا میں اقبال کی شاعری مشعلِ راہ ثابت ہوئی۔ حالات کی سنگینی کو بھانپتے ہوئے، آپ نے دبستانِ لکھنو اور دلّی کی شعری روایات سے انحراف کیا اور جدید و تعمیری شاعری کو فروغ دیا "بانگِ درا" کی طویل نظمیں "شکوہ"، "جوابِ شکوہ"، "شمع اور شاعر"، "خضرِ راہ" اور "طلوعِ اسلام" جہاں پوری امتِ مسلمہ کی زبوں حالی اور کم مائیگی کی عکاسی کرتی ہیں، وہیں ان نظموں نے امت مسلمہ میں روح بلالی بیدار کرنے میں بھی اہم کردار ادا کیا۔
نظم "شکوہ" علامہ اقبال نے اپریل ۱۹۱۱ء میں انجمن حمایتِ اسلام کے چھبیسویں جلسے میں پڑھی، جو ریواز ہاسٹل، اسلامیہ کالج لاہور میں منعقد ہوا تھا۔ مذکورہ نظم پڑھنے سے پہلے اقبال نے ایک قطعہ سنایا اور پھر۔ تحت اللفظ سے نظم شکوہ پڑھنا شروع کی۔ اقبال اپنی نظمیں زیادہ تر ترنم سے پڑھا کرتے تھے اسی لیے حاضرین جلسہ نے ترنم سے سنانے پر اصرار کیا تو اقبال نے جواب دیا:

"یہ اسی طرح سنائی جائے گی کیونکہ میں بہتر جانتا ہوں کہ نظم پڑھنے کا کون سا طریقہ موزوں ہے"۔ (۶)

اقبال کے طرزِ سخن کے بارے میں غلام رسول مہر لکھتے ہیں:

"انداز اس درجہ دل آویز تھا کہ جن خوش نصیبوں نے سنی، وہ زندگی کے آخری لمحوں تک اسے نہ بھولیں گے"۔ (۷)

اس نظم کی اصل کاپی جو اقبال اپنے قلم سے لکھ کر لائے تھے، نواب ذوالفقار علی خاں نے ایک سو روپے کے عوض خریدی اور رقم ادا کر کے اصل نظم انجمن کو دے دی۔ اقبال کی طرزِ ادائیگی اتنی دلفریب تھی کہ ان کے ایک مداح خواجہ عبدالصمد نے جوشِ مسرت میں اپنا قیمتی دوشالا آپ کے کندھوں پر ڈال دیا، جسے جلسۂ عام میں نیلام کرنے کے بعد نیلامی کی رقم انجمن حمایتِ اسلام کی تحویل میں دے دی گئی۔ اس جلسے میں آپ کے والد شیخ نور محمد بھی موجود تھے۔ "بانگِ درا" کی اشاعت سے پہلے مذکورہ نظم مختلف رسالوں "مخزن"، "پنجاب ریویو"، "تمدن" اور "ادیب" وغیرہ میں شائع ہوئی۔ نظم "شکوہ" کو انگریزی، عربی، بنگالی اور پنجابی زبانوں کے قلوب میں بھی ڈھالا گیا۔ "شکوہ" کو تصویری شکل میں مصور ضرار احمد کاظمی نے پیش کیا جس کو اقبال نے پسند کیا اور مصور کے نام ایک مکتوب میں اس کی تعریف بھی کی۔ انجمن کے جلسے میں مذکورہ نظم جس شکل میں پڑھی گئی، "بانگِ درا" میں شامل کرتے وقت اس میں کئی مقامات پر تبدیلی کی گئی۔ مثال کے طور پر تیرھویں بند کے چوتھے مصرعے کی ابتدائی شکل یہ تھی:

تیرے قرآن کو سینے سے لگایا ہم نے (۸)

جبکہ موجودہ شکل یہ ہے:

تیرے قرآن کو سینوں سے لگایا ہم نے (۹)

اسی طرح سترہویں بند کے پانچویں مصرعے کی ابتدائی صورت یہ تھی:

طعنِ اغیار ہے، رسوائی وناداری ہے (۱۰)

جبکہ ترمیم شدہ شکل یہ ہے:

طعنِ اغیار ہے، رسوائی ہے، ناداری ہے (۱۱)

اسی طرح پچیسویں بند کا پانچواں مصرعہ ابتدا میں کچھ ایسا تھا:

پھر پتنگوں کو مذاقِ تپش اندوزی دے (۱۲)

جبکہ موجودہ حالت یہ ہے:

اپنے پروانوں کو پھر ذوقِ خود افروزی دے (۱۳)

نظم " شکوہ" موضوع کے اعتبار سے بارگاہِ الٰہیٰ میں مسلمانوں کی دہائی ہے کہ اے اللہ! ہم تیرے نام لیوا ہیں اس کائنات میں تیری توحید کا پرچم بلند کرنے والے ہیں، تیرے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت ہیں۔ اس کے باوجود اس دنیا میں ذلیل وخوار اور رسوا ہو رہے ہیں جبکہ تیرے رحم وکرم کی بارشیں غیر مسلموں پر ہو رہی ہیں۔ اقبال نے بارگاہِ جناب میں اپنی فریاد جس جرات اور بے باکی سے پیش کی ہے وہ دراصل عشق کی دین ہے اور یہ عشق اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد امتِ مسلمہ سے بھی ہے۔ "شکوہ اللہ سے، خاکم بدہن ہے مجھ کو" کہہ کر اقبال نے اپنی ساری تڑپ، بے قراری

اور نالے خدا کے حضور بیان کر دیے ہیں۔ نظم ''شکوہ'' کا آغاز تمہید سے ہوتا ہے جہاں اقبال اپنی بے بسی ولاچاری کا ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی فریاد اور شکوہ کرنے کی توجیہہ بھی پیش کرتے ہیں اور نہایت بے بسی کے عالم میں کہتے ہیں: ''خوگر حمد سے تھوڑا سا گِلا بھی سُن لے''۔ زمانہ قدیم میں فریادی اپنی فریاد راجا، مہاراجا کے سامنے پیش کرنے سے پہلے ''جان کی امان پاؤں تو کچھ عرض کروں'' جیسے کلمات ادا کرتے تھے۔ بے ادبی اور گستاخی کے ڈر سے ایسا ہی انداز اقبال نے نظم کے آغاز میں اختیار کیا ہے اور ''شکوہ اربابِ وفا بھی سُن لے'' کہہ کر مسلمانوں کی حالتِ زبوں بیان کی ہے۔ اقبال اپنی فریاد مرحلہ وار اس نظم میں بیان کرتے ہیں جو کچھ اس طرح سے ہے۔

بند نمبر ۱ سے ۲ سے تک	تمہید کے ہیں۔
بند نمبر ۳ سے ۱۳ تک	امتِ مسلمہ کے شان دار کارنامے بیان کیے گئے ہیں۔
بند نمبر ۱۴ سے ۱۹ تک	مسلمانوں کی مخدوش حالت بیان کی گئی ہے۔
بند نمبر ۲۰ سے ۲۳ تک	استفہامیہ انداز اختیار کرتے ہوئے عالمِ اسلام کی حالتِ زار کی وجہ دریافت کی گئی ہے۔
بند نمبر ۲۴ سے ۲۶ تک	یاس و بیم کی کیفیت پائی جاتی ہے۔
بند نمبر ۲۷	دعائیہ ہے۔
بند نمبر ۲۸ سے ۳۱ تک	بے وفا مسلمان لیڈروں، قوم کی بے حسی اور اپنے تنہا ہونے کا ذکر کرتے ہیں۔

مذکورہ نظم میں اقبال امتِ مسلمہ کے شاندار کارنامے بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے یہ شکوہ کرتے ہیں کہ اگرچہ اس کائنات میں تیری ذات ازل سے موجود ہے لیکن اس کائنات میں تجھے دیکھے بغیر کوئی نہیں مانتا تھا۔ یہ ہم مسلمان ہی ہیں جنھوں نے تیری وحدانیت کی گواہی دیتے ہوئے تیرے نام پر تلوار اٹھائی، بت و فروشی و بت شکنی کی، آتش کدہ ایران کو ٹھنڈا کیا اور ہر دل کو توحید کی روشنی سے منور کرتے ہوئے تیرے کعبے کو اپنے سجدوں سے آباد کیا۔ یہاں اقبال امتِ مسلمہ کی اللہ اور قرآن سے دلی وابستگی بیان کرنے کے بعد، اللہ کو ''تُو بھی تو دل دار نہیں'' کہتے ہوئے شکوے کا آغاز کرتے ہیں۔ اس کے بعد مسلمانوں کی حالتِ زار و نزار بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آج دنیا میں مسلمانوں کو جس رسوائی، ذلت اور بے بسی کا سامنا ہے، کیا تیری توحید کا پرچم بلند کرنے والوں کے ساتھ یہی سلوک ہونا چاہیے تھا؟ دراصل اقبال اللہ کو یہ احساس دلا رہے ہیں کہ تُو نے اپنے عشاق کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا۔ تیری رحمتیں غیروں کے لیے ہیں جبکہ تیرے غیض و غضب کا سامنا صرف مسلمانوں کو ہے۔ اس کے بعد اقبال مسلمانوں کی درماندگی اور حالت زبوں کی وجہ دریافت کرتے ہیں کہ تیرے نام لیواؤں کے انحطاط کے اسباب کیا ہیں؟ اس کے بعد کے اشعار میں یاس و بیم کی کیفیت پائی جاتی ہے۔ اقبال جہاں دوسری قوموں کے عیش و نشاط کی زندگی کا ذکر کرتے ہیں وہیں اس بات کا اعتراف بھی کرتے ہیں کہ مسلمانوں کے دل ایمانی حرارت سے سلگ رہے ہیں اور وہ اسلامی نشاۃ ثانیہ کے لیے بے چین اور بے تاب ہیں۔ اے اللہ! تو ذرا اس ساز پر مضراب تو لگا کے دیکھ، تیرے بندے تیرے ''کُن'' کے انتظار میں بیٹھے ہیں۔ نظم کے اس حصے میں اقبال یاس و بیم کی کیفیت کا شکار ہیں۔ اس کے بعد نظم اختتام کی طرف چلتی ہے یہاں اقبال کا انداز دعائیہ ہے اور وہ بارگاہِ الہیٰ میں امتِ مسلمہ کی مشکلات آسان کرنے

کی دعا مانگتے ہیں۔ اس کے بعد اقبال ان نام نہاد اور بے وفا مسلمان لیڈروں کا ذکر کرتے ہیں جنہوں نے قومی مفاد کو پس پشت ڈال کر غیروں سے ہاتھ ملایا۔ یہاں اقبال اپنی قوم کی بے حسی کمزوری اور درماندگی کا دنیا کے سامنے عیاں ہو جانے پر دکھ کا اظہار کر رہے ہیں اور ساتھ اپنے تنہا ہونے کا بھی بیان ہے کہ میں تنہا بلبل کی مانند اس چمن میں نغمے الاپ رہا ہوں۔ میرا ہم نوا کوئی نہیں ہے۔ میں اپنی شاعری کے ذریعے سے "بانگِ درا" کا کام لے رہا ہوں تا کہ مسلمانوں میں احساس بیداری پیدا ہو جائے اور وہ متحد ہو کر اپنا کھویا ہوا وقار اور رتبہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔ نظم کا اختتام اقبال ان الفاظ میں کرتے ہیں کہ اگرچہ میرا یہ طرزِ تخاطب غیر اسلامی ہے لیکن اس میں بیان کردہ باتیں خالصتاً اسلامی ہیں۔ میری زبان اگرچہ اردو ہے لیکن میرے افکار اسلامی ہیں۔

عجمی خُم ہے تو کیا، مے تو حجازی ہے مری

نغمہ ہندی ہے تو کیا، لے تو حجازی ہے مری!

(محمد اقبال، ڈاکٹر: "بانگِ درا" (فضلی سنز (پرائیوٹ) لمیٹیڈ کراچی) ۲۰۰۵ء، ص ۲۸۹)

فکری اعتبار سے نظم "شکوہ" اقبال کی نمائندہ منظومات میں سے ایک ہے۔ مذکورہ نظم میں جو شکوہ سرائی اقبال نے رب کے حضور کی وہ علماء کرام کے نزدیک تو کفر یہ ہے لیکن اسی طرزِ تخاطب نے انسان کو اللہ تعالیٰ سے مخاطب ہونے کا شرف بخشا ہے۔ اس درماندگی کے عالم میں، اقبال اپنی نوائے شاعری کے ذریعے تن تنہا احیائے اسلام کی ترویج کے لیے کوشاں ہیں۔ اقبال کے اس طرزِ سخن کے بارے میں عابد علی عابد لکھتے ہیں:

"اقبال ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت پڑھنے والوں کو اس طرزِ تخاطب سے آشنا کرنا چاہتا ہے۔۔۔ اقبال نے شکوے کے پہلے دو بندوں ہی میں بات یا موضوعِ سخن کو اس منزل تک پہنچا دیا کہ بعد کی شکوہ سرائی اور گلہ مندی بالکل موزوں اور مناسب معلوم ہوتی ہے"۔ (۱۴)

فنی لحاظ سے "شکوہ" ایک معرکتہ الآرا نظم ہے۔ اکتیس بندوں پر مشتمل مذکورہ نظم کی ہیئت مسدس ترکیب بند ہے۔ ہر بند کے ردیف و قوافی دوسرے بندوں سے مختلف ہیں۔ مذکورہ نظم میں مسلم نشاتِ ثانیہ کے عروج وزوال کو نہایت فن کارانہ انداز میں بارگاہِ الٰہیٰ میں پیش کیا گیا ہے۔ اس ضمن میں ماہر القادری لکھتے ہیں:

اک نئی طرز، نئے باب کا آغاز کیا

شکوہ اللہ کا، اللہ سے بصد ناز کیا (۱۵)

اس نظم میں اقبال کی شکوہ سرائی اگرچہ دلیرانہ اور بے باکانہ ہے لیکن گستاخانہ ہرگز نہیں ہے۔ اردو کی شعری روایت اس طرزِ سخن سے بالکل نا آشنا تھی۔ مذکورہ نظم میں بحر رمل مثمن مخبون مقطوع استعمال کی گئی ہے۔ بحر کے ارکان یہ ہیں: فَاعِلاَ تُنُ فَعِلاَ تُنُ فَعِلاَ تُنُ فِعلُنُ۔ یہ اقبال کی ایک منفرد نظم ہے جو آپ کے بلند تخیل اور جدت آمیز خیالات کی عکاسی کرتی ہے۔ اقبال نے نظم کے عنوان کو اس کے مرکزی خیال اور سیاق وسباق سے الگ نہیں کیا۔ آپ مرزا غالب کی طرح شاعری

میں معنی آفرینی کا رجحان رکھتے تھے۔ بار گاہِ اقدس میں شکوہ کرتے ہوئے آپ کا لہجہ متنوع رہا ہے، کہیں نیاز مندانہ لہجہ ہے تو کہیں غیرت وانا کا احساس، کہیں تندی و تلخی نمایاں ہے تو کہیں تاسف و بے بسی، کہیں بے قراری ہے تو کہیں دعائیہ انداز ہے ۔ یہاں اقبال ایک نفسیاتی حربہ استعمال کر رہے ہیں کہ بظاہر اللہ سے شکوہ کرتے نظر آتے ہیں لیکن پس پردہ وہ مسلمانوں کو ان کا عظیم الشان ماضی یاد کرواتے ہوئے ان کی دین اسلام اور سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دوری کا احساس بھی دلا رہے ہیں۔ ''خندہ زن کفر ہے، احساس تجھے ہے کہ نہیں''۔

اس مصرعے میں مخاطب اگرچہ اللہ کی ذات ہے لیکن درپردہ مسلمانوں کو اسلامی تعلیمات سے دوری کا احساس دلایا جارہا ہے۔ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی لکھتے ہیں:

''یہ اندازِ بیان دراصل مسلمانوں کے دل میں احساس زیاں اور غیرت ملّی پیدا کرنے کی فن کارانہ کوشش ہے''۔(۱۶)

اس طرح نظم ''شکوہ'' میں سوالیہ انداز اختیار کر کے دراصل اپنی ہی کمزوریاں ظاہر کی گئی ہیں۔ جیسا کہ

کیوں مسلمانوں میں ہے دولتِ دنیا نایاب (۱۷)

عشق کی خیر وہ پہلی سی ادا بھی نہ سہی (۱۸)

اگر نظم کے عنوان سے ہٹ کر دیکھا جائے تو مذکورہ نظم میں رنگِ تغزل سے بھرپور اشعار بھی نظر آتے ہیں جو اس بات کے غماز ہیں کہ اقبال داغؔ کے شاگرد بھی تھے۔ بعض اشعار میں اقبال کا عشقیہ مزاج بھرپور نظر آتا ہے۔

کبھی ہم سے کبھی غیروں سے شناسائی ہے
بات کہنے کی نہیں، تُو بھی تو ہرجائی ہے (۱۹)

''شکوہ'' ایجاز و بلاغت کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ تاریخ کے طویل ترین واقعات کو نہایت چابکدستی سے مختصر اور جامع انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر:

دیں اذانیں کبھی یورپ کے کلیساؤں میں
کبھی افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں (ب ن، ص ۲۵۰)

کس نے ٹھنڈا کیا آتش کدہ ایراں کو (ایضاً، ص ۲۵۱)

بحرِ ظلمات میں دوڑا دیے گھوڑے ہم نے (ایضاً، ص ۲۵۲)

نظم ''شکوہ'' میں عربی فارسی الفاظ وتراکیب کی کثرت ہے۔ تشبیہات، تلمیحات، استعارات اور صنعتوں کا خوبصورت استعمال کیا گیا ہے۔ بند نمبر ۲۴ اور ۲۷ کے آخری اشعار مکمل فارسی زبان میں ہیں جو اقبال کی قادرالکلامی کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ ''خاکم بدہن''، ''خوگرِ حمد''، ''چراغِ رخِ زیبا''، ''ذوقِ خود افروزی''، ''امتِ مرحوم'' وغیرہ معنی خیز تراکیب ہیں۔ مذکورہ نظم فنی

خوبیوں اور شعری محاسن سے مالا مال ہے۔ اس میں صنعت مراعاۃ النظیر، صنعت ترافق، صنعت طباق ایجابی اور صنعت ترصیع کو عمدہ انداز میں پیش کی گیا ہے۔ عابد علی عابد اقبال کی صنعت گری کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"اقبال کے کلام میں صنعت گری کا وہ اسلوب مخصوص بھی نمایاں طور پر نظر آتا ہے جو مشرقی علوم ہی سے منسوب ہے اور مغربی رنگ بھی جھلکتا ہے۔ کہیں کہیں دونوں میں ایسا امتزاج پیدا ہو گیا ہے کہ باید و شاید"۔(۲۰)

اقبال کے فن پر اپنے خیالات کا اظہار رفیع الدین ہاشمی کچھ اس طرح سے کرتے ہیں:

"شکوہ ایک اعتبار سے امتِ مسلمہ کا مرثیہ ہے اور یہ امر قابل توجہ ہے کہ "شکوہ" کے لیے اقبال نے مسلمہ طور پر اردو مرثیے کی روایتی ہیئت (مسدس) کا انتخاب کیا"۔(۲۱)

اقبال ملتِ اسلامیہ کے ساتھ ساتھ انسانیت کے بھی شاعر ہیں۔ آپ کی گہری بصیرت اور عقابی نگاہیں عالمِ اسلام کے مسائل پر مرکوز تھیں۔ اقبال سے مسلمانوں کی گونا گوں حالت دیکھی نہ گئی اسی لیے آپ دلِ ریش ریش کو لیے بارگاہِ الٰہی میں فریاد کناں ہیں۔ "شکوہ" کے منظر عام پر آتے ہی اقبال پر کفر کے فتوے لگ گئے تھے۔ یہ ایام اقبال پر بہت بھاری تھے، اسی لیے "شکوہ" کے ردِ عمل کے طور پر آپ نے "جوابِ شکوہ" لکھی۔

نظم "جوابِ شکوہ" ۳۰نومبر ۱۹۱۲ء کو منظرِ عام پر آئی۔ اقبال نے مذکورہ نظم انجمن حمایتِ اسلام کے جلسے میں پڑھی جس کی صدارت مولانا ظفر علی خان نے کی۔ اس جلسے کا مقصد جنگ بلقان میں ترکی کے لیے امدادی فنڈ اکٹھا کرنا تھا۔ جلسے میں پڑھی گئی اس نظم کا ایک ایک شعر نیلام ہوا اور ایک خطیر رقم بلقان فنڈ کے لیے جمع ہو گئی۔ بے پناہ داد سمیٹنے والی مذکورہ نظم کے کئی دوسری زبانوں میں بھی تراجم ہو چکے ہیں جب کی ضرار احمد کاظمی نے اس نظم کو مصور بھی کیا تھا۔ "جوابِ شکوہ" میں بہت سے اشعار کو ترمیم کے بعد شامل کیا گیا، کئی بند نظم سے خارج بھی کیے گئے۔ "سرودِ رفتہ" میں چار خارج شدہ بند ملتے ہیں۔ نظم "شکوہ" دراصل امتِ بیضا کا نوحہ ہے جس میں امتِ مسلمہ کی دین اسلام سے دوری، سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیگانگی، یورپ کی اندھی تقلید، تہذیب و تمدن اور اخلاقیات سے دوری اور بے عملی کا بارگاہِ اقدس میں شکوہ کیا گیا ہے۔ اس شکوے کا جواب دینا بھی اقبال کے ہی ذمہ تھا جو "شکوہ" کے ڈیڑھ سال بعد "جوابِ شکوہ" کی شکل میں منظرِ عام پر آیا۔ اقبال نے "شکوہ" میں کیے گئے تمام سوالات اور اعتراضات کے جوابات اور عالمِ اسلام کے مسائل کا حل نظم "جوابِ شکوہ" میں اتنے مدلل اور احسن طریقے سے پیش کیے ہیں کہ مذکورہ نظم اپنی اثر انگیزی کے باعث شہرتِ عام اور بقائے دوام کا درجہ پا گئی ہے۔

فکری لحاظ سے دیکھا جائے تو نظم "شکوہ" اور "جوابِ شکوہ" کے معرض وجود میں آنے کا اصل مقصد وہ عالمی و سیاسی محرکات تھے جن کے باعث امتِ مسلمہ تنزل اور انحطاط کا شکار ہو کر رہ گئی تھی۔ یورپ کا استعماری طاقتوں کا غلبہ اس حد تک بڑھ چکا تھا کہ وہ جنگ طرابلس اور جنگ بلقان میں مسلمانوں کو باآسانی صفحہ ہستی سے مٹا سکتے تھے۔ اس دردناک صورتحال نے اقبال

کے اندر ایک ہیجان پیدا کر دیا تھا، جس کا اظہار "شکوہ" اور "جوابِ شکوہ" میں بخوبی کیا گیا ہے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار لکھتے ہیں:

"طرابلس اور بلقان کے محاربات کے موقع پر اقبال کے جذبات میں ایک ہیجان پیدا ہوا انھوں نے یاس و نومیدی کے عالم میں شکوؤں کے دفتر کھول دیے جو ایک شاعرِ فرد اکے لیے موزوں بات نہ تھیلیکن وہ بہت جلد سنبھل گئے۔ انہیں غم والم کی خاکستر میں بھی ایسی چنگاریاں نظر آنے لگیں جو ایک زندہ قوم کی تعمیر کے لئے شعلہ جوالا بن سکتی تھیں۔" (۲۲)

مقولہ ہے کہ ہر صدی میں ایک مجدد پیدا ہوتا ہے اقبال اٹھارویں صدی عیسوی کے مجدد ہیں جن کے دل شگاف نالے نہ صرف اہلِ زمیں کو جگا گئے بلکہ عرشِ بریں کو بھی ہلا گئے۔ اقبال کے پروفیسر تھامس آرنلڈ ان کی عظمت کا اعتراف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"Iqbal is the man of his age. He is a man ahead of his age and he is a man at war with his age." (۲۳)

ترجمہ: اقبال اپنے عہد کے انسان ہیں، اپنے عہد سے آگے کے انسان ہیں اور عصرِ حاضر کے خلاف حالت جنگ میں ہیں، اقبال اس نظم میں بھی اپنے خیالات کا اظہار مرحلہ وار کرتے ہیں، جو کچھ اس طرح سے ہے:

بند نمبر ۱ سے ۵ تک — اقبال کی شکوہ سرائی کو بارگاہِ الہیٰ میں سراہا گیا جبکہ مکینِ آسماں کا اسے گستاخی قرار دیتے ہوئے ناپسند کرنا۔

بند نمبر ۶ سے ۸ تک — "جوابِ شکوہ" کی تمہید پیش کرنے کے ساتھ امتِ مسلمہ کی حالتِ زار کے اسباب بیان کیے گئے ہیں۔

بند نمبر ۹ سے ۲۵ تک — "شکوہ" میں لگائے گئے تمام الزمات کی تردید کی گئی ہے اور اسلاف سے موازنہ کیا گیا ہے۔ دورِ جدید کی مشکلات اور ان کا حل بیان کیا گیا ہے۔

بند نمبر ۲۶ سے ۳۱ تک — مختلف واقعات اور مثالوں سے عہدِ نو کی نوید سنائی گئی ہے۔

بند نمبر ۳۲ سے ۳۶ تک — امتِ مسلمہ کو دعوتِ عمل دی گئی ہے۔

فکری لحاظ سے دیکھا جائے تو نظم "جوابِ شکوہ" میں امتِ مسلمہ کو اس بات سے آگاہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ ان کے زوال کے اسباب کیا ہیں اور پھر ان کا حل بھی صراحت سے بیان کیا گیا ہے۔
نظم کے آغاز میں اقبال کی شکوہ سرائی کو بارگاہِ الہیٰ میں سراہا گیا ہے جبکہ مکینِ آسمان نے ابنِ آدم کی اس جرات کو سخت ناپسند کیا ہے۔ نظم "جوابِ شکوہ" کی تمہید پیش کرنے کے بعد اقبال امتِ مسلمہ کی دگرگوں حالت کی وجوہات بیان کرتے ہیں۔ اقبال کے نزدیک عالمِ اسلام کے زوال کا بنیادی سبب دینِ اسلام سے دوری ہے۔ انہیں اپنی فلاح و بہبود کا خیال نہیں

رہا، مسلمانوں کے دل کفر والحاد کے عادی ہو چکے ہیں۔ اقبال یہاں خاکِ آدم کو "جوہر قابل" سے محروم قرار دے کر اور انتہائی بصیرت سے کام لے کر یہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی انسان واقعی قابل ہو تو ہم اس کو "کئے" خاندان جیسی شوکت وعظمت عطا کرتے ہیں اور برِ اعظم امریکہ کو دریافت کرنے والا مہم جُو کولمبس کی طرح نئی دنیا بھی دیتے ہیں۔ اقبال کہتے ہیں:

کوئی قابل ہو تو ہم شان کئی دیتے ہیں
ڈھونڈنے والوں کو دنیا بھی نئی دیتے ہیں (۲۴)

اسی حوالے سے رفیع الدین ہاشمی لکھتے ہیں:

"اگر مسلمان اپنی نیت میں اخلاص اور کھرا پن پیدا کر لیں تو خاکستر سے بھی اک نیا جہان پیدا ہو سکتا ہے۔" (۲۵)

اس کے بعد اقبال مسلمانوں کی موجودہ حالت کا ان کے اسلاف سے موازنہ کرتے ہیں اور امتِ مسلمہ کو شرمندہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ تمہارا باپ تو ابراہیمؑ تھا لیکن تم اپنی لادینیت اور الحاد کے باعث بت تراش بن گئے ہو۔ تمہارے آباؤ اجداد اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیوانے تھے اور تم امتِ رسولؐ ہونے کے باوجود ان کے لیے باعث رسوائی ہو۔ "شکوہ" میں اللہ کو "ہر جائی" کہا گیا تھا جس کا جواب اقبال یہ دیتے ہیں:

کبھی محبوب تمہارا یہی ہر جائی تھا (۲۶)

مسلمانوں کو یہ احساس دلایا گیا ہے کہ دنیا سے باطل کو مٹانے اور قرآن کو سینوں سے لگانے والے تمہارے آباؤ اجداد تھے تم نہیں۔ تمہارے دل عشقِ رسولؐ سے خالی ہیں، تم تفرقے میں بٹے ہوئے ہو، مغرب کی اندھی تقلید نے تمہاری بنیادیں کمزور کر دی ہیں۔ اگر تم اپنے اندر عشق کی وہ چنگاری بھڑکا لو جو ابراہیمؑ اور موسیٰؑ کے اندر موجود تھی تو آج بھی خدا اپنے جلوے کوہ طور پر دکھا سکتا ہے۔ "جلوہ طور تو موجود ہے، موسیٰ ہی نہیں"۔ اقبال کہتے ہیں کہ وہ عشق، صداقت، شجاعت اور عدل جو تمہارے آبا کے خون میں تھا وہ تمہارے اندر نہیں ہے، تمہارے سینے سوزِ عشق سے خالی ہیں۔ تم نے اللہ تعالیٰ کی رسی کو چھوڑ دیا ہے اور تفرقے میں بٹ گئے ہو۔

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر (۲۷)

اس نظم میں اقبال نے امتِ مسلمہ کے امتِ مرحوم ہونے تک کے تمام اسباب، ان کی وجوہات اور اسلاف سے موازنے کو نہایت صراحت سے بیان کیا ہے، جس کی وجہ سے دلوں میں مایوسی اور درد کی کیفیت پیدا ہو گئی ہے لیکن اقبال کا مقصد امتِ مسلمہ کو ناامید کرنا نہیں بلکہ ان نامساعد حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار کرنا ہے۔ اقبال کی فکر کا سب سے مثبت پہلو یہ ہے کہ وہ جیسے بھی حالات ہوں ناامید نہیں ہوتے۔ اقبال کی شاعری رجائیت سے بھرپور ہے۔ نظم "جوابِ شکوہ" کے آخر میں بھی اقبال مسلمانوں کو پر امید مستقبل کی جھلک دکھاتے ہیں۔ اقبال کہتے ہیں وہ وقت دور نہیں جب مسلمانوں کے اندر ایمانی جذبہ پیدا ہو جائے گا۔ وہ اپنے روشن مستقبل کا سامان کر لیں گے، پیہم جہد و عمل سے اپنی عظمتِ رفتہ کو دوبارہ حاصل کر لیں

گے۔ اسی لیے اقبال نے کہا کہ بلغاری یورشوں اور گھوڑوں کی ہنہناہٹ سے مایوس مت ہو کیونکہ اسلام کا نور کبھی نہیں بجھ سکے گا۔ جیسا کہ قرآن مجید کی سورت الم نشرح میں اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں:

وَرَفَعنَالَکَ ذِکرَک (۲۸)

ترجمہ: "اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم نے تیرے ذکر کو رفعت وبلندی بخشی"

مذکورہ نظم کے آخر میں اقبال مسلمانوں کو دعوتِ عمل دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ تُو (مسلمان) خوشبو کی مانند پھول میں قید ہے۔ اس قید سے اپنے آپ کو آزاد کر اور عشقِ حقیقی کی قوت سے سرشار ہو جا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وفادار بن جا کیونکہ دونوں جہان کی نصرت وکامیابی کی یہی کنجی ہے۔ اقبال کہتے ہیں:

کی محمدؐ سے وفا تُو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں (۲۹)

اقبال کی تائید میں حسن رضا اقبالی لکھتے ہیں:

"اقبال ہر پروانے کے دل کو عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آگ سے سوختہ دیکھنا چاہتے ہیں۔ اقبال کے نزدیک عشقِ رسول ہی عشقِ حقیقی سے مکمل وابستگی کے قرینے سے آشنا کرتا ہے۔" (۳۰)

فنی لحاظ سے "جوابِ شکوہ" اقبال کی شاہکار نظم ہے جو چھتیس بندوں پر مشتمل ہے اور مسدس ترکیب بند میں لکھی گئی ہے۔ ہر بند مختلف قوافی وردیف رکھتا ہے۔ یہ بحر رمل مثمن مجنون مقطوع میں لکھی گئی ہے۔ بحر کے ارکان یہ ہیں:
فَاعِلاَ تُنْ فَعِلاَتُنْ فَعِلاَتُنْ فِعلُنْ۔ مذکورہ نظم میں اسلامی تاریخ، فلسفہ، شاعری اور مذہب ایک دوسرے کے ساتھ منسلک نظر آتے ہیں جبکہ یہ نظم سلاست، روانی، معنی آفرینی، تاثیر بیان، شوکتِ الفاظ، سوزوگداز، محاکات نگاری، حقیقت نگاری، رفعتِ تخیل اور بحر کی موزونیت جیسے خصائص سے مالا مال ہے۔ قدم قدم پر نادر تلمیحات، تشبیہات، استعارات اور صنائع بدائع کا خوب صورت استعمال کیا گیا ہے۔ "شکوہ" اور "جوابِ شکوہ" کو اقبال کا مجموعہ نظم کہا جا سکتا ہے کیونکہ ایک کے بغیر دوسری نامکمل ہے۔ اس نظم کی توصیف کرتے ہوئے ڈاکٹر عبد المغنی لکھتے ہیں:

"شاعری کی زبان وبیان کا استعمال اس ملی نظم میں اس شان سے ہوا ہے جس کا اظہار کسی بھی انسانی موضوع کی فنی نقش گری میں ہو سکتا ہے۔۔۔ "شکوہ"، "جوابِ شکوہ" ایک بڑی کامیاب، حسین، پر اثر اور اہم شاعرانہ تخلیق ہے۔" (۳۱)

مذکورہ نظم میں اقبال نے انتہائی دوٹوک لب ولہجہ اختیار کیا ہے۔ پوری نظم میں لہجہ اور طرزِ ادائیگی یکساں نہیں ہے، کہیں جاہ وجلال ہے تو کہیں تنقیدی انداز، کہیں تاسف ہے تو کہیں استفہامیہ لہجہ، کہیں پر لہجہ پر جوش اور رجائیت سے بھرپور ہے تو

کہیں دھیما اور فہمائش لیے ہوئے ہے۔ لہجے کے اس اتار چڑھاؤ سے نظم میں مکالماتی اور ڈرامائی کیفیت پیدا ہو گئی ہے جو اقبال کی فکری اور تکنیکی تہہ داری کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ مذکورہ نظم کا فنی تجزیہ کرتے ہوئے ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی لکھتے ہیں:

"شاعر نے پیر گردوں، سیاروں، چاند، کہکشاں اور فرشتوں کی زبانی اس ڈرامے کے مختصر مکالمے کہلوائے ہیں۔ ان مکالموں اور گفتگو کا تحیر اور استفہامیہ انداز ڈرامائیت کو بڑھا دیتا ہے۔"(۳۲)

حسن و بیان کی تمام خوبیوں سے مزین ہونے کے باعث یہ ایک شاہکار نظم ہے۔ طنز کی کاٹ ہو یا ایجاز و اختصار، استدلالی جواب ہو یا مکالماتی آہنگ، تخیل آفرینی ہو یا کہ تمثیلی اندازِ بیاں، مذکورہ نظم ان تمام خصائص کا مرقع ہے۔ صنائع بدائع کا استعمال نہایت فصیح و بلیغ انداز میں کیا گیا ہے جن میں صنعت تلمیح، مراعاۃ النظیر، صنعت طباق، ترصیع، ترافق اور صنعت اطراد وغیرہ کا عمدہ استعمال کیا گیا ہے۔ نظم کا آخری شعر تخیل کی گہرائی، تاثر کی شدت اور معنی آفرینی کا اعلیٰ نمونہ ہے۔

کی محمدؐ سے وفا تُو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں(۳۳)

مذکورہ شعر نہ صرف حاصلِ نظم ہے بلکہ امتِ مسلمہ کے لیے نسخہ کیمیا کی حیثیت رکھتا ہے اور نظم "شکوہ" کا انتہائی خوب صورت جواب بھی ہے۔

نظم "شمع اور شاعر" علامہ اقبال نے ۱۹۱۲ء میں لکھی اور دو ماہ بعد ۱۶ اپریل ۱۹۱۲ء کو انجمن حمایتِ اسلام کے جلسے میں پڑھی جو اسلامیہ کالج لاہور کے ریواز ہاسٹل میں منعقد ہوا تھا۔ اس جلسے کی صدارت انجمن کے دو متحرک سرپرستوں مرزا سلطان احمد اور فقیر سید افتخار الدین نے کی۔ اس طویل نظم کو اقبال نے ترنم کے ساتھ دو نشستوں میں سنایا۔ پہلے چھ بند مرزا سلطان احمد کی زیر صدارت سنائے گئے اور آخری چھ بند فقیر سید افتخار الدین کے۔ علامہ کی نظم سننے کے لیے دس ہزار سامعین کا مجمع تھا اور مولانا ظفر علی خاں نے اس نظم کو دس ہزار کی تعداد میں اپنے پریس سے چھپوایا تھا۔ آٹھ آنے فی کاپی کی قیمت مقرر کی گئی اور مولانا صاحب نے یہ اعلان کیا کہ اس کی فروخت سے حاصل ہونے والا روپیہ تبلیغ اسلام کے لیے جاپان بھیجا جائے گا (سرودِ رفتہ، ص:۲۰۲)۔ ایک روایت کے مطابق نظم کی ایک ایک کاپی پانچ پانچ روپے میں فروخت ہوئی۔ اقبال نے نظم کا آغاز کرنے سے پہلے ایک مختصر تقریر کی، جس میں فرمایا:

"جو نظم پچھلے سال لکھی تھی، وہ شکوہ تھا اور اس میں خدا سے شکایت تھی اور بعض لوگوں نے اسے بُرا خیال کیا اور یہ سمجھا کہ یہ بہت بڑی جسارت ہے۔۔۔۔ میری آج کی نظم ایسی جامع ہے جس میں مشکلات کی تصویر اور اس کے حل کا نسخہ درج ہو گا۔ اس کے لیے آپ اس کو دونوں حیثیتوں سے دیکھیں۔ ایک شاعرانہ پہلو سے، دوسرے تجاویز نسخہ کے لحاظ سے اور اسی لیے عرض ہے کہ خدا کے واسطے تم توجہ کرو اور اسلام کی عزت بڑھانے کے لیے پوری سرگرمی سے کام لو۔"(۳۴)

تقریر کے بعد اقبال نے جلسے کے دونوں صدور کے نام فارسی زبان میں ایک قطعہ سنایا، اس کے بعد اقبال نے نظم ''شمع اور شاعر'' سنانی شروع کی۔ جب اقبال فارسی کے اس شعر پر پہنچے:

در غمِ دیگر بسوز و دیگراں را ہم بسوز
گُفتمت روشن حدیثے گر توانی دار گوش (۳۵)

تو جلسے میں موجود ایک مداح عبد الصمد ککڑو نے بے اختیار ہو کر کہا: ''اقبال بارِ دگر دبخواں''۔ اقبال نے بے ساختہ جواب دیا: ''تابِ دگر بار سوختن ندارد''۔ اس برجستہ جواب پر اقبال کو بے تحاشا داد ملی اور عبد الصمد ککڑو نے فرطِ جذبات میں آکر آپ کے ہاتھ چوم لیے اور انجمن کو ایک ہزار روپے بطور چندہ عطا کیا۔ (مطالب بانگِ درا، ص: ۲۳۶) نظم کی ابتدائی شکل میں کچھ اشعار کو ''بانگِ درا'' کی ترتیب کے موقع پر حزف کر دیا گیا۔

''شمع اور شاعر'' ایک تمثیلی اور مکالماتی نظم ہے جو شمع اور شاعر کے مابین ہے۔ مذکورہ نظم میں شاعر، شمع سے یہ دریافت کرتا ہے کہ تو ساری رات جلتی ہے اور اپنے ارد گرد طواف کرنے والے پروانوں کو جلد کر راکھ کر دیتی ہے لیکن پھر بھی تیرے گرد پروانوں کا ہجوم کم نہیں ہوتا۔ پروانوں کے اندر یہ سوزِ کلیم کہاں سے آیا ہے؟ اس سوال کا طویل جواب شمع شاعر کو دیتی ہے، جس میں امتِ مسلمہ کے عالمی تنزلی کی وجوہات کا مفصل بیان ہے۔ اقبال اس نظم میں اپنا فلسفہ خُودی اور فلسفہ عشق پیش کرنے کے لیے ''شمع'' کو بطور علامت استعمال کرتے ہیں۔ اس نظم کے ذریعے اقبال مسلمانوں میں احساسِ خودداری وپاسداری پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ اقبال مسلمانوں کے اندر وہ ''سوزِ کلیم'' پیدا کرنا چاہتے ہیں جو پروانوں کے اندر موجود ہے۔ حسن رضا اقبالی اپنے مقالے میں لکھتے ہیں:

''شاعر کا شمع کے سوز سے متاثر ہونا در حقیقت اس آتشِ عشق کی طلب ہے
کہ جو اسے سوختہ کر کے کیمیا میں بدل دے۔'' (۳۶)

اقبال شمع کے سوز کو ایسے وسیع پس منظر میں دیکھتے ہیں جہاں خود سوختگی راحت کا باعث بن جاتی ہے اور دوسروں کے لیے مشعلِ راہ کی علامت کا روپ ڈھال لیتی ہے۔ اقبال مسلمانوں کے اندر ایسی ہی آگ پیدا کرنا چاہتے ہیں جو انہیں جلا کر خاکستر نہیں بلکہ راحت نصیب کرے تا کہ وہ ہر طرح کے تعصب، تضاد، ریاکاری، منافقت اور جھوٹ سے آزاد ہو سکیں۔ اس حوالے سے محمد انور صادق لکھتے ہیں:

''شمع کا یہ نیا کردار ایک بالغ نظر نقاد، مخلص رہنما اور گہری سماجی اور تاریخی بصیرت رکھنے والے
دانشور کا کردار ہے جسے شعور خویشتن کے ساتھ ساتھ شعورِ دیگراں بھی حاصل ہے۔'' (۳۷)

یہاں شمع دراصل پوری امتِ مسلمہ کی نمائندگی کر رہی ہے جبکہ شمع کے ساتھ شاعر کا مکالمہ اس بات کا اظہار ہے کہ امتِ مسلمہ ان فرائض کو فراموش کر چکی ہے جو ربِ کائنات نے ان پر عائد کیے تھے۔ ان فرائض کی بجا آوری کے لیے جو سوزِ کلیم ضروری تھا وہ آج مسلمانوں کے اندر موجود نہیں ہے۔ اس کے بعد اقبال امتِ مسلمہ کے زوال کے اسباب عالمی تناظر میں

پیش کرتے ہیں۔ ایران اور ترکی کی تباہی، مسلم ممالک پر استعماری طاقتوں کا قبضہ کرنا اور ہندوستان میں ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی ناکامی، مسلمانوں میں اجتماعی قوت اور انفرادی کردار کا فقدان، بے عملی اور تن آسانی کا شکار ہونا، اس دورِ انحطاط میں باعمل اور بصیرت افروز قیادت کا نہ ہونا، ملتِ اسلامیہ کا تفرقے میں بٹنا، دینی جذبے سے محروم ہونا اور مغرب کی اندھی تقلید، یہ وہ اسباب ہیں جو امتِ مسلمہ کے زوال کی بنیاد ہیں۔ ان حالات و واقعات نے اقبال کے دل کو کرب اور ذہنی خلفشار سے دوچار کر دیا تھا۔ اس ہزیمت نے اقبال کے اندر احساس تنہائی کو دوچند کر دیا تھا اسی لیے اقبال نے اپنے لیے "لالہ صحرا" اور "نے نصیبِ محفلے" جیسی تراکیب کا استعمال کیا ہے۔ اسی احساسِ ہزیمت کے باعث اقبال شمع کی زبان سے "وہ جگر سوزی نہیں وہ شعلہ آشامی نہیں" کی بات کرتے ہیں تو کبھی "تیری محفل میں نہ دیوانے نہ فرزانے رہے"۔ اقبال امتِ مسلمہ میں یہی احساس ہزیمت پیدا کرنا چاہتے ہیں جس کا انہیں شعور تک نہیں۔

وائے ناکامی! متاعِ کارواں جاتا رہا

کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا (۳۸)

مسلمانوں کی اجتماعی بے حسی، بے عملی اور جمود کے باعث یہاں اقبال کے لہجے میں دکھ اور مایوسی جھلکنے لگتی ہے اور وہ اپنی شاعری کو بے محل تیرا ترنم اور نغمہ بے موسم تیرا کہنے لگتے ہیں۔ خطوط بنام اکبر الہ آبادی میں اقبال لکھتے ہیں:

"لاہور ایک بڑا شہر ہے لیکن میں اس ہجوم میں تنہا ہوں۔ ایک فردِ واحد بھی ایسا نہیں جس سے دل کھول کر اپنے جذبات کا اظہار کیا جا سکے۔" (۳۹)

مسلم انحطاط کے اسباب بیان کرنے کے بعد اقبال عہدِ نو کے مسلمانوں کا ان کے اسلاف سے موازنہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ وہ جو لوگ جو اپنے سینوں میں خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عشق کی چنگاری بھڑکائے رکھتے تھے، وہ شعلہ آشام اب اس دنیا سے چلے گئے ہیں، جنہیں ذوقِ تماشا تھا وہ اب نہیں رہے بلکہ دورِ حاضر کے مسلمان تو سودائی بت خانہ ہیں۔ ان کے دل لذتِ طوفاں سے نا آشنا ہیں۔ قومی انحطاط پر طنز کرنے کے بعد اقبال مسلمانوں کو ان کے مقام و مرتبہ سے آگاہ کرتے ہوئے ان کے لیے راہِ عمل متعین کرتے ہیں جو ان کے لیے راہِ نجات بھی ثابت ہو گا یہ راہِ عمل دو بنیادی امور پر مشتمل ہے۔

(i) اپنے اندر احساس خودی پیدا کرنا۔

(ii) مغربی تہذیب کی اندھی تقلید سے کنارہ کش ہونا۔

مسلمانوں کے اندر احساس خودی پیدا کرنے کے لیے اقبال مختلف علامتوں کا استعمال کرتے ہیں۔ کبھی مسلمانوں کو "دہقاں" کہہ کر اپنی حقیقت سے واقف ہونے کا کہتے ہیں تو کبھی "جوہر آئینہ ایام" اور "خدا کا آخری پیغام" کہہ کر یہ تلقین کرتے ہیں کہ مسلمان اپنی پوشیدہ قوتوں سے کام لیں اور دوسروں کے نقشِ قدم پر نہ چلیں۔ اقبال کے فلسفہ خودی کے بارے میں ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی لکھتے ہیں:

"اقبال سمجھتے ہیں کہ مسلم قوم کے خاکستر میں ایسی چنگاریاں موجود ہیں جو ان

کے سینوں میں نشاتِ ثانیہ کے لیے عزمِ نو کی آگ لگا سکتی ہیں۔(''۴۰)

کلامِ اقبال کا کمال یہ ہے کہ وہ مسلمانوں میں احساس زیاں تو پیدا کرتے ہیں لیکن انہیں مایوس اور ناامید نہیں کرتے۔ آخر میں اقبال مسلمانوں کو روشن مستقبل کی امید دکھاتے نظر آتے ہیں کیونکہ اقبال جانتے ہیں کہ اگر مسلمان قوم کو احساس دلا یا جائے اور با عمل، موثر قیادت مہیا کی جائے تو یہ اپنی عظمتِ رفتہ دوبارہ حاصل کر سکتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ ''شمع اور شاعر'' کا اختتام رجائیت سے بھرپور شعر پر کیا گیا ہے:

شب گریزاں ہو گی آخر جلوۂ خورشید سے

یہ چمن معمور ہو گا نغمۂ توحید سے (۴۱)

فنی لحاظ سے دیکھا جائے تو مذکورہ نظم گیارہ بندوں پر مشتمل ہے اور اس کی ہیئت ترکیب بند ہے۔ یہ نظم بحر رمل مثمن محذوف الآخر میں لکھی گئی ہے۔ بحر کا وزن اور ارکان یہ ہیں: فَاعِلاَ تُنُ ، فَعِلاَ تُنُ، فَعِلاَ تُنُ فِاعِلُنُ۔ اس نظم کا پہلا بند فارسی زبان میں ہے جبکہ باقی کے تمام بند اردو میں ہیں جبکہ ہر بند میں اشعار کی تعداد (پانچ سے لے کر نو تک) مختلف ہے۔ جب مذکورہ نظم منظرِ عام پر آئی تو بہت سے لوگوں نے سوال کیا کہ اس نظم کا پہلا بند فارسی زبان میں کیوں ہے؟ ناقدینِ اقبال کے مطابق علامہ نے جس دورِ انحطاط میں یہ نظم لکھی ان کا مطمح نظر صرف مسلمانانِ ہند نہیں بلکہ پوری ملتِ اسلامیہ تھی، جہاں اردو زبان سے زیادہ فارسی قابل فہم تھی۔ دراصل اقبال اپنی فکر، تخیل اور معنی کو جس شدت، جوش وولولے اور صداقت سے پیش کرنا چاہتے ہیں، اس کے شایانِ شان الفاظ انہوں نے فارسی زبان سے لیے ہیں تاکہ مطالب و مفاہیم کو اسی شدت سے بیان کیا جا سکے۔ اگر اپنی زبان میں بیان کرنے کی کوشش کی گئی تو اس کی اثر انگیزی میں کمی کا احتمال ہے یعنی زبان کی پابندی سے جذبات و خیالات کے اظہار میں رکاوٹ پیش آ سکتی ہے۔مذکورہ نظم علامتی اور رمزیہ انداز میں لکھی گئی ہے۔''شمع''، ''سوزِ دل'' کی علامت ہے جبکہ ''شاعر'' کا لفظ پوری نظم میں استعمال نہیں ہوا۔ نظم کا عنوان علامت ہے ''ملتِ اسلامیہ'' کی جبکہساقی، دہقان، پھول، موجسے مراد ''مسلمان'' ہیں۔''قیس'' علامت ہے ''مسلمان رہنماؤں'' کی جبکہ ''پیمانہ بردارؑ خمستان حجاز'' علامت ہے حضورِ اقدسؐ اور ان کی تعلیمات کی۔ اقبال نے مذکورہ نظم میں شعریت سے بھرپور علامتیں استعمال کی ہیں جو اردو شاعری کی روایت میں اپنی مثال آپ ہیں۔

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی اس حوالے سے لکھتے ہیں:

''شمع اور شاعر'' میں اقبال نے غزل کی پرانی علامتیں اور الفاظ: ساقی، مینا، شمع، پروانہ، تجلی، ایمن، اشک، گل، راہبر، منزل، بسمل، صحرا وغیرہ ہی استعمال کیے ہیں مگر ان کے معنی و مفاہیم کو وسعت بخشی اور نیا مفہوم عطا کیا ہے۔(''۴۲)

مذکورہ نظم کی ایک اور انفرادیت یہ ہے کہ یہ رنگِ تغزل سے بھرپور ہے۔ اردو نظم میں رنگِ تغزل کی موجودگی وہ انفرادیت ہے جو صرف اور صرف اقبال کے حصے میں آئی ہے۔ مثال کے طور پر:

تھا جنھیں ذوق تماشا وہ تو رخصت ہو گئے

لے کے اب تو وعدہ دیدارِ عام آیا تو کیا(۴۳)

یہ نظم شمع اور شاعر کے درمیان مکالمے کی صورت میں پیش کی گئی ہے، جس موضوع پر علامتوں اور تمثیلوں کے ذریعے اظہارِ خیال کیا جارہا ہے ویسا ہی لب ولہجہ اور اندازِ سخن اپنایا گیا ہے کہیں سوالیہ انداز ہے تو کہیں افسردگی اور تاسف کا رنگ پایا جاتا ہے، کہیں لہجہ راز دارانہ ہے تو کہیں مفکرانہ اور حکیمانہ، مسرت کی نوید سناتے ہوئے کہیں لہجہ پر جوش ہے تو کہیں دھیما اور شیریں۔اقبال نے لہجے کی مناسبت سے الفاظ کا چناؤ کیا ہے مثال کے طور پر جہاں جوش اور ترغیب دلانا مقصود تھا وہاں پر"سیماب پا"، "نالہ صیاد"، "آتش نوائی"، "جلوہ خورشید" جیسے الفاظ کا استعمال کیا گیا ہے جبکہ دل کی شکستگی اور رنج والم کے اظہار کے لیے "ٹوٹی ہوئی مینا"، "احساسِ زیاں"، "وائے ناکامی" اور "آسودہ دامانِ خرمن" جیسے الفاظ کا استعمال کیا ہے۔اقبال کی یہ نظم زبان وبیان کی خوبیاں سے مزین ہے۔اس نظم میں نادر تشبیہات و استعارات، تلمیحات، عربی وفارسی تراکیب، فصاحت وبلاغت اور منفرد ردیف و قوافی کا خوبصورت استعمال کیا گیا ہے جو اقبال کی قادر الکلامی اور زبان وبیان کی جملہ خوبیوں پر مکمل دسترس کا منہ بولتا ثبوت ہے۔اقبال اپنے فنِ شاعری کے متعلق سید سلیمان ندوی کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں:

"شاعری میں لٹریچر بحیثیت لٹریچر کے کبھی میرا مطمح نظر نہیں رہا کہ فن کی باریکیوں کی طرف توجہ کرنے کے لیے وقت نہیں۔مقصود صرف یہ ہے کہ خیالات میں انقلاب پیدا ہو اور بس۔"(۴۴)

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اقبال نے فنِ شاعری اور اس کے لوازمات کی طرف کبھی توجہ نہیں کی لیکن پھر بھی آپ کا کلام فنِ شاعری کی خوبیوں سے مالا مال ہے۔اس کے علاوہ محاکات نگاری اور صنعتوں (صنعت تلمیح، طباق ایجابی، مراعاۃ النظیر، صنعت لزوم مالا یلزم، تفریق اور صنعت اشتقاق وغیرہ) کا عمدہ استعمال کیا گیا ہے۔بحثیت مجموعی "شمع اور شاعر" اردو کی شعری روایات کے لحاظ سے نہایت فکر انگیز اور رجائیت سے بھرپور نظم ہے۔اس نظم کے ذریعے امتِ مسلمہ کو یہ باور کرایا گیا ہے کہ وہ اپنی زبوں حالی سے مایوس مت ہوں، وہ وقت قریب ہے جب نغمہ توحید سے یہ چمن معمور ہو جائے گا۔علامہ صاحب مذکورہ نظم کے حوالے سے کہتے ہیں کہ یہ ایسی جامع نظم ہے جس میں مشکلات کی تصویر اور اس کا حل موجود ہے۔

شب گریزاں ہو گی آخر جلوۂ خورشید سے

یہ چمن معمور ہو گا نغمۂ توحید سے(۴۵)

نظم "خضرِ راہ" اقبال نے ۱۴اپریل 1922ء کو انجمن حمایت اسلام کے سینتیسویں جلسے کے موقع پر ترنم سے پڑھی۔اسلامیہ ہائی سکول شیرانوالا گیٹ میں منعقد ہونے والے اس جلسے میں سامعین کا مجمع قریباً بیس ہزار تھا۔طبیعت کی ناسازی کے باوجود

اقبال نے مذکورہ نظم انتہائی پر سوز لہجے میں سنائی، بعض اشعار پر آپ کے ساتھ ساتھ مجمع بھی اشک بار ہو گیا۔ اقبال کی دردانگیز لے اور تاثیر کے متعلق غلام رسول مہر کا بیان ہے:

"اقبال پر جتنی رقت "خضرِ راہ" پڑھنے کے دوران میں طاری ہوئی،
اتنی کسی نظم کے دوران میں نہ ہوئی۔"(۴۶)

بانگِ درا کی ترتیب کے وقت اقبال نے مذکورہ نظم میں کئی مقامات پر تبدیلی کی گئی۔ چودھری محمد علی اقبال کے لب و لہجے کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"اگرچہ بوجہ نقاہت مسند پر بیٹھ کر نظم "خضرِ راہ" سنائی لیکن آواز میں وہی سوز
اور لہجے میں وہی تاثیر تھی۔" (۴۷)

"خضرِ راہ" کا مطلب ہے "رہنما"، "رہبر"۔ یہ نظم ملتِ اسلامیہ کے مسائل اور ان کا حل اپنے اندر سموئے ہوئے ہے، جس کو اقبال نے انتہائی ناصحانہ اور مدبرانہ انداز میں پیش کیا ہے۔ مذکورہ نظم اقبال کے ذہنی خلفشار اور ہیجان کی بھرپور عکاسی کرتی ہے کہ کسی طرح اقبال کا دل عالم اسلام کی دگر گوں حالت میں ماہی بے آب کی مانند تڑپ رہا تھا۔ سلطنت عثمانیہ کا بدترین زوال، جنگ طرابلس اور جنگ بلقان میں ترکوں کی شکست، گورنر مکہ شاہ حسین کا بغاوت کرنا اور عرب علاقوں کا ٹکڑوں میں بٹنا، مصطفیٰ کمال اور اس کے ساتھیوں کا جمہوریت کے نام پر خلافت کا قلع قمع کرنا اور اسلام کی جڑیں کھوکھلی کرنا، بیت المقدس پر یہودیوں کا قبضہ، ہندوستان میں تحریک خلافت، تحریک ہجرت اور ترک موالات کا ناکام ہونا وغیرہ یہ تمام وہ اسباب تھے جنہوں نے اقبال کے سینے میں اضطراب برپا کر دیا تھا۔ امتِ بیضا کی یہ حالت اقبال جیسے حساس دل شاعر کے لیے بہت دردناک تھی۔ اس صورتحال میں اقبال کے دل سے جو نالے بلند ہوئے وہ عالمِ اسلام کے لیے "خضرِ راہ" ثابت ہوئے جس نے امتِ مرحوم کو دوبارہ زندہ کر کے جہد و عمل کی راہ پر گامزن کیا۔ حالات کی سنگینی کے متعلق غلام رسول مہر لکھتے ہیں:

"عالم اسلام کے لیے وہ وقت نہایت نازک تھا۔ قسطنطنیہ پر اتحادی قبض تھے۔ سلطنت عثمانیہ کی اینٹ
سے اینٹ بج چکی تھی۔ اتحادیوں کے ایما پر یونانیوں نے اناطولیہ میں فوجیں اتار دی تھیں۔ شریف
حسین انگریزوں کے ساتھ مل کر سلطنت عثمانیہ سے بغاوت کر چکا تھا۔ اس وجہ سے انگریزوں اور
فلسطینیوں کو عرب کے مختلف حصوں میں براہِ راست مداخلت کا موقع مل گیا تھا۔ اس طرح مسلمانوں
پر رنج و قلق کی گھٹائیں چھا گئیں۔ ہمارے ملک میں ہجرت کی تحریک جاری ہوئی پھر خلافت اور ترک
موالات کا دور شروع ہوا۔ ہزاروں مسلمان قید ہو گئے، ادھر دنیائے اسلام کے روبرو نئے نئے مسائل
آ گئے۔ اقبال نے انہی میں سے بعض مسائل کے متعلق حضرت خضرؑ کی زبان سے مسلمانوں کے
سامنے صحیح روشنی پیش کی اور نظم کا نام "خضرِ راہ" اسی لیے رکھا کہ یہ مشکلات اور مصائب کے نہایت
نازک دور میں رہنمائی کا مینار تھی۔ (۷۰۹) "(۴۸)

مذکورہ نظم میں اقبال نے مختلف مسائل اور ان کا حل پیش کرنے کے لیے "خضر" کو بطور استعارہ استعمال کیا ہے۔ یہاں "خضر" سے مراد پیغمبرِ خدا حضرت "خضرؑ" ہیں، جن کے بارے میں مشہور ہے کہ انہوں نے آبِ حیات پیا ہے اور وہ ہمیشہ زندہ رہیں گے اور اللہ کے حکم سے بھولے بھٹکوں کو راستہ دکھاتے ہیں یعنی کہ آپ رہبر اور رہنما ہیں۔ دینی نقطہ نگاہ سے دیکھا جائے تو قرآن پاک کی سورۃ الکہف میں حضرت موسیٰؑ کا ایک واقعہ بیان ہوا ہے جس میں حضرت موسیٰؑ کے ساتھ محض ایک "بندے" کا ذکر ہے، جس کا نام نہیں بتایا گیا مگر ثقہ احادیث سے یہ ثابت ہے کہ وہ بندہ "حضرت خضرؑ" ہیں۔ جنہیں منجانب اللہ خاص علم ودیعت کہا گیا تھا، اسی لیے حضرت موسیٰؑ بھی علم و دانش کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے آپ کے پاس آئے تھے۔ چونکہ حضرت خضرؑ کا کام رہنمائی کرنا ہے اسی لیے اقبال مذکورہ نظم میں اپنے مسائل کے حل کے لیے حضرت خضرؑ سے مدد طلب کرتے ہیں۔ یہ نظم دو کرداروں کے گرد گھومتی ہے جس میں سے پہلا شاعر بذاتِ خود کا ہے اور دوسرا "خضرؑ" کا شاعر (اقبال) خضرؑ کے صاحبِ دانش اور صاحب اسرار ہونے کے باعث آپؑ کی عظمت کا اعتراف کرتا ہے اور موسیٰؑ پر آپؑ کو فوقیت دیتا ہے۔

اقبال لکھتے ہیں:

'کشتیمسکین' و 'جان پاک' و 'دیوارِ یتیم'
علم موسیٰؑ بھی ہے تیرے سامنے حیرت فروش (۴۹)

نظم کے اس حصے میں شاعر، خضرؑ سے یہ استفسار کرتا ہے کہ اسے صحرا نوردی اتنی عزیز کیوں ہے؟ یہ زندگی کیا ہے؟ سرمایہ اور محنت کیا ہیں؟ اس کے بعد ایک ہیجان کی کیفیت میں شاعر عالمِ اسلام کے انحطاط کی وجہ دریافت کرتا ہے اور سوالات کی بوچھاڑ کر دیتا ہے جو شاعر کے کرب کو ظاہر کرتی ہے، جس کا اندازہ اس شعر سے بخوبی ہوتا ہے:

آگ ہے، اولادِ ابراہیم ہے، نمرود ہے
کیا کسی کو پھر کسی کا امتحاں مقصود ہے (۵۰)

شاعر کے اسی کرب کے بارے میں اسلوب احمد انصاری اظہارِ خیال کرتے ہیں:

> "شاعر خضر پر سوالات کی بوچھاڑ کر دیتا ہے؛ زندگی کا راز، سلطنت کی ماہیت، سرمایہ و محنت کے مابین کشمکش کے وجوہ، ایشیا کے وجودِ قومی کے شیرازے کا انتشار، مسلمانوں کی خواری اور ذلت کے اسباب، یہی سب اس کے ذہن کو پراگندہ کر رہے ہیں، ایسا لگتا ہے کہ آزمائش اور ابتلا کے تمام ظاہری اور بیرونی مقتضیات پوری طرح موجود ہیں۔" (۵۱)

مذکورہ نظم کا دوسرا حصہ خضر کے طویل جواب پر مشتمل ہے، جہاں خضر، شاعر کو یہ کہتا ہے کہ تجھے میری صحرا نوردی پر حیرت و استعجاب کیوں ہے؟ تُو تو قید میں رہنے والا ایک بے عمل انسان ہے تجھے زندگی کی "تگا پوئے دمادم" سے کیا غرض! زندگی ہر لحظہ حرکت و عمل اور تغیر و تبدل سے عبارت ہے۔ اے جمود کا شکار بے عمل انسان! تُو تو کھیتی باڑی میں لگا ہوا ہے تجھے محبت کی جنوں خیزی کا کیا ادراک! "اے رہینِ خانہ" تجھے دشت میں گونجنے والی "بانگِ رحیل" کا کیا پتا جو نت نئی منزل کی طرف

گامزن ہونے کا جوش وجذبہ پیدا کرتی ہے۔اے بے خبر انسان! زندگی کی حقیقت مسلسل گردش میں ہی پنہاں ہے۔زندگی پیہم جہد و عمل سے عبارت ہے لیکن انسان دوامِ زندگی کے اس راز سے ناواقف ہے۔اقبال دراصل "صحرانوردی" کی آڑ میں اپنا فلسفہ "حرکت و عمل" پیش کر رہے ہیں۔اقبال فطرتاً صحرائیت اور بدوئیت پسند ہیں۔ڈاکٹر عبدالرحمٰن بجنوری کے نزدیک "اقبال دشتِ حجاز پر مٹا ہوا ہے۔" اقبال کے فلسفہ حرکت و عمل کا صحرانوردی سے گہرا تعلق ہے۔صحرانشین انسان میں بلا کی قوت برداشت ہوتی ہے۔وہ سخت جان و سخت کوش، قناعت پسند، تکلف و تصنع سے آزاد، باہمت، پُرعزم اور خوددارانہ صفات کا حامل ہوتا ہے۔وہ زندگی کی دوڑ دھوپ میں جمود کا شکار نہیں ہوتا بلکہ اس کا جنوں، اسے نت نئی منزلوں کی طرف گامزن رکھتا ہے۔اقبال کے نزدیک عملِ پیہم، جہدِ مسلسل اور معرکہ آرائی جیسے عناصر سے مل کر ایک صحرانشین بنتا ہے۔اقبال اسی صحرائیت اور بدوئیت کو رازِ درونِ حیات کا نام دیتے ہیں اور یہی صحرانوردی مسلمانوں کے اندر دیکھنا چاہتے ہیں، جس طرح ٹھہرے ہوئے پانی میں بدبو پیدا ہو جاتی ہے اسی طرح بے عمل اور جمود کا شکار انسان بھی بدبو دار ہو جاتا ہے۔پروفیسر ندیم اختر کے نزدیک اقبال کے ہاں تو جہنم بھی کمانی پڑتی ہے۔اقبال کہتے ہیں:

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری (۵۲)

اقبال انقلابی شاعر ہونے کی حیثیت سے اقبال کے نزدیک فرد کی بقا قوموں کی ترقی اور تسخیر کائنات اسی تگاپوئے دمادم میں پنہاں ہے۔یہی صحرانوردی انسانی زندگی کی بقا اور ترقی کی ضامن ہے۔اقبال لکھتے ہیں:

پختہ تر ہے گردش پیہم سے جامِ زندگی
ہے یہی اے بے خبر راز دوام زندگی (۵۳)

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی اس حوالے سے لکھتے ہیں:

"اقبال خود کو "لالہ صحرایم" کہتے ہیں۔انہیں لالہ صحرا سے خاص اُنس ہے۔وہ بار بار اس کی خوبیوں کا ذکر کرتے ہیں۔یہ بھی ان کی بدویت پسندی کی دلیل ہے۔"(۵۴)

نظم "خضرِ راہ" میں اقبال کا فلسفہ حیات و ممات بھی پایا جاتا ہے۔یہاں اقبال زندگی کی حقیقت و ماہیت کے بارے میں سابقہ تمام نظریات کی نفی کرتے ہیں۔ایک نظریے کے مطابق یہ کائنات اور اس کے مکین ایک بڑے دھماکے کے نتیجے میں معرض وجود میں آئے، دوسرے نظریے نے انسان کی بے بسی و لاچاری کو دیکھتے ہوئے زندگی کو وبالِ جان قرار دیا۔ارسطو کا قول ہے: "پیدا ہونا سب سے اچھا ہے اور موت زندگی سے بہتر ہے"، جبکہ شوپن ہار نے اس دنیا کو "زندوں کی دوزخ" قرار دیا۔ان تمام نظریات نے خودکشی، تیاگ، رہبانیت، ترکِ دنیا جیسے عوامل کو جنم دیا۔حیات و کائنات کے متعلق ایک نظریہ اسلام کا بھی ہے، جس کے مطابق اس کائنات کا خالق و مالک ایک ہے۔اُس نے یہ کائنات بے مصرف پیدا نہیں کی۔کائنات کا نظام اس کے مقرر کردہ اصولوں پر چل رہا ہے۔اس نظام میں انسان بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔وہ خلیفۃ الارض ہے اور اسی

حیثیت سے اس پر یہ ذمہ داری عائد ہے کہ وہ انسانی زندگی کو خوشحال اور بہتر بنائے۔اس ذمہ داری کو خوش اسلوبی سے نبھانے کے لیے ربِ کائنات نے کچھ اصول وضوابط مقرر کیے ہیں، جن پر نہ صرف عمل درآمد ضروری ہے بلکہ آخرت میں وہ ان کے لیے جواب دہ بھی ہے۔یہی جواب طلبی اور تصورِ آخرت انسانی زندگی میں توازن اور کامیابی کو برقرار رکھتی ہے۔اقبال کی فکر اسی نظریے کا پرچار کرتی نظر آتی ہے۔اقبال کے نزدیک اشرف المخلوقات اور خلیفۃ الارض ہونے کی حیثیت سے انسان میں جرأت وبے باکی، ہمت واستقلال اور یقین کامل جیسی صفات کا موجود ہونا بہت ضروری ہے، اور یہی اقبال کا فلسفہ مردِ مومن ہے۔اقبال کے نزدیک تخلیق کائنات اور تخلیق آدم کا راز بھی یہی ہے کہ اپنی خودی کو بیدار کرے اور اپنی دنیا آپ پیدا کرے۔اقبال کہتے ہیں:

اپنی دنیا آپ پیدا کر اگر زندوں میں ہے
سرِّ آدم ہے، ضمیرِ کن فکاں ہے زندگی(۵۵)

اقبال نے اپنی شاعری اور فلسفے کو بے لگام نہیں چھوڑا بلکہ اسے قرآن اور اس کی تعلیمات کے تابع کیا ہے۔مذکورہ نظم میں شاعر کے استفسار پر کہ "جمہوریت" اور "سلطنت" کیا ہیں؟ خضرؑ کی زبان سے جواب دیا گیا ہے کہ جمہوریت اور سلطنت ایک ہی سکے کے دو رخ ہیں۔ جمہوریت دراصل قدیم شہنشاہیت کی ایک شکل ہے جو عوام کو خوشنما خواب دکھا کر دھوکے میں رکھتی ہے۔جاگیروں، اشرفیوں اور خلعتوں جیسے نذرانے عطا کر کے انہیں ذہنی طور پر مفلوج کیا جاتا ہے۔اگر کوئی خوابِ غفلت سے بیدار ہو بھی جائے تو اسے دوبارہ سُلا دیا جاتا ہے اس طرح یہ اشرفیاں اور جاگیریں ان کے گلے کا طوق بن جاتی ہیں۔کچھ ایسی ہی ساحری یورپ کا نظام جمہوریت دکھاتا ہے، جن میں عوام کو جکڑ لیا جاتا ہے۔جمہوری نظام کے وضع کردہ آئین، اصطلاحات، رعایا کے حقوق پر لہو کو گرما دینے والی تقاریر، یہ سب غلامی کے ہتھکنڈے ہیں۔اقبال ان ہتھکنڈوں کو "سازِ دلبری" کہتے ہیں جو میٹھے نغمے سنا کر قوموں کو غلامی کی نیند سلا دیتی ہیں۔

اس سرابِ رنگ و بُو کو گلستاں سمجھا ہے تُو
آہ اے ناداں! قفس کو آشیاں سمجھا ہے تُو (۵۶)

اقبال کے تصورِ حیات میں عملِ پیہم، زندگی کی بہتر سے بہتر تشکیلِ نو اور خود آگاہی کو خاص اہمیت حاصل ہے لیکن اپنی خودی اور اس کی تکمیل کے لیے دوسروں سے فیضان کی بھیک طلب کرنا اقبال کے تصورِ حیات کے منافی ہے۔دریوزہ گری انسان کی شخصی آزادی اور قوتِ ارادی کو نگل کر اس کو غلام بنا دیتی ہے اور یہی یورپی جمہوری نظام کا اصل منشا ہے۔اقبال کے خیالات کی تائید کرتے ہوئے اسلوب احمد انصاری لکھتے ہیں:

"اقبال کے دور میں سب سے زیادہ نمایاں سیاسی نظام جمہوریت کا تھا۔ لیکن ان کے نزدیک وہ بھی صرف ایک حجاب ہے قیصریت کی پردہ پوشی کا یہاں بھی استحصال کی ایک نئی شکل ابھر کر سامنے آتی ہے، کیونکہ جمہوریت صحیح معنوں میں فرد کی آزادی کی امین نہیں ہے۔"(۵۷)

اسی لیے اقبال نے کہا کہ بادشاہی اور حکمرانی صرف اور صرف اسی وحدہٗ لاشریک ذات کی ہے باقی سب دنیاوی حکمران بتانِ آذری ہیں۔ مذکورہ نظم میں اقبال سرمایہ دارانہ نظام کی بھی شدید مخالفت کرتے ہیں۔ اقبال کہتے ہیں کہ صدیوں سے سرمایہ دار محنت کش طبقے کا استحصال کر رہا ہے۔ صنعتی اور مشینی انقلاب نے جہاں بے روزگاری کو جنم دیا وہیں سرمایہ دار نے مزدور کو اس کی محنت بہت کم دینا شروع کی، جس نے معاشی طور پر نسل، قومیت، مذہب، امیر، غریب، حاکم، غلام جیسی تفریقات کو جنم دیا۔ یہی وجہ ہے کہ اقبال نے خضرؑ کی زبان سے سرمایہ دارانہ نظام کی شدید مخالفت کی ہے۔ اسلوب احمد انصاری اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ”مزدور چونکہ سادہ لوح ہے اور سرمایہ دار کے ہتھکنڈوں سے ناواقف اور اس کی حکمتِ عملی (Strategy) کی لطافتوں اور نزاکتوں سے ناآشنا، اسی لیے اول الذکر کی موخر الذکر کے ہاتھوں پسپائی اور ہزیمت لازمی ہے، اور وہ اسے اپنے لیے نوشتہء تقدیر سمجھتا ہے۔“(۵۸)

جمہوری نظام کے تمام حقائق سے پردہ اٹھانے کے بعد اقبال انقلاب روس ۱۹۱۷ء کی طرف اشارہ کرتے ہوئے محنت کش طبقے کو درخشاں مستقبل کی نوید سناتے ہیں۔ اقبال کہتے ہیں وہ وقت دور نہیں جب مشرق و مغرب میں تیرے دور کا آغاز ہوگا اور ”آفتابِ تازہ“ اس دنیا پر طلوع ہوں گے۔ مذکورہ نظم کے آخر میں اقبال عالمِ اسلام کو سارے امتیازات بھلا کر متحد ہونے کی تلقین کرتے ہیں تاکہ وہ دوبارہ اسلام کا پرچم بلند کر سکیں اور جہانِ نو کی تخلیق کر سکیں۔ آل احمد سرور اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ”اس نظم میں نئے موضوعات فنکارانہ چابکدستی سے پیش کیے گئے ہیں۔ اس میں اس دور کے مسائل، روح اثر کی ترجمانی کرتے ہیں۔ ادب ماضی کا امین، حال کا آئینہ اور مستقبل کا آئینہ ہوتا ہے۔ ”خضرِ راہ“ ہمیں ماضی کی صالح قدروں کا احساس، آیات و تلمیحات کے ذریعے سے قوم کے حافظے کو تازہ رکھنے کا سلیقہ اور شاعر کے آئینہ گفتار میں آنے والے دور کی دھندلی سی تصویر، یہ تینوں پہلو ملتے ہیں۔(۱۷۱)“(۵۹)

فنی طور پر ”خضرِ راہ“ ایک طویل مکالماتی نظم ہے۔ نظم کا پہلا حصہ ”شاعر“ کے عنوان سے ہے جس میں شاعر کا خضرؑ سے ملاقات اور پوچھے گئے سوالات کا بیان ہے۔ نظم کا دوسرا حصہ ”جوابِ خضر“ کے نام سے ہے جس میں تمام سوالات کے مفصل جوابات دیے گئے ہیں۔ گیارہ بندوں پر مشتمل مذکورہ نظم کی ہیئت ترکیب ہے۔ یہ نظم بحر رمل مثمن محذوف الآخر میں لکھی گئی ہے۔ بحر کا وزن اور ارکان یہ ہیں:

فَاعِلاَ تُنْ فَاعِلاَتُنْ فَاعِلاَ تُنْ فَاعِلنَ

مذکورہ نظم ۱۹۲۲ء کو ”صوفی“ میں نامکمل حالت میں شائع کی گئی۔ ”خضرِ راہ“ ایک کرداری نظم ہے جو ”شاعر“ اور ”خضر“ کے کردار کے گرد گھومتی ہے۔ اس نظم میں خضر کا کردار قرآن مجید کی صورت ”آل عمران“ سے لیا گیا ہے، اسی لیے خضر کے کردار اور افکار و خیالات میں ایک پیغمبرانہ شان اور استادی نمایاں ہے۔ خضرؑ نے شاعر کے ہر سوال کا جواب ترتیب دار اور

"چشمِ جہاں بیں" کے طور پر دیا ہے، جس نے نظم میں "ڈرامائی کیفیت" پیدا کر دی اور مذکورہ نظم کی اثر انگیزی میں اضافہ کر دیا۔ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی لکھتے ہیں:

"نظم میں اقبال نے اپنے افکار و خیالات کو جس تیقن، اعتماد اور زوردار طریقے سے پیش یا ہے،
اس کا سبب خضر کا کردار ہے اور نظم میں خضر کے کردار کی یہی اہمیت ہے۔"(۶۰)

"خضرِ راہ" محاکات نگاری کا عمدہ نمونہ ہے۔ نظم کا پہلا بند ہی دریا کنارے رات کا سکوت افزا اور پر فسوں منظر پیش کرتا ہے۔ اقبال نے اس منظر کو اتنی مہارت اور پختگی سے پیش کیا ہے کہ قاری اس منظر کی سحر انگیزی میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ مذکورہ نظم میں اقبال نے کمال کی منظر کشی کی جیسے "فضائے دشت میں بانگِ رحیل"، "آہو کا بے پرواخرام"، "نمودِ اختر"، "سیماب پا"، "جبینِ جبریل"، "گردِ سلسبیل" وغیرہ۔ غلام رسول مہر اقبال کی محاکات نگاری کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"خضرِ راہ کا موضوع منظر کشی نہ تھا، تاہم جہاں کہیں اتفاقیہ موقع آ گیا ہے، وہاں
اس کمال کی کرشمہ فرمائیاں بھی دیدنی ہیں۔"(۶۱)

بظاہر نظر آنے والا پر سکون منظر اپنے اندر ایک ایسا اضطراب اور کرب رکھتا ہے جو شاعر کی دلی کیفیات کی عکاسی کرتا ہے۔ یہیں شاعر کی ملاقات خضر سے ہوتی ہے اور مکالمہ شروع ہو جاتا ہے۔ شاعر کا کردار حیاتِ انسانی، بین الاقوامی سیاست اور عالمِ اسلام کے انحطاط کے اسباب کے متعلق سوالات کر کے خاموش ہو جاتا ہے، اور خضر کا کردار ان سوالات کے ترتیب وار مدلل اور جامع جوابات دیتا ہے جس سے نظم میں ڈرامائی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ مجموعی طور پر مذکورہ نظم کا "لب ولہجہ" دھیما اور نرم ہے کیونکہ نظم کا انداز صحانہ ہے اس لیے دھیما پن اور نرماہٹ واضح محسوس کی جا سکتی ہے۔ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کے مطابق نظم پر دھیما پن غالب ہے اور بیان کی سنجیدگی اور متانت بدرجہ اتم موجود ہے۔ خط بنام سید سلیمان ندوی میں اقبال لکھتے ہیں:

"لہجے کا دھیما پن اور بیان میں متانت کا سبب خضر کا وہ کردار ہے جس کا تصور ہم
سورۃ الکہف کے مطالعے سے حاصل کرتے ہیں۔" (۶۲)

اقبال اگرچہ نظم کے شاعر ہیں لیکن ان کی بیشتر نظمیں رنگِ تغزل سے بھرپور ہیں۔ اقبال کے مزاج میں رچا بسا شاعرانہ تغزل اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ "خضرِ راہ" میں موجود ہے۔ مذکورہ نظم اپنے اندر غزل جیسی چاشنی اور دلربائی رکھتی ہے۔ مثال کے طور پر:

برتر از اندیشۂ سُود و زیاں ہے زندگی
ہے کبھی جاں اور کبھی تسلیمِ جاں ہے زندگی(۶۳)

اقبال نے اپنی فکر اور حیات وکائنات کے حقائق وپیش کرنے کے لیے مذکورہ نظم میں قرآنی تلمیحات، خوبصورت تشبیہات، برجستہ استعارات اور صنائع بدائع کا عمدہ استعمال کیا ہے، جس کی بدولت نہ صرف "خضرِ راہ" کی دلکشی اور رعنائی میں اضافہ ہوا بلکہ اس کی اثر انگیزی بھی بڑھ گئی ہے۔ اقبال کے اسلوب پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے آل احمد سرور کہتے ہیں:

"اسلوب موضوع کے مطابق ہے، لہجہ کرداروں کی شخصیت سے ہم آہنگ ہے۔ جابجا تشبیہات، استعارات، تلمیحات کے ذریعے سے تہہ دار اور پہلو دار بنایا گیا ہے اور ذہن میں اجالے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے۔"(۶۴)

بحیثیت مجموعی "خضرِ راہ" ایک شاہکار نظم ہے، جس میں اقبال کی فکری بصیرت اور فن شعریت کی ایسی آویزش ہے جو اپنے پڑھنے والے پر وجد طاری کر دیتی ہے۔ اقبال کے فن کے متعلق آل احمد سرور لکھتے ہیں:

""خضرِ راہ" میں اقبال کا فن پہلی دفعہ اپنی بلندی پر نظر آتا ہے۔ یہ وہ بلندی ہے جس میں مستی اندیشہ ہائے افلاکی کے ساتھ زمین کے ہنگاموں کو سہل کرنے کا حیرت انگیز عزم موجود ہے۔"(۶۵)

"طلوعِ اسلام"، "بانگِ درا" کی آخری طویل نظم ہے جو اقبال نے مارچ ۱۹۲۳ء میں انجمن حمایت اسلام کے اڑتیسویں سالانہ اجلاس کے موقع پر، اسی ترنم اور پرسوز لے میں سنائی جو اقبال کی آواز کا خاصہ تھی۔ اس کے بعد اقبال نے کوئی نظم کسی اور جلسے میں نہیں سنائی۔ "بانگِ درا" کی اشاعت کے وقت مذکورہ نظم میں کوئی ردوبدل نہیں کیا گیا۔ یہ نظم "خضرِ راہ" کے فوراً بعد منظرِ عام پر آئی۔ "خضرِ راہ" کا پس منظر امتِ مسلمہ کا انحطاط تھا جبکہ "طلوعِ اسلام" کا پسِ منظر قدرے مختلف ہے۔ یہ نظم اپنے پسِ منظر میں ستمبر ۱۹۲۲ء کو واقعہ رکھتی ہے، جب عصمت پاشا نے ستاریہ کی جنگ میں یونانیوں کو شکست دیتے ہوئے سمرنا فتح کر لیا۔ ترکیوں نے پوری دنیا کو یہ باور کرا دیا کہ وہ اب بھی وہی عزم وارادہ رکھتے ہیں جو ان کی پہچان تھا۔ ترکی کی اس کامیابی سے عالمِ اسلام کے دلوں پر جو قنوطیت اور مایوسی کے بادل چھائے ہوئے تھے، وہ چھٹ گئے۔ اس فتح پر مسلمانانِ ہند نے بہت خوشیاں منائیں۔ اقبال کی یہ نظم رجائیت سے بھرپور ہے اور عالمِ اسلام کو خودی، ہمت، حوصلہ اور بھائی چارے کا درس دیتے ہوئے روشن مستقبل کی نوید سناتی ہے۔ اسلوب احمد انصاری "طلوعِ اسلام" کا تعارف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"نظم "طلوعِ اسلام" ایک ترانہ سرمدی، ایک نغمہ اہتزاز اور ایک پیغمبرانہ بشارت کی حیثیت رکھتی ہے۔ پہلے بند کا آغاز کائناتِ فطرت کے مشاہدے پر مبنی ایک اشارے سے ہوتا ہے جو بدلے ہوئے حالات سے پورے طور پر ہم آہنگ ہے: "دلیل صبح روشن ہے ستاروں کی تنک تابی افق سے آفتاب ابھرا، گیا دورِ گراں خوابی"(۶۶)

جبکہ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی نظم "طلوعِ اسلام" کو "خضرِ راہ" کا نتیجہ قرار دیتے ہیں۔ غلام رسول مہر کے نزدیک یہ نظم:

"سراسر احیائے اسلامیت کے پرمسرت جذبات سے لبریز ہے۔("۶۷)

جب اقبال نے یہ نظم کہی اس وقت عالمی طور پر مسلمانوں کی حالتِ زار سنبھلنے لگی تھی، انہیں مختلف علاقوں میں فتوحات حاصل ہونے لگی تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ امتِ مسلمہ عالمی استعماری طاقتوں سے نجات حاصل کرنے کے لیے بیدار ہو رہی ہے۔ فکری لحاظ سے مذکورہ نظم، اقبال کا فلسفہ خودی، سرمایہ دارنہ نظام کی مخالفت اور مزدور کی حمایت، اسلام کے امید افزاحالات وواقعات کا بیان اس نظم کے بنیادی موضوعات ہیں۔ نظم کا عنوان "طلوعِ اسلام" ہی رجائیت سے بھرپور ہے۔ مذکورہ نظم میں مسلمانوں کو اُس جہانِ نو کی امید دلائی گئی ہے جس میں اسلام کا پرچم از سرِ نو بلند ہو گا۔ مسلمان تمام امتیازات اور تفرقوں کو بھلا کر متحد ہو جائیں گے۔ "دلیل صبح روشن ہے" اور "افق سے آفتاب ابھرا" کہہ کر اقبال مسلمانوں کے قلوب کو امید آفرینی سے روشن کر دیتے ہیں۔ مذکورہ نظم ملتِ اسلامیہ کے لیے ایک پر مسرت ترانہ ہے جس کی لے انہیں طلوعِ اسلام کی نوید سناتی ہے۔ نیساں کے اثر سے گوہر کا پیدا ہونا، شاخِ ہاشمی کا ملتِ بیضا کی شیرازہ بندی کرنا، بوئے گل کا اپنا ہم سفر پیدا کرنا، خونِ صد ہزار انجم سے سحر کا پیدا ہونا، جگر خوں ہونے کے باعث چشمِ دل میں نظر کا پیدا ہونا، نرگس کا اپنی بے نوری پہ رونا اور چمن میں دیدہ ور کا پیدا ہونا اور بلبل کے ترنم سے کبوتر کے دل میں شاہین کا جگر پیدا ہونا، یہ وہ پُر مسرت اور امید سے لبالب بھرے جملے ہیں جو مسلمانانِ ہند کو جہانِ نو کی نوید سناتے ہیں۔ "خدائے لم یزل کا دستِ قدرت تُو" کہہ اقبال نے مسلمانوں کے قلوب کو حرارت بخشی اور مسلمانوں کو یہ احساس دلایا کہ وہ خلیفۃ الارض ہیں۔ رنگ و نسل اور ذات پات کے سارے فرق کو مٹا کر، مسلمان اخوت و محبت کی بنیاد پر متحد ہو جائیں۔ اقبال یہاں مسلمانوں کو تلقین کرتے ہیں کہ وہ اپنے اندر حضرت علیؓ جیسی دلبری اور بے باکی، حضرت سلمان فارسیؓ جیسی صداقت اور حضرت ابو ذر غفاریؓ جیسی درویشی پیدا کر لیں، کیونکہ ان کی فلاح و بہبود اور کامیابی کا راز انہی صلاحیتوں میں مخفی ہے۔ ایمان اور یقین کی طاقت ہی خاک کو انگارہ بنا دیتی ہے اور یہی اقبال کا "فلسفہ مردِ مومن" ہے۔ اقبال نے مذکورہ نظم میں "ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے" کہہ کر امتِ مسلمہ کی شیرازہ بندی کر دی ہے۔ اقبال کے نزدیک اگر مسلمان متحد ہو کر انہی صلاحیتوں کو اپنی تلوار بنالیں تو وہ دنیا فتح کر سکتے ہیں۔ اقبال کہتے ہیں:

یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم
جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں(۶۸)

اقبال طبیعتاً مظہرِ قوت کے پرستار تھے، لیکن وہ اس قوت کے آزادانہ استعمال کی بجائے، اسے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکامات کا پابند کرتے ہیں۔ اقبال جانتے تھے کہ اگر یہ قوت جس کو وہ "خودی" کا نام دیتے ہیں، بے لگام ہو جائے تو سفاکیت اور بربریت کی حدوں کو چھونے لگتی ہے۔ اسلوب احمد انصاری اقبال کے فلسفیانہ لیکچروں کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

Vision without power does bring moral elevation but can not give a lasting culture.

Power without vision tends to become destructive and inhuman (۶۹)

اقبال نے اپنی شاعری اور خطبات میں جابجا یورپی تہذیب، یورپی جمہوری اور سرمایہ دارانہ نظام اور قومیت کے تصور پر کڑی تنقید کی ہے۔ اقبال اسلام کے معاشرتی قانون عدل و انصاف پر پورا یقین رکھتے ہیں اور مسلمانوں کو نظم "طلوعِ اسلام" میں ان تلخ حقائق سے روشناس کرایا گیا ہے جو جمہوری نظام کی آڑ میں غریبوں اور محنت کشوں کی حق تلفی اور چیرہ دستی کر کے روا رکھا گیا ہے۔ اقبال کی مغرب سے مایوسی کا اظہار، یکم جنوری ۱۹۳۸ء کے ریڈیائی پیغام سے بخوبی ہوتا ہے:

"ملوکیت کے جبر واستبداد نے جمہوریت، قومیت، اشتراکیت، فسطائیت اور نہ جانے کیا کیا نقاب اوڑھ رکھے ہیں۔ ان نقابوں کی آڑ میں دنیا بھر میں قدرِ حریت اور شرفِ انسانیت کی ایسی مٹی پلید ہو رہی ہے کہ تاریخِ عالم کا کوئی تاریک سے تاریک صفحہ بھی اس کی مثال پیش نہیں کر سکتا۔ جن نام نہاد مدبروں کو انسانوں کی قیادت اور حکومت سپرد کی گئی ہے، وہ خون ریزی، سفاکی اور [استبداد] کے عفریت ثابت ہوئے۔ انہوں نے ملوکیت اور استعمار کے جوش میں لاکھوں کروڑوں مظلوم بندگانِ خدا کو ہلاک و پامال کر ڈالا۔" (۷۰)

تمام تر حقائق کی نقاب کشائی کے بعد اقبال مذکورہ نظم کے آخر میں لطیف اور خوش گوار جذبات کا اظہار کرتے ہیں جو پر مسرت اور درخشاں مستقبل کی نوید سناتے ہیں۔ نظم کا آخری بند مکمل فارسی زبان میں ہے۔ ایک ترنم، کھنک اور خوش گواری کی کیفیت ہے جو پورے بند پو حاوی ہے۔ یہاں اقبال حافظ شیرازی کا ایک شعر نقل کرتے ہیں:

بیا ساقی نوائے مرغ زار از شاخسار آمد
بہار آمد، نگار آمد، نگار آمد قرار آمد (۷۱)

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی اقبال کی اس کیفیت کے بارے میں لکھتے ہیں:

"یہ شعر ایک ایسی کیفیت کی ترجمانی کرتا ہے، جب کوئی شخص، مسرت کے انتہائی جذبات سے لبریز دل کے ساتھ، دوستوں کا ہاتھ پکڑ کر خوشی کے عالم میں رقص کرنے لگتا ہے۔" (۷۲)

نظم "طلوعِ اسلام" کُل نو بندوں پر مشتمل ہے، جس کے بند نمبر پانچ اور آٹھ کا آخری شعر جبکہ بند نمبر نو مکمل طور پر فارسی زبان میں ہے۔ مذکورہ نظم کی ہیئت ترکیب بند ہے اور یہ بحر ہزج مثمن میں لکھی گئی ہے۔ بحر کا وزن اور ارکان یہ ہیں: مَفَاعِیلُن ، مَفَاعِیلُن ، مَفَاعِیلُن ، مَفَاعیلُن۔ لب و لہجے کے حوالے سے دیکھا جائے تو مذکورہ نظم میں اقبال کا لب و لہجہ اگرچہ متنوع ہے لیکن خطیبانہ انداز نمایاں ہے۔ وہ رمز وایمائیت جو اقبال کی شاعری کا خاصہ ہے اس نظم میں نظر نہیں آتا۔ اقبال اپنے خیالات کا کھلم کھلا اظہار کرتے ہیں جن کے لیے وہ براہ راست خطیبانہ انداز اختیار کرتے ہیں جو ولولہ اور جوش وخروش سے بھرپور ہوتا ہے۔ اس نظم کے متنوع لب و لہجے کے حوالے سے ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی لکھتے ہیں:

"۔۔۔۔۔لب و لہجے کے تنوع کے باوجود، بیان میں جوش و خروش اور مسرت و سرمستی
کی کیفیت زیادہ نمایاں نظر آتی ہے۔ اقبال کے سامنے وہ "عالمِ نو" طلوع ہو رہا تھا کہ
صدیوں سے "زندانی" "مسلمان" "شگافِ در" سے اس کے منتظر تھے۔" (۷۳)

اقبال نے مذکورہ نظم میں اپنا مافی الضمیر بیان کرنے کے لیے جن الفاظ و تراکیب کا سہارا لیا ہے، وہ تمام کے تمام مظاہر فطرت سے لیے گئے ہیں۔ نظم کا آغاز ہی "فطرت نگاری" سے ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر: "دلیل صبح روشن ہے ستاروں کی تنک تابی"، "تلاطم ہائے دریا"، "خورشید"، "گہرہ"، "لالہ"، "انجم"، "صدائے آبشاراں"، "فرازِ کوہ" وغیرہ۔ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی لکھتے ہیں:

"طلوع اسلام" کا یہ پہلو کہ وہ فکر کے ساتھ ساتھ تحسین فطرت کے ذوق کی آبیاری بھی
کرتے جاتے ہیں، اقبال کی رومانوی طبع پر بھی دلالت کرتا ہے۔" (۷۴)

اقبال نے اپنی فکر اور حسنِ فطرت کو جس بلاغت سے پیش کیا ہے، اس کے متعلق ڈاکٹر یوسف حسین خان لکھتے ہیں:

"وہ لفظوں کے طلسم سے ایسی تصویر کھینچتا ہے اور تخیل کے موقلم سے اس میں ایسی
رنگ آمیزی کرتا ہے کہ حقیقت جیتی جاگتی شکل میں سامنے آجاتی ہے۔" (۷۵)

صوتی رنگ و آہنگ کے اعتبار سے "طلوعِ اسلام" موسیقیت اور غنائیت سے لبریز نظم ہے، جس میں خوش گواری اور سرمستی کی کیفیت شامل ہے۔ تکرارِ لفظی اور ردیف و قافیہ کی موزونیت اس غنائیت کو بڑھادیتی ہیں۔ مثال کے طور پر:

بہار آمد، نگار آمد، نگار آمد، قرار آمد (۷۶)

اِدھر ڈوبے اُدھر نکلے، اُدھر ڈوبے، اِدھر نکلے (۷۷)

مذکورہ نظم ایسے عمدہ اشعار پر مشتمل ہے جو وضاحت و بلاغت اور ایجازواختصار کا شاہکار ہیں۔ خوبصورت تشبیہات و استعارات کے استعمال نے نظم کے حسن کو دوآتشہ کر دیا ہے۔ ڈاکٹر یوسف حسین خان لکھتے ہیں:

"اقبال تشبیہوں کا بادشاہ ہے اور تشبیہ حسنِ کلام کا زیور ہے۔ اقبال مضمون کی طرفگی اور
حسن کو اپنی تشبیہوں سے دوبالا کر دیتا ہے۔" (۷۸)

اس کے علاوہ عربی فارسی تراکیب اور صنائع بدائع کا خوبصورت استعمال کیا گیا ہے جن میں صنعت ترافق، صنعتِ تضمین، تلمیح، مراعاۃ النظیر اور صنعتِ اشتقاق قابلِ ذکر ہیں۔ معروف نقاد کلیم الدین احمد، اقبال کے فن کے متعلق لکھتے ہیں:

"ان شعروں میں اقبال کا مخصوص رنگ موجود ہے۔ خیالات میں گہرائی ہے، صداقت ہے، بے
پناہ زور ہے، بیان میں شان و شوکت بھی ہے۔ غزل کی طرح یہاں بھی ہر شعر میں ایک مکمل
خیال ہے اور پھر ہر شعر میں اثر بھی ہے۔ ہر شعر جوش آور ہے۔ مردہ دِل میں زندگی کی روح دوڑ
جاتی ہے اور ترقی کا جذبہ ابھرنے لگتا ہے۔ پڑھنے والے بے چین ہو جاتے ہیں۔" (۷۹)

الغرض ''طلوعِ اسلام'' پر جوش آہنگ میں لکھی گئی ہے اقبال مسلمانوں کو اتنے دبنگ لہجے میں مخاطب کرتے ہیں، جس نے انہیں جگا کر ہوش و حواس کی دنیا میں لا کھڑا کیا۔ کبھی اقبال نے ''یہ خاکی زندہ تر، پائندہ تر، تابندہ تر'' کا نعرہ لگایا تو کبھی ''اہلِ ایمان صورتِ خورشید جیتے ہیں'' کا اور کبھی مسلماں کو ''اخوت کا بیاں، محبت کی زباں'' کہا۔ ان محبت اور حرارت سے لبریز جملوں نے مسلمانوں کی ایمانی طاقت بیدار کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ اقبال نے مذکورہ نظم میں جوش و جذبے اور سرمستی کی کیفیت میں عالمِ اسلام کو مستقبل نو کی نوید سنائی ہے۔

حوالہ جات

1. محمد اقبال: "بانگِ درا" فضلی سنز (پرائیوٹ) لمیٹڈ کراچی، ۲۰۰۵ء ص ۲۸۴
2. محمد اقبال: "رموزِ بیخودی" یونین سٹیم پریس، لاہور، ۱۹۱۴ء، ص ۱۷
3. محمد اقبال: "بالِ جبریل" فضلی سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ کراچی، ۲۰۰۵ء، ص ۴۴۳
4. القرآن الحکیم: الزمر: آیت ۵۳
5. علی جواد زیدی: "ہماری قومی شاعری" اترپردیش اردو اکیڈمی، لکھنو، ۱۹۹۸ء، ص ۵۹۳
6. غلام رسول مہر و صادق علی دلاوری (مرتبین): "سرود رفتہ" کتب منزل، لاہور، ۱۹۵۹ء، ص ۶
7. ایضاً، ص ۶
8. محمد حنیف شاہد: "اقبال اور انجمن حمایتِ اسلام" انجمن حمایتِ اسلام، لاہور، ۱۹۷۶ء، ص ۸۳
9. محمد اقبال: "بانگِ درا" فضلی سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ کراچی، ۲۰۰۵، ص ۲۵۲
10. محمد حنیف شاہد: " اقبال اور انجمن حمایتِ اسلام" انجمن حمایتِ اسلام، لاہور، ۱۹۷۶ء، ص ۸۳
11. محمد اقبال: " بانگِ درا" فضلی سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ کراچی، ۲۰۰۵ء، ص ۲۵۴
12. محمد حنیف شاہد: "اقبال اور انجمن حمایتِ اسلام" انجمن حمایتِ اسلام، لاہور، ۱۹۷۶ء، ص ۸۳
13. محمد اقبال: "بانگِ درا" فضلی سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ، کراچی، ۲۰۰۵ء، ص ۲۵۷
14. سید عابد علی عابد: " شکوہ، جوابِ شکوہ" آئینہ ادب، لاہور، ۱۹۷۰ء، ص ۱۱
15. ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی: "اقبال کی طویل نظمیں" سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۸۵ء، ص ۴۲
16. ایضاً، ص ۴۴
17. محمد اقبال: "بانگِ درا"، ص ۲۵۶
18. ایضاً، ص ۲۵۶
19. ایضاً، ص ۲۵۶
20. سید عابد علی عابد: "شکوہ، جوابِ شکوہ" آئینہ ادب، لاہور، ۱۹۷۰ء، ص ۲۳۔۲۴
21. ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی: "اقبال کی طویل نظمیں" سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۸۵ء، ص ۵۰
22. مولانا غلام رسول مہر: "مطالبِ بانگِ درا" کتاب منزل، لاہور، ۱۹۶۶ء، ص ۲۵۰
23. www.rekhta.com.dated:2June,2020,Time:11:55PM
24. محمد اقبال: "بانگِ درا" فضلی سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ کراچی، ۲۰۰۵ء، ص ۲۹۷
25. ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی: "اقبال کی طویل نظمیں" سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۸۵ء، ص ۵۶

26. محمد اقبال: "بانگِ درا" فضلی سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ کراچی، ۲۰۰۵ء، ص ۲۹۸

27. ایضاً، ص ۳۰۲

28. القرآن الحکیم: الشرح: آیت ۴

29. محمد اقبال: "بانگِ درا" فضلی سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ کراچی، ۲۰۰۵ء، ص ۳۰۸

30. حسن رضا: "منظومات اقبال (اردو) کا پس منظری مطالعہ" (ایم ۔فل اردو) شعبہ اردو، ایجوکیشن یونیورسٹی ،لاہور، ۲۰۱۶ء، ص ۳۰۰

31. ڈاکٹر عبد المغنی: "اقبال کا نظام فن" دی آرٹ پریس سلطان گنج، پٹنہ ۶، ۱۹۸۴ء، ص ۲۷۷

32. ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی: "اقبال کی طویل نظمیں" سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۸۵ء، ص ۶۴

33. محمد اقبال: "بانگِ درا" فضلی سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ کراچی، ۲۰۰۵ء، ص ۳۰۸

34. محمد حنیف شاہد: "اقبال اور انجمن حمایتِ اسلام" کتب خانہ انجمن حمایتِ اسلام، لاہور، ۱۹۷۶ء، ص ۸۳۔ ۸۴

35. محمد اقبال: "بانگِ درا" فضلی سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ کراچی، ۲۰۰۵ء، ص ۲۸۳

36. حسن رضا: "منظومات اقبال (اردو) کا پس منظری مطالعہ" (ایم۔فل اردو) شعبہ اردو، ایجوکیشن یونیورسٹی، لاہور ،۲۰۱۶ء، ص ۲۸۴

37. ایضاً، ص ۲۸۵

38. محمد اقبال": بانگِ درا" فضلی سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ کراچی، ۲۰۰۵ء، ص ۲۸۲

39. محمد اقبال: (خط) "بنام اکبر الہ آبادی" مشمولہ" اقبال نامہ، اول" (مرتبین) شیخ عطاالله و شیخ محمد اشرف، اقبال اکادمی، لاہور، ۱۹۴۴ء، ص ۳۵

40. ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی: "اقبال کی طویل نظمیں" سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۸۵ء، ص ۹۲

41. محمد اقبال: "بانگِ درا" فضلی سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ کراچی، ۲۰۰۵ء، ص ۲۸۹

42. ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی: "اقبال کی طویل نظمیں" سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۸۵ء، ص ۹۷

43. محمد اقبال: "بانگِ درا" فضلی سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ، کراچی، ۲۰۰۵ء، ص ۲۸۰

44. محمد اقبال: (خط) "بنام سید سلیمان ندوی" مشمولہ، "اقبال نامہ، اول" (مرتبہ) شیخ عطاء الله و شیخ محمد اشرف، اقبال اکادمی، لاہور، ۱۹۴۴ء، ص ۱۰۸

45. محمد اقبال: "بانگِ درا" فضلی سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ، کراچی، ۲۰۰۵ء، ص ۲۸۹

46. غلام رسول مہر: "مطالب بانگِ درا" (چمن بکڈپو دہلی) س ن، ص ۳۰۶

47. محمد علیجو دھری: (مضمون) "میں اور اقبال" مشمولہ "سیارہ" (ماہنامہ) لاہور، اقبال نمبر مئی ۱۹۶۳ء، ص ۳۰

48. عبد الواحد معینی: " مقالاتِ اقبال" بزم اقبال لاہور، ۱۹۷۴ء، ص ۶۲۲

49. محمد اقبال: "بانگِ درا" فضلی سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ، کراچی، ۲۰۰۵ء، ص ۳۴۹
50. ایضاً، ص ۳۷۰
51. اسلوب احمد انصاری: "اقبال کی تیرہ نظمیں" مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۷۷ء، ص ۷۱-۷۲
52. محمد اقبال: "بانگِ درا" فضلی سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ، کراچی، ۲۰۰۵ء، ص ۳۸۷
53. ایضاً، ص ۳۷۱
54. ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی: "اقبال کی طویل نظمیں" سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۸۵ء، ص ۲۶
55. محمد اقبال: "بانگِ درا" فضلی سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ، کراچی، ۲۰۰۵ء، ص ۳۷۲
56. ایضاً، ص ۳۷۵
57. اسلوب احمد انصاری: "اقبال کی تیرہ نظمیں" مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۷۷ء ص ۸۰
58. ایضاً، ص ۸۲
59. آل احمد سرور: (اقتباس)" اردو کا اپنا عروض "از گیان چند جین: انجمن ترقی اردو ہند، نئی دہلی، ۱۹۹۰ء، ص ۷۴-۷۷
60. ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی: "اقبال کی طویل نظمیں" سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۸۵ء، ص ۴۳
61. غلام رسول مہر و صادق علی دلاوری (مرتبین)" سرودِ رفتہ "کتب منزل، لاہور، ۱۹۵۹، ص ۹۷
62. محمد اقبال: (خط)" بنام سید سلیمان ندوی "مشمولہ " اقبال نامہ، اول "(مرتبین) شیخ عطاء اللہ و شیخ محمد اشرف، اقبال اکادمی، لاہور، ۱۹۴۴ء، ص ۱۱۹
63. ڈاکٹر محمد اقبال: "بانگِ درا" فضلی سنز (پرائیوٹ) لمیٹڈ، کراچی، ۲۰۰۵، ص ۳۷۱
64. آل احمد سرور: (اقتباس)" اردو کا اپنا عروض "از گیان چند جین: انجمن ترقی اردو ہند، نئی دہلی، ۱۹۹۰ء، ص ۷۴-۷۷
65. "خضرِ راہ"، آزاد دائرۃ المعارف، ویکیپیڈیا
66. اسلوب احمد انصاری: "اقبال کی تیرہ نظمیں" مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۷۷ء، ص ۹۱
67. غلام رسول مہر و صادق علی دلاوری (مرتبین)": سرودِ رفتہ "کتب منزل، لاہور، ۱۹۵۹ء، ص ۱۱۳
68. محمد اقبال: "بانگِ درا" فضلی سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ، کراچی، ۲۰۰۵ء، ص ۳۸۵
69. اسلوب احمد انصاری: "اقبال کی تیرہ نظمیں" مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۷۷ء، ص ۱۰۸
70. لطیف احمد شیروانی (مترجم): "حرفِ اقبال" از علامہ محمد اقبال، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد، ۱۹۴۸ء، ص ۲۱۷-۲۱۸
71. محمد اقبال: "بانگِ درا" فضلی سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ، کراچی، ۲۰۰۵ء، ص ۳۸۸

72. ڈاکٹر فیع الدین ہاشمی: "اقبال کی طویل نظمیں" سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۸۵ء، ص ۶۱

73. ایضاً، ص ۶۳

74. ایضاً، ص ۶۴

75. ڈاکٹر یوسف حسین خاں": روح اقبال" آئینۂ ادب، لاہور، ۱۹۶۳ء، ص ۱۱۹

76. محمد اقبال: "بانگِ درا" فضلی سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ، کراچی، ۲۰۰۵ء، ص ۳۸۸

77. ایضاً، ص ۳۸۶

78. ڈاکٹر یوسف حسین خاں: "روح اقبال" آئینہ ادب، لاہور، ۱۹۶۳ء، ص ۱۱۷

79. کلیم الدین احمد: "اقبال ایک مطالعہ" جمال پرنٹنگ پریس، دہلی، ۱۹۷۹ء، ص ۱۶۳

باب دوم

نحویات اور نحویاتی مباحث

کائنات کی ہر شے اپنے اندر ایک ترتیب، تناسب اور نظم و نسق رکھتی ہے۔ اسی ترتیب اور تناسب میں کائنات کا حُسن پنہاں ہے جو قدرت کی صناعی کا منہ بولتا ثبوت بھی ہے۔ اگر کائنات سے یہ ترتیب اور تناسب ختم ہو جائے تو کائنات کا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ انسان چونکہ قانون فطرت پر پیدا کیا گیا ہے اسی لیے زندگی کے ہر شعبے میں حسن و دلکشی پیدا کرنے کے لیے نظم و نسق کا، کسی قاعدے قانون کا خواہاں ہے۔ انسان اور انسانی حیات کا سارا دارومدار اس زبان پر ہے جو وہ بولتا ہے۔ انسان اپنے خیالات، احساسات، جذبات اور معاملات دوسروں تک پہنچانے کے لیے زبان کا استعمال کرتا ہے۔ زبان دراصل بولیوں کے مجموعے کا نام ہے جو ابلاغ و ترسیل کا پورا حق ادا کرتی ہے۔ اگر بے ترتیبی ہو تو جہاں زبان کا حسن ماند پڑ جاتا ہے وہیں مطالب و معانی کی ترسیل میں رکاوٹ پیش آئی ہے۔ ماہرین زبان وادب نے کچھ ایسے اصول وضوابط اور قوانین مرتب کیے ہیں جو کسی بھی زبان کے بولنے، پڑھنے، لکھنے اور نمو پانے میں معاون و مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ ماہرین زبان وادب کی شبانہ روز کوششوں سے یہ قوانین تغیر و تبدل کے مراحل سے گزرتے ہوئے اپنی ارتقائی منازل طے کرتے رہے ہیں۔ ادب کی وہ شاخ جس کے تحت اردو زبان کا علم اور اس کے مسائل پر بحث کی جاتی ہے، "لسانیات" کہلاتا ہے۔ لسانیات میں انسانی زبانوں، ان کی موجودہ صورتحال اور زبانوں کے ارتقا کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور لکھتے ہیں:

> "لسانیات اس علم کو کہتے ہیں جس کے ذریعے سے زبان کی ماہیت، تشکیل، ارتقا، زندگی اور موت کے متعلق آگاہی حاصل ہوتی ہے۔"(۱)

اسی حوالے سے ڈاکٹر اشرف کمال لکھتے ہیں:

> "اردو میں زبان کے علم کو لسانیات کا نام دیا گیا ہے۔ زبان سے متعلق کسی مسئلہ کو مدنظر رکھتے ہوئے احتیاط کے ساتھ ایک منظم و مربوط انداز میں زبان کے سائنسی مطالعہ کو لسانیات کہا جاتا ہے۔"(۲)

گویا لسانیات میں زبان کی تاریخ، تشکیل اور زبان کے مختلف پہلوؤں کا فنی اور منظم مطالعہ کیا جاتا ہے۔ لسانیات کا دائرہ کار گزرتے وقت کے ساتھ وسیع تر ہوتا چلا گیا ہے۔ لسانیات کے مختلف شعبوں میں سے ایک شعبہ "قواعد" کا ہے۔ قواعد عربی زبان کے لفظ "قاعدہ" سے مشتق ہے، جس کے معنی "ترتیب و نظام دینا" ہے۔ زبان کی ادائیگی اور گفتگو کا طریقہ جن قوانین اور نظام کے تحت تشکیل پاتا ہے، قوانین جو الفاظ، فقرے اور جملے کی تشکیل کرتے ہیں، قواعد کے زمرے میں آتے ہیں۔ ڈاکٹر الٰہی بخش اختر اعوان کے نزدیک:

> "قواعد میں زبان کی ساخت اور اس کے عمومی قواعد اور اصول کی حکمت سے بحث کی جاتی ہے۔"(۳)

جب کوئی زبان نشو و نما پاتی ہے تو اسے برتنے کے اصول و قواعد بھی آہستہ آہستہ متعین ہوتے چلے جاتے ہیں جنہیں معیار وسند کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے اور جن میں تصرف و تبدیلی کا حق صرف اہل زبان کو حاصل ہے۔ڈاکٹر شوکت سبز واری اس حوالے سے لکھتے ہیں:

> ”گرامر کا زبان سے وہی تعلق ہے جو لفظ کا معنی سے ہے۔لفظ معنی کے ساتھ وجود میں آیا ہے۔
> گرامر بھی زبان کے ساتھ ساتھ وجود میں آتی ہے۔لفظ کی زندگی معنی سے ہے۔زبان بھی صرفی
> ونحوی قاعدوں سے زندہ رہتی ہے۔اس لیے گرامر کو زبان کے پیکر لفظی اور ہیئت ترکیبی سے ہم
> الگ نہیں کرسکتے۔زبان کا نمو اور ارتقا گرامر کے اصول و قواعد کے ماتحت ہوتا ہے۔“(۴)

لسانیات کی چار سطحیں ہیں۔پہلی سطح ”صوتیات“ ہے جس میں اصوات کی تخلیق، ترسیل، تجزیہ اور زمرہ بندی کو زیر بحث لایا جاتا ہے۔دوسری سطح ”تشکیلیات“ ہے جس میں تشکیل لفظ سے بحث کی جاتی ہے۔تیسری سطح ”نحویات“ ہے جس میں ترتیب الفاظ اور جملوں کی ساخت پر غور کیا جاتا ہے۔زبان کے مطالعہ کی چوتھی اور آخری سطح ”معنیات“ کہلاتی ہے جس میں معنی ومفہوم کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔

تحقیقی مقالے کا تعلق چونکہ زبان کی تیسری سطح ”نحویات“ سے ہے، اسی لیے مذکورہ باب میں نحو اور نحویاتی مباحث کو زیرِ قلم لایا جائے گا۔”نحویات“ لسانیات کی وہ شاخ ہے جس میں لسانیات کے نقطہ نظر سے الفاظ کا جملے اور فقروں میں استعمال، الفاظ کی جملے میں مخصوص اور بامعنی ترتیب اور جملے کی تعمیری اور ترکیبی ساخت کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔”نحویات“ میں جملوں اور فقروں میں الفاظ کی ترتیب کا قاعدوں کے مطابق مطالعہ کیا جاتا ہے۔بالفاظ دیگر نحو جملوں کا علم ہے۔”نحو“ جو عربی لفظ ہے اس کے لفظی معنیطریق، راہ، قصد اور اسلوب کے ہیں جبکہ اصطلاح میں ”نحو“ کا تعلق جملے اور فقروں کے مطالب ومفاہیم کی ترسیل سے ہے۔اگر بولتے وقت جملوں میں الفاظ کی ترتیب کا خیال نہیں رکھا جائے گا تو ادائے مطالب میں رکاوٹ پیش آئے گی۔گویا نحو کا اصلی مقصد ادائے معانی سے تعلق رکھتا ہے۔اردو کے قواعد نویسوں نے ”نحو“ کی درج ذیل تعریفیں کی ہیں۔ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان نے نحو کی تعریف یوں کی ہے:

> ”نحو کا اصلی تعلق الفاظ کی ترتیب اور تقدیم و تاخیر سے ہے۔“(۵)

ڈاکٹر محمد اشرف کمال کے مطابق:

> ”اس میں کلام یعنی جملوں اور فقروں، ان کی ترتیب اور قاعدوں کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔
> زبان کی قواعد کو صرف و نحو کہا جاتا ہے۔“(۶)

یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ ”صرف“ الفاظ کا علم ہے جس میں لفظوں کی ساخت، ہیئت اور تغیر و تبدل سے بحث کی جاتی ہے جبکہ ”نحو“ جملوں کا علم ہے۔ڈاکٹر مولوی عبد الحق نحو کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"جس طرح ہر شے کا ظاہر اور باطن ہوتا ہے، اسی طرح الفاظ کا بھی ظاہر باطن ہوتا ہے ظاہر وہ ہے جس کا تعلق صرف سے ہے۔۔۔۔۔۔اور لفظ کا باطن اس کا مفہوم اور معنے ہیں۔ اس کی بحث نحو میں ہوتی ہے اس زیادہ تر بحثلفظ کے باطن یعنی اس کے معنی کے لحاظ سے کی جاتی ہے۔"(۷)

شفیع احمد صدیقی نحو کی تعریف کچھ اس انداز میں کرتے ہیں:

"علم نحو وہ ہے جس کے ذریعے جملوں کی ساخت یا ان کی بناوٹ کا علم ہوتا ہے اسی کے ذریعہ جملوں کی باہمی ترتیب و تعلق کا بھی پتہ چلتا ہے۔ جملوں میں فاعل، فعل، مفعول یا مبتدا اور فعل ناقص وغیرہ ہوتے ہیں انھیں کی ترتیب اور جملے کی مجموعی حیثیت کے جاننے کا نام "علم نحو" ہے۔(۹)

گویا علم نحو میں الفاظ اور جملوں کے آپسی تعلق سے بحث کی جاتی ہے۔ چونکہ لفظ کا باطن اس میں چھپے معنی و مفہوم ہیں، اسی لیے اس موضوع پر بحث "علم نحو" میں کی جاتی ہے۔

کوئی بھی کام اگر ترتیب اور کسی قاعدے کے تحت کیا جائے تو اس میں باقاعدگی اور خوبصورتی پیدا ہو جاتی ہے۔ یہی بات زبان کے سیکھنے پر بھی لاگو ہوتی ہے۔ ماہرین لسانیات نے اردو زبان کو ڈھنگ سے بولنے اور لکھنے کے کچھ اصول وضوابط اور قوانین مرتب کیے ہیں، جو "اُردو و قواعد" کہلاتے ہیں۔ اردو زبان کی قواعد میں پانچ قسم کے موضوعات زیر بحث آتے ہیں، جن میں "علم ہجا"، "علم صرف"، "علم نحو"، "علم بیان" اور "علم عروض" ہیں۔ ڈاکٹر گیان چند جین نحو کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"نحو: ان اصولوں اور لائحہ عمل کا نام ہے جن سے کسی زبان میں جملے بنائے جاتے ہیں۔"(۱۰)

جبکہ علی رفاد فتیحی اس ضمن میں لکھتے ہیں:

"نحو لفظ سے بڑی ترکیبوں میں لفظوں کی ترتیب کا مطالعہ کرتی ہے۔۔۔۔۔۔۔نحوی مطالعہ میں چوں کہ لفظوں کی ترتیب کو خاص اہمیت حاصل ہوتی ہے لہذا نحو میں مشمول یا جملوں کو خاص اہمیت دی جاتی ہے۔"(۱۱)

مختلف ماہرین لسانیات "نحو" کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"نحو شی ترکیبیں(constracton)وہ ہیں جن کا کوئی قریبی مشمول(Immediate coustituent)پابند روپ نہیں۔"(۱۲)

پروفیسر گلین کے نزدیک نحو:

"جو ترکیبیں تصریف اور اشتقاق کے عمل سے بنتی ہیں انہیں اور بڑی بندشوں میں ترتیب دینے کے اصولوں کو نحو کہتے ہیں۔"(۱۳)

امریکی ماہر لسانیات پروفیسر ہال کے نزدیک:

"نحو ان طریقوں کا مطالعہ ہے جن میں الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔"(۱۴)

مختلف لغات میں "نحو" کی مختلف تعریفیں کی گئی ہے۔ فرہنگ آصفیہ میں "نحو" کی تعریف اس انداز میں کی گئی ہے:

"طرح، طور، طریق، ڈھنگ، راہ، رستہ، نوع۔ وہ علم جس سے کلموں کی ترکیب آئے۔ وہ علم جس سے اجزائے کلام کو صحیح صحیح جوڑنا کھولنا اُن کا باہمی تعلق واسطہ یعنی لگاؤ معلوم ہو۔" (۱۵)

دراصل "نحو" زبان کی اساس یا بنیادی خاکہ ہے جس پر انحصار کرتے ہوئے ایک جملہ تشکیل پاتا ہے۔ کوئی بھی زبان اپنے مقرر کردہ اصول وضوابط سے روگردانی نہیں کر سکتی یہاں تک کہ زبان کی بے ربطیاں، بے قاعدگیاں اور بے ضابطگیاں بھی۔ یہی وجہ ہے کہ کسی بھی زبان کے مزاج کو مکمل طور پر سمجھنے کے لیے اس زبان کے قواعد زبان کے بارے میں جاننا ضروری ہے۔ قواعد زبان کے ساتھ وجود میں آتی ہے اور زبان اپنے صرفی اور نحوی قاعدوں پر ہی زندہ رہتی ہے۔ ہر زبان کا نحو اور ارتقا گرامر کے اصول و قواعد کے تحت ہوتا ہے۔ اردو زبان کے جملوں اور فقروں کے ترکیبی عناصر جن اصولوں اور قواعد کے تحت میل ملاپ اختیار کرتے ہیں، وہ "نحو" مرتب کرتے ہیں۔ منیر اقبال اس حوالے سے لکھتے ہیں:

"زبان کی عمارت سہ منزلہ ہوتی ہے۔ پہلی سطح صوتی ہے۔۔۔۔۔۔ دوسری منزل زبان کیمرضی سطح ہے۔۔۔۔۔۔ تیسری منزل نحوی ہوتی ہے۔ یہ جملوں کی ساخت سے تعلق رکھتی ہے۔ اس کی پہلی اکائی تشکیلیہ کہلاتی ہے۔ انہیں تشکیلیوں سے جملوں کی ترتیب ظہور میں آتی ہے۔"(۱۶)

اسی ضمن میں اینٹ رسل کہتا ہے:

"ہم ایک نتیجے تک دو مخالف راستوں سے پہنچ سکتے ہیں اور دونوں راستے فطری معلومہوتے ہیں، مثلاً ایک ہی زبان کے اندر مفہوم کو ادا کرنے کے دو طریقے استعمال کر سکتے ہیں۔ مثلاً ایماندارانہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ ایمان دارانداز میں زندگی بسر کرتے ہیں۔ پہلے میں شکلتمیزی ہے اور دوسرے میں اسمی۔ لیکن دونوں کا عمل تمیزی ہے۔"(۱۷)

اُردو زبان میں الفاظ کی مخصوص اور بامعنی ترتیب سے ہی زبان کی نحوی ساخت کے اصول مرتب ہوتے ہیں۔ زبان کے علم میں منہ سے نکلی ہوئی آواز سے لے کر جملہ بننے تک ایک خاص ترتیب کارفرما ہوتی ہے۔ جملے میں لفظوں کی ترتیب کی باہمی مطابقت اور جملے کی تعمیری یا ترکیبی ساخت نحویات کے موضوعات ہیں۔ مذکورہ موضوعات کا مطالعہ "علم نحو" کے زمرے میں آتا ہے۔ ہر زبان کی اپنی نحوی ترکیب ہوتی ہے۔ اردو زبان میں جملہ کی ترکیب یہ ہے: "اسم، فاعل، مفعول، فعل" اور اس کے ساتھ اس کے متعلقات بھی آئیں گے جیسے امدادی حروف وغیرہ۔ مثال کے طور پر اختر نے پڑھائی شروع کر دی۔ "اختر" فاعل "پڑھائی" مفعول اور "شروع کرنا" فعل ہے۔ اگر جملے میں ارکان کی ترتیب بدل دیں گے تو بات کو سمجھنا

دشوار ہو جائے گا۔ مثال کے طور پر "اختر شروع کر پڑھائی دے نے"۔ جملے کا مطلب سمجھ میں نہیں آرہا اسی لیے یہ جملہ ناقص ہو جائے گا۔ بعض اوقات جملے میں ارکان کی ترتیب بدلنے سے مفہوم میں تھوڑا سا فرق پیدا ہو جاتا ہے۔

مثال کے طور پر:

(۱)	علی	کار	میں	بیٹھ گیا
	فاعل	مفعول	امدادی فعل	فعل
(۲)	کار	میں	بیٹھ گیا	علی
	مفعول	امدادی فعل	فعل	فاعل
(۳)	بیٹھ گیا	علی	کار	میں
	فعل	فاعل	مفعول	امدادی فعل

درج ذیل بالا تینوں جملوں میں معنی تو تقریباً ایک ہی ادا ہو رہے ہیں۔ تاہم الفاظ کی ترتیب پہلے جملے میں بول چال یا نحو کے اصولوں کے مطابق ہے جبکہ دوسرے جملوں میں نہیں۔ اُردو زبان میں ترتیب نحوی اگرچہ اختیاری ہے لیکن اس کے باوجود گرامر میں اصولوں کی پابندی لازمی ہے۔

فاعل کو "مبتدا" اور مفعول کو "متعلقات" بھی کہا جاتا ہے۔ مبتدا / فاعل، مفعول / متعلقات اور فعل گرامر کی رو سے وہ بنیادی ارکان ہیں۔ جن پر ایک جملے کی عمارت تشکیل پاتی ہے۔ گرامر کی رو سے فاعل کام کرنے والے کو کہا جاتا ہے، جو عام طور پر اسم یا ضمائر ہوتے ہیں۔ **"فعل"** کسی جملے کا وہ حصہ ہے جس میں کسی کام کا کرنا، ہونا یا سہنا پایا جائے اور اس میں تینوں زمانوں میں سے کوئی زمانہ بھی پایا جائے جیسے حال، ماضی یا مستقبل وغیرہ۔ **"مفعول"** جملے کا وہ حصہ ہے جس پر کوئی کام واقع ہوا ہو۔ جملے کی مذکورہ ترتیب ہیئت کے اعتبار سے ہے اور یہی جملے کی ہیئتی خصوصیات ہیں جن کو لسانیات میں **"ٹیکسیم"** کہتے ہیں۔ یہ جملے کی چھوٹی چھوٹی ہیئتی اکائیاں ہیں۔ جدید اصطلاح میں الفاظ کی بامعنی ترتیب "ٹیکسیمی ترتیب" کہلاتی ہے اور اس سے ہی زبانوں کی نحوی ساخت کے اصول مرتب ہوتے ہیں۔ بالفاظ دیگر اردو جملے میں ٹیکسیمی ترتیب اختیاری ہونے کے باوجود نحوی اصولوں کی پابند ہوتی ہے۔ جملے کی ترکیبی ساخت کے حوالے سے پروفیسر نصیر احمد خاں لکھتے ہیں:

> "اُردو کی اپنی ترکیبی ساخت ہے۔۔۔۔۔۔ اردو جملے کا اصول یہ ہے کہ پہلے فاعل آتا ہے
> اور آخر میں فعل۔ باقی اجزائے کلام ان دونوں کے درمیان آتے ہیں۔"(۱۸)

علم نحو میں کیونکہ اجزائے کلام کی درست ترتیب، ترکیب اور تعلقات باہمی سے بحث کی جاتی ہے۔ اس لیے کلام کے اجزا اور ان کے متعلقات کے بارے میں آگاہی حاصل کرنا ضروری ہے۔ بصورت دیگر نحوی مطالعہ کرنے میں دشواری کا سامنا ہو سکتا ہے۔ وہ عبارت جو کلموں / سخن، بات، گفتگو سے مل کر بنے اور یہ کلمے کچھ معنی بھی رکھتے ہوں تاکہ سننے والے کو آسانی سے

سمجھ آجائے، **"کلام"** کہلاتا ہے۔مثال کے طور پر رات،دن،زمین،آسمان ،پانی وغیرہ۔کلمہ کی تین اقسام ہیں: "اسم"، "فعل" اور "حرف"۔ **"اسم"** اس کلمہ کو کہتے ہیں جو کسی چیز، جگہ یا شخص کے نام کو ظاہر کرے اور اس میں زمانہ اور فعل موجود نہ ہو۔ مثال کے طور پر لاہور، کتاب، کرسی وغیرہ۔ **"فعل"** وہ کلمہ ہے جس کسی کام کا کرنا، ہونا یا سہنا پایا جائے اور اس میں زمانہ اور فعل کی موجودگی ضرور ہو۔ مثال کے طور پر: کھاتا ہے(فعل حال)، کھاتا تھا(فعل ماضی) ، کھائے گا(فعل مستقبل) ۔ مذکورہ امثال میں زمانہ اور فعل دونوں موجود ہیں۔ **"حرف"** وہ کلمہ ہے جس کے بذاتِ خود کوئی معانی نہیں ہیں لیکن یہ اسم اور فعل کو آپس میں ملا کر معنی دیتا ہے۔ حرف کی غیر موجودگی میں اسم اور فعل دونوں بے کار ہیں۔ مثال کے طور پر کا، کے، کی، کو، تک، پر، سے وغیرہ۔ اُردو صرف و نحو میں "اسم" اور "فعل" کی بہت سی اقسام ہیں لیکن "علم نحو" میں اسم معرفہ کی ایک قسم "اسم ضمیر" کا مطالعہ خاص طور پر کیا جائے گا۔ کلام میں وہ لفظ جو اسم کی جگہ پر لایا جائے، **"اسم ضمیر"** کہلاتا ہے۔ مثال کے طور پر "اکرم نیک لڑکا ہے۔ وہ نماز باقاعدگی سے ادا کرتا ہے۔ سب اس سے پیار کرتے ہیں۔" ان جملوں میں اکرم کے متبادل الفاظ "وہ" اور "اس" استعمال کیے گئے ہیں اور یہی اسم ضمیر ہیں۔ "علم نحو" میں فاعل اور مفعول کی حالت کو بھی مد نظر رکھا جاتا ہے۔ وہ اسم مشتق جو فاعل اور مفعول کی حالت کو ظاہر کرے، **"اسم حالیہ"** کہلاتا ہے۔ مصدر کا "نا" دور کر کے تا،تی،تے، ہوتی،ہوتے وغیرہ لگانے سے اسم حالیہ بن جاتا ہے۔مثال کے طور پر گاتی ہوئی، دکھلاتی ہوئی، چھلکتا ہوا وغیرہ۔ اسم فاعل، اسم مفعول اور اسم حالیہ کبھی کبھی صفت کے طور پر بھی استعمال ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر : گرتا ہوا مکان گرتا ہوا (اسم حالیہ) اور مکان (موصوف) ہے۔ انہیں فعلی صفت (Verbal Noun) بھی کہا جاتا ہے۔ حالیہ کی دو اقسام ہیں:

i. حالیہ تمام

ii. حالیہ ناتمام

"حالیہ تمام" میں حالیہ بطور صفت استعمال ہوتا ہے جیسے: کھلے کھلے گیسو، برستے بادل، جھلسے ہوئے چہرے وغیرہ۔ "حالیہ نا تمام" فعل کی وہ قسم ہے، جس سے پہلے متعلق فعل کا استعمال ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر: کام کرتے ہوئے لوگ، کرکٹ کھیلتے ہوئے بچے، جوان ہوتی ہوئی لڑکیاں وغیرہ۔ وہ کلمہ یا فقرہ جو مطلب ادا کرے **"جملہ"** کہلاتا ہے۔ "جملہ" کے دو اجزا ہوتے ہیں: مسند اور مسند الیہ۔ جملے میں جس شخص یا چیز کے بارے میں کچھ کہا جائے، اسے **"مسند الیہ"** کہتے ہیں۔ جملے میں جو کچھ کسی شخص یا چیز کے بارے میں کہا جائے، اسے **"مسند"** کہتے ہیں ۔مثال کے طور پر : اختر پڑھتا ہے۔اس میں "اختر" مسند الیہ ہے اور "پڑھتا ہے" مسند ہے۔ مسند اور مسند الیہ کے لحاظ سے "جملہ" کی دو اقسام ہیں:

۱۔ جملہ اسمیہ ۲۔ جملہ فعلیہ

وہ جملہ جس میں مسند اور مسند الیہ دونوں اسم ہوں اور جملہ کا اختتام فعل ناقص پر ہو، **"جملہ اسمیہ"** کہلاتا ہے۔ مثال کے طور پر: "اکرم لاہور جاتا ہے"۔ اس میں "اکرم" اور "لاہور" دونوں مسند الیہ "اسم" ہیں جبکہ لفظ "ہے" **"فعل ناقص** ہے۔ جملہ اسمیہ کے مسند الیہ کو "مبتدا" اور مسند کو "خبر" کہا جاتا ہے۔ بالفاظ دیگر جملہ اسمیہ کے اجزا "مبتدا"، "خبر" اور "فعل

ناقص"ہیں اور جملے میں آنے والے "حروفِ جار" اور مجرور **"متعلقات خبر"** کہلاتے ہیں۔ منصف خاں سحاب جملہ اسمیہ کی تعریف درج ذیل الفاظ میں کرتے ہیں:

> "جملہ اسمیہ: اس جملے میں مسند الیہ ہمیشہ اسم ہوتا ہے جبکہ مسند کبھی اسم ہوتا ہے کبھی فعل، جس جملے میں مسند الیہ اور مسند دونوں اسم ہوں اور اس میں فعل ناقص آئے تو اسے جملہ اسمیہ کہتے ہیں"۔ (۱۹)

جملہ اسمیہ میں "مبتدا" کو مسند الیہ کہا جاتا ہے اور مسند کو "خبر" جبکہ "فعل ناقص" سے مراد وہ افعال ہیں جو بذات خود معنی نہیں رکھتے لیکن دوسروں کے ساتھ مل کر معانی پیدا کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر: "اقبالاہور جاتاہے۔" اسجملے میں "ہے "فعلناقصہے۔ باقیافعالناقصہدرج ذیلہیں:
"ہیں"، "ہوں"، "تھا"، "تھی"، "ہونا"، "ہو جانا"، "پڑنا"، "لگنا" وغیرہ۔ جملہ اسمیہ میں سب سے پہلے مبتدا، پھر خبر اور آخر میں فعل ناقص آتا ہے۔

(مسند الیہ) مبتدا	**(مسند) خبر**	**فعل ناقص**
اکرم	پڑھتا	ہے
شازیہ	ڈاکٹر	بن گئی
اختر	پاس	ہو گیا
عرفان	نیک	تھا

جملے میں آنے والے متعلقات خبر عام طور پر حروفِ جار اور مجرور ہوتے ہیں۔ یہ وہ حروف ہیں جو خبر کی توسیع کرتے ہیں۔ جملہ میں آنے والے وہ حروف جو کسی اسم کو فعل کے ساتھ ملاتے ہیں، **"حروفِ جار یا ربط"** کہلاتے ہیں۔ یہ وہ کلمات ہیں جو ایک لفظ کے معنی کو دوسرے لفظ کے ساتھ ملا کر پیدا کرتے ہیں۔ جیسے کہ: کا، کے، کی، کو، سے، میں، پر، تک، اوپر، نیچے، سامنے، ساتھ، پہ، نے، درمیان، ساتھ، اندر، باہر، قبل، لیے، واسطے وغیرہ۔ اس کے علاوہ حروف عطف (و، اور، کر وغیرہ)، حروف ندا (ارے، ابے، او وغیرہ)، حروف تاسف (افسوس، ہائے، وائے، اُف وغیرہ) حروف تشبیہ (مثل، مانند، کی طرح، جیسے، جوں وغیرہ) حروف اضافت (کا، کی، کے وغیرہ) حروف استفہام (کیا، کیوں، کب، کیسے، کہاں، کس کا وغیرہ) حروف تحسین ونفرین (واہ، ماشاء اللہ، اللہ اللہ، لعنت، تف) وغیرہ کا بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ جس اسم یا ضمیر کے ساتھ حروف جار آتے ہیں ان کو **"مجرور"** کہا جاتا ہے۔ یعنی حروف جار سے پہلے آنے والے الفاظ "مجرور" کہلاتے ہیں۔ جملے میں آنے والے الفاظ "جار" اور "مجرور" دونوں کا تعلق خبر اور فعل سے ہو گا۔ باالفاظ دیگر جار و مجرور متعلقات خبر و فعل ہیں۔

جملہ فعلیہ: وہ جملہ جس میں مسند الیہ "اسم" ہو اور مسند "فعل" اور جملے کا اختتام فعل ناقص کی بجائے "فعل تام" پر ہو، "جملہ فعلیہ" کہلاتا ہے۔ فعل لازم اور فعل متعدی کو **"فعل تام"** بھی کہا جاتا ہے۔ وہ فعل جس میں کسی کام کا کرنا پایا جائے اور وہ کام

صرف فاعل تک محدود رہے، **"فعل لازم"** کہلاتا ہے۔ جیسے حامد آیا۔ "آیا" فعل لازم ہے۔ وہ فعل جو فاعل اور مفعول دونوں کو مطلوب ہو، **"فعل متعدی"** کہلاتا ہے جیسے حامد نے کتابیں خرید لیں۔ یہاں حامد "فاعل"، کتابیں "مفعول" اور خرید لیں "فعلمتعدی" ہیں۔ جملہفعلیہ کے اجزا "فاعل"، "مفعول" اور "فعل تام" ہیں۔ "فاعل" کام کرنے والے کو کہا جاتا ہے جو عام طور پر مسند الیہ ہوتا ہے۔ مفعول پر ہمیشہ کام کیا جاتا ہے۔ مسند کو مفعول کہتے ہیں۔ جیسے اختر نے نماز ادا کی۔ اس جملے میں "نماز" مفعول ہے۔ فعل تام جملے کے آخر میں آتا ہے۔ مذکورہ جملے میں "ادا کی" فعل تام ہے۔ منصف خان سحابجملہ فعلیہ کی تعریف مندرجہ ذیل الفاظ میں کرتے ہیں:

> "جملہ فعلیہ: جس جملے میں مسند الیہ اسم ہو اور مسند فعل ہو وہ جملہ فعلیہ کہلاتا ہے۔ مثلاً انور نے کتاب پڑھی۔ انور مسند الیہ ہے اور مسند "پڑھی" فعل تام اور "کتاب" مفعول ہے۔ اس جملے میں فعل ہمیشہ فعل تام ہوتا ہے۔ (۲۰)

مسند الیہ (فاعل)		مسند (مفعول)	فعل (فعل تام)
حامد	نے	کتاب	خریدی
رضیہ	نے	سلائی	کی
عائشہ	نے	کھانا	پکایا

مذکورہ مثالوں میں "نے" علامتِ فاعل ہے۔ علامتِ فاعل "نے" صرف متعدی فعلوں کے ماضی مطلق، ماضی قریب، ماضی بعید اور ماضی شکیہ کے ساتھ آتا ہے۔ ترکیب نحوی میں جملے کے اجزا اور الفاظ کو الگ الگ کر کے ان کے باہمی تعلقات سے بحث کی جاتی ہے، اسمیہ جملوں میں مبتدا، خبر، متعلقات خبر اور فعل ناقص ہوتا ہے۔ فعلیہ جملوں میں فاعل، مفعول، فعل اور متعلقات فعل ہوتے ہیں۔ نثر یا شاعری کا نحویاتی مطالعہ کرتے وقت چند اہم باتوں کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔

۱۔ جس جملہ کا نحوی مطالعہ کرنا ہو سب سے پہلے اس کا مطلب اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہیے کیونکہ جملے کے مطالب و مفاہیم کا سمجھنا بہت ضروری ہے۔

۲۔ اگر کسی شعر یا مصرع کی ترکیب نحوی کرنی ہو تو پہلے اس کی نثر بنالیجئے۔

۳۔ فعل کے لحاظ سے معلوم کیجئے کہ یہ جملہ اسمیہ ہے یا فعلیہ۔

۴۔ نحوی مطالعہ کرتے وقت جملہ اسمیہ کی ترتیب یہ ہونی چاہیے۔

i. فعل ناقص ii. مبتدا iii. خبر iv. متعلق خبر

۵۔ نحوی مطالعہ کرتے وقت جملہ فعلیہ کی ترتیب کچھ یوں ہے: فعل تام، فاعل، مفعول، متعلق فعل

۶۔ اگر کوئی لفظ کلام سے حذف کیا ہوا ہو تو اسے پورا کر لیجئے۔

۷۔ جملے کی ترتیب کو اس انداز سے لکھیے کہ دیکھنے یا پڑھنے والا اس کے مطالب و مفاہیم سے مکمل طور پر آگاہ ہو سکے۔

مثال کے طور پر اقبالؒ کا یہ شعر دیکھیے:

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا (۲۱)

مذکورہ شعر کا نحوی مطالعہ کرتے وقت سب سے پہلے اس کی نثر بنائیں گے۔ اس کے بعد جملے کے باقی اجزا بیان کیے جائیں گے۔

نثر: ”نرگس اپنی بے نوری پہ ہزاروں سال روتی ہے۔“

جملہ اسمیہ خبریہ:
- ہے ------------ فعل ناقص
- روتی ------------ خبر
- ہزاروں سال ------ متعلقاتِ خبر
- پہ ----- حرفِ جار متعلقاتِ خبر
- بے نوری ---- مجرور
- ہزاروں --------- غیر معین
- اپنی ------------ حرفِ اضافت

نثر: ”دیدہ ور بڑی مشکل سے چمن میں پیدا ہوتا ہے۔“

جملہ اسمیہ خبریہ:
- ہوتا ہے ----------------- فعل ناقص
- دیدہ ور ------------------- مبتدا
- پیدا ------------------------ خبر
- سے، میں ------- حروفِ جار متعلقاتِ خبر
- بڑی مشکل، چمن ------ مجرور

شفیع احمد صدیقی ترکیب نحوی کے اصول بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”جملوں میں الفاظ کے آپسی تعلقات اور ان کے اظہار کا نام ”ترکیب نحوی“ ہے۔

1. کسی شعر یا مصرع کی ترکیب نحوی کرنے سے پہلے اس کی نثر کر لینی چاہیے۔
2. جملہ کو پڑھنے کے بعد اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ یہ جملہ اسمیہ ہے یا جملہ فعلیہ، پھر اسی کے مطابق اس کے اجزا تلاش کرنے چاہیں۔
3. جملہ کی ترکیب نحوی میں سب سے پہلے فاعل یا اسم اس کے بعد مفعول یا اسم پھر متعلقات فعل وغیرہ کی وضاحت کرتے ہیں۔

4. وہ جملہ جس کا فعل "فعل ناقص" ہو اس کے مسند الیہ کو "اسم" اور مسند کو "خبر" لکھتے ہیں۔

5. افعال تام یعنی فعل لازم اور فعل متعدی کے مسند الیہ کو "فاعل" اور مسند کو "مفعول" لکھتے ہیں۔ یاد رکھیے کہ جس جملہ میں یہ تین اجزا ۱۔ اسم ۲۔ خبر ۳۔ فعل ناقص، ہوں وہ مجموعی طور پر جملہ اسمیہ لکھا جائے گا۔" (۲۲)

متذکرہ بالا اصول وضوابط کو مدنظر رکھتے ہوئے باب سوم اور چہارم میں "بانگِ درا" کی طویل نظموں کا نحویاتی مطالعہ کیا جائے گا۔

حوالہ جات

1. ڈاکٹر محی الدین قادری زور: "ہندوستانیات" مکتبہ معین الادب، لاہور، طبع سوم، ۱۹۶۱، ص ۲۱
2. ڈاکٹر محمد اشرف کمال: "لسانیات، زبان اور رسم الخط" روھی بکس، فیصل آباد، اشاعت چہارم، ۲۰۱۷، ص ۱۲۵
3. ڈاکٹر الٰہی بخش اختر اعوان: "معاشرے میں زبان کا کردار" مخزن لے، بریڈ فورڈ (یو کے) ص ۶۳
4. ڈاکٹر شکوت سبز واری: "لسانی مسائل (مقالات)" مکتبہ اسلوب، کراچی، ۱۹۶۳، ص: ۱۷
5. ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان: "جامع القواعد (حصہ نحو)" اردو سائنس بورڈ، لاہور، طبع سوم، ۲۰۱۲ء، ص ۷
6. ڈاکٹر محمد اشرف کمال: "لسانیات، زبان اور رسم الخط" روھی بکس، فیصل آباد، اشاعت چہارم، ۲۰۱۷ء، ص ۱۴۵
7. مولوی عبدالحق: "قواعدِ اردو" سیونتھ سکائی پبلی کیشنز، لاہور، اپریل ۲۰۱۲ء، ص ۲۲
8. منصف خان سحاب: "نگارستان" مکتبہ جمال، لاہور ۲۰۱۹ء، ص ۱۱۹
9. شفیع احمد صدیقی: "اردو زبان و قواعد" (حصہ اول) اردو اکادمی، دہلی، طبع اول، ۱۹۹۱ء، ص ۱۳
10. گیان چند جین: "عام لسانیات" ترقی اردو بیورو، نئی دہلی، ۱۹۸۵ء، ص ۲۷۱
11. علی رفاد فتیحی: "اردو لسانیات" قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی، ص ۱۰۸
12. گیان چند جین: "عام لسانیات" ترقی اردو بیورو، نئی دہلی، ۱۹۸۵ء ص ۲۳۰
13. ایضاً، ص ۲۳۱
14. ایضاً، ص ۲۳۲
15. سید احمد دہلوی: "فرہنگِ آصفیہ" (جلد سوم و چہارم) اردو سائنس بورڈ، لاہور، ۱۹۹۵، ص ۲۲۰
16. نیرّ اقبال: (مضمون) " قواعد زبان" مشمولہ "اردو املا و قواعد" (مرتبہ) ڈاکٹر فرمان فتح پوری، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۹۰ء، ص ۲۵۱
17. ایضا، ص ۲۵۶
18. نصیر احمد خاں: "اردو ساخت کے بنیادی عناصر" ترقی ارد بورڈ، نئی دہلی، س ن، ص ۲۲۰
19. منصف خان سحاب: "نگارستان" مکتبہ جمال، لاہور، ۲۰۱۹ء، ص ۱۳۳
20. ایضاً، ص ۱۳۳-۱۳۴
21. محمد اقبال: "بانگِ درا" فضلی سنز (پرائیوٹ) لمیٹڈ، کراچی، ۲۰۰۵، ص ۳۸۱
22. شفیع احمد صدیقی: "اردو زبان و قواعد" (حصہ دوم) مکتبہ جامعہ لمیٹڈ جامع نگر، نئی دہلی، ۱۹۹۴ء، ص ۹۲

باب سوم

"بانگِ درا" کی طویل نظمیں "شکوہ" اور "جوابِ شکوہ" کا نحویاتی مطالعہ

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ جملے کے اجزاء اور الفاظ کو الگ الگ کر کے ان کے آپسی تعلق کو ظاہر کرنا ترتیبِ نحوی کہلاتا ہے۔ ترکیبِ نحوی میں جملے کے مختلف اجزاء اور الفاظ کے باہم تعلقات سے بحث کی جاتی ہے، اور اس کا موضوع کلام ہوتا ہے۔ جملہ دو اجزاء پر مشتمل ہوتا ہے۔ ایک "مسند" اور دوسرا "مسند الیہ"۔ کسی بھی جملے میں جو کچھ کسی شخص یا چیز کے بارے میں کہا جائے، اسے "مسند" کہتے ہیں۔ جملے میں جس شخص یا چیز کے متعلق جو کچھ کہا جائے اسے "مسند الیہ" کہتے ہیں۔ مثال کے طور پر: "ثمینہ پڑھتی ہے" میں "ثمینہ" مسند الیہ اور "پڑھتی ہے" مسند ہے۔ مسند اور مسند الیہ کے لحاظ سے جملے کی دو بڑی اقسام ہیں۔ "جملہ اسمیہ" اور "جملہ فعلیہ"۔ جملہ اسمیہ (Nominal Sentences) وہ جملہ ہے جس میں فعل ناقص یا کلمۂ ربط آئے اور جملے میں مسند الیہ اور مسند دونوں اسم ہوں۔

مثال کے طور پر: "وحید ڈپٹی بن گیا"۔

بن گیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فعل ناقص		
مسند الیہ ← وحید۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اسم		جملہ اسمیہ خبریہ
مسند ← ڈپٹی۔۔۔۔۔۔۔۔۔خبر (اسم)		

جملہ اسمیہ کی پہچان یہ ہے کہ جس جملے میں فعل، فعل ناقص ہو، اسے اسمیہ کہیں گے۔ فعل ہمیشہ دو قسموں کے ہوتے ہیں؛ مکمل یا نامکمل۔ نامکمل کو فعل ناقص کہتے ہیں۔ افعال ناقصہ ہمیشہ دو اسموں کو چاہتے ہیں۔ جیسے: ہونا، جانا، بننا، بن جانا۔ اس کے علاوہ "نکلنا" اور "رہنا" کے مشتقات اور "ہے" اور "تھا" کے صیغے، لیکن جب "ہے" اور "تھا" فعل کا جزو بن جاتے ہیں تو اس وقت فعل، فعل ناقص نہیں رہتے، مثلاً ماضی قریب اور فعل حال میں "ہے" اور ماضی بعید اور ماضی استمراری میں "تھا" فعل ناقص نہیں ہے۔ کیونکہ یہاں فعل کا جزو ہوتے ہیں۔ اسمیہ جملے میں مبتدا، خبر، متعلقات خبر اور فعل ناقص ہوتا ہے۔

جملہ اسمیہ میں دونوں اسموں کے نام اور پہچان کا طریقہ کچھ اس طرح سے ہے:

(1) دونوں اسموں میں اگر ایک "معرفہ" ہے اور دوسرا "نکرہ" تو "معرفہ" کو اسم کہتے ہیں اور "نکرہ" کو "خبر" جیسے "اسلم ڈپٹی ہو گیا"۔ اسلم "اسم" ہے اور ڈپٹی "خبر"۔

(2) اگر ایک اسم "ذات ہے اور ایک اسم "صفت"، تو اسم ذات کو اسم اور اسم صفت کو خبر کہیں گے۔ جیسے "پہلے وقتوں میں سونا سستا تھا"۔ اس میں "سونا" "اسم" "اور" "سستا" "خبر" ہے۔

(3) اگر ایک ہی لفظ دو دفعہ آئے تو پہلے کو "اسم" اور دوسرے کو "خبر" کہتے ہیں، جیسے "گدھا"، گدھا ہی ہوتا ہے۔ اس میں پہلا گدھا "اسم" اور دوسرا گدھا "خبر" ہے۔

(4) اگر دونوں "اسم معرفہ" ہوں تو پہلے کو "اسم" اور دوسرے کو "خبر" کہیں گے۔

(5) اگر دونوں ہی نکرہ ہوں تو جو زیادہ خاص ہے وہ "اسم" ہوتا ہے اور دوسرا "خبر"۔

(6) اسم عام طور پر پہلے ہوتا ہے اور خبر مؤخر۔

(7) بعض دفعہ اسم یا خبر یا فعل ناقص حذف بھی ہوتا ہے۔

خیال رہے کہ جملہ اسمیہ میں اگر کلمہ ربط (ہے) استعمال ہو تو اسم کو "مبتدا" کہتے ہیں اور "خبر" کو خبر ہی۔ اگر جملہ اسمیہ میں کسی ہستی کا ذکر ہے تو فعل ناقص اور اسم ہی مل کر جملہ اسمیہ بن جاتے ہیں، جیسے "خدا ہے" میں "خدا" ہستی بھی ہے اور "اسم" بھی اور "ہے" فعل ناقص۔ مذکورہ مثال میں اسم اور فعل ناقص مل کر "جملہ اسمیہ" بنا رہے ہیں۔
جملے کی دوسری قسم جملہ فعلیہ (Verbal Sentence) ہے۔ جملہ فعلیہ وہ جملہ ہے جس میں فعل ناقص نہ ہو بلکہ مکمل فعل ہو جیسے "احمد آیا"، "رابعہ نے کتاب پڑھی"۔ فعل مکمل ہمیشہ دو قسم کا ہوتا ہے: فعل لازم اور فعل متعدی۔ وہ فعل جو صرف فاعل کو چاہے "فعل لازم" کہلاتا ہے جیسے: "علی آیا"۔ وہ فعل جو فاعل اور مفعول دونوں کو چاہے "فعل متعدی" کہلاتا ہے جیسے: "حامد نے کھانا کھایا"۔ کھایا "فعل" ہے، حامد "فاعل" اور کھانا "مفعول" ہے۔ پہلی صورت میں فعل لازم اپنے فاعل کے ساتھ مل کر جملہ فعلیہ بنتا ہے اور دوسری صورت میں فعل متعدی اپنے فاعل اور مفعول دونوں کے ساتھ مل کر جملہ فعلیہ بنتا ہے۔ بالفاظ دیگر جس جملے میں مسند الیہ اسم اور مسند فعل ہو وہ "جملہ فعلیہ" کہلاتا ہے۔ مثال کے طور پر: "وحید الدین آیا ہے"۔

آیا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فعل لازم
وحید الدین۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فاعل
جملہ فعلیہ خبریہ

"کریم نے گھر میں کتاب پڑھی تھی"۔

پڑھی تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فعل متعدی
کریم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فاعل
کتاب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مفعول
میں۔۔۔۔۔۔۔۔ جار
گھر۔۔۔۔۔۔۔ مجرور
متعلقات فعل
جملہ فعلیہ خبریہ

بعض دفعہ جملہ فعلیہ میں فاعل یا مفعول یا فعل حذف بھی کر دیتے ہیں۔ الغرض فعلیہ جملوں میں فاعل، مفعول، فعل اور متعلقات فعل ہوتے ہیں۔ ماہرینِ نحویات نے جملوں اور مصرعوں کا نحوی تجزیہ کرنے کے کچھ اصول وضوابط مقرر کیے ہیں، جن کے مطابق ہی کسی بھی جملے کا نحوی تجزیہ کیا جاسکتا ہے۔ ان اصول وضوابط کے مطابق:

جس جملے کا نحوی تجزیہ کرنا ہو تو پہلے اس کا مطلب اور معنی اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہیے۔ جب کسی شعر یا مصرع کا نحوی تجزیہ کرنا ہو پہلے اس شعر یا مصرع کی نثر بنا لیجئے۔ فعل کے لحاظ سے یہ معلوم کیا جائے کہ یہ جملہ اسمیہ ہے یا فعلیہ۔ اگر کوئی لفظ کلام سے حذف ہو تو اسے پورا کر لیجئے اور اس لفظ کو خطوطِ وحدانی میں لکھنا چاہیے۔ جملے کی ترتیب کو اس انداز سے لکھیے کہ دیکھنے یا پڑھنے پر پورا مطلب واضح ہو جائے۔ جملہ اسمیہ میں سب سے پہلے فعل ناقص، پھر مبتدا، خبر اور پھر متعلقاتِ فعل (جار اور مجرور) معلوم کر کے لکھیے۔ جملہ فعلیہ میں سب سے پہلے فعل تام، پھر فاعل، پھر مفعول اور آخر میں متعلقاتِ فعل معلوم کر کے لکھیے۔

ماہرینِ نحویات کے مقرر کردہ اصول و ضوابط کو مدِ نظر رکھ کر ہی باب سوم اور باب چہارم میں بانگِ درا کی طویل نظموں "شکوہ"، "جوابِ شکوہ"، "شمع اور شاعر"، "خضرِ راہ"، اور "طلوعِ اسلام" کا نحویاتی مطالعہ کیا جائے گا۔

شکوہ

نظم "شکوہ" علامہ اقبال کی وہ شہرہ آفاق نظم ہے جس نے اردو شاعری میں نہ صرف ایک نئی روایت کی داغ بیل ڈالی بلکہ اس نظم کے مطالب و مفاہیم نے امتِ مسلمہ کو ہلا ڈالا۔ علامہ اقبال وہ سدا بہار شخصیت ہیں جن پر ابھی تک قومی اور بین الاقوامی طور پر خامہ فرسائی کی جا رہی ہے۔ لسانیات کے باب میں کلامِ اقبال کا اتنا مطالعہ نہیں کیا گیا۔ اسی لیے ضرورت اس امر کی ہے کہ اقبال کے کلام کا نحویاتی مطالعہ کیا جائے اور لسانیات کی خشک زمین کو کلامِ اقبال کے مطالعہ سے سیر اب کیا جائے۔ کلامِ اقبال کی طرح لسانیات بھی اپنے اندر وسعت لیے ہوئے ہے۔ اس لیے بابِ ہذا میں لسانیت کی بہت سی شاخوں میں سے ایک شاخ "نحو" کا مطالعہ کیا جائے گا۔

اقبال کے اردو مجموعہ کلام "بانگِ درا کی طویل نظموں "شکوہ" اور "جوابِ شکوہ" کا نحویاتی مطالعہ بابِ ہذا میں کیا جائے گا۔

"بانگِ درا" کی طویل نظم "شکوہ" کا نحویاتی مطالعہ

کیوں زِیاں کار بنوں، سُود فراموش رہوں
فکرِ فردا نہ کروں، محوِ غمِ دوش رہوں
نالے بُلبل کے سنوں اور ہمہ تن گوش رہوں
ہم نَوا! مَیں بھی کوئی گُل ہوں کہ خاموش رہوں

جراَت آموز مری تابِ سخن ہے مجھ کو
شکوہ اللّٰہ سے، خاکم بہ دہن ، ہے مجھ کو (۱)

مذکورہ بند نظم "شکوہ" کا پہلا بند ہے۔ اس کا نحویاتی مطالعہ کرنے کے لیے لازم ہے کہ پہلے اس بند کے اشعار کی نثر بنالی جائے تاکہ نحویاتی مطالعہ میں آسانی ہو، اس کے بعد جملے کے باقی اجزا بیان کیے جائیں گے۔

نثر:

(i) (میں) زِیاں کار کیوں بنوں (اور) سود فراموش رہوں۔ فردا (کی) فکر نہ کروں (اور) (میں) دوش (کے) غم میں محو رہوں۔

جملہ اسمیہ خبریہ:

- بنوں، رہوں، کروں، رہوں۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ
- (میں)، فردا، (میں)، دوش۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا
- زِیاں کار، سود فراموش، فکر، محو۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر
- متعلقاتِ خبر:
  - میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ جار
  - غم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مجرور
- کیوں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ استفہام
- (اور)، (اور) ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ عطف
- (کی)، (کے) ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ اضافت
- نہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ نفی

مذکورہ شعر میں حرف استفہام "کیوں" کے استعمال نے شعر کی خوب صورتی اور شکوے کے معنی خیزی میں اضافہ کر دیا ہے۔

نثر:

(ii) (میں) بلبل کے نالے سنوں اور ہمہ تن گوش رہوں۔ ہم نوا! میں بھی کوئی گل ہوں کہ خاموش رہوں۔

جملہ اسمیہ خبریہ:

- سنوں، رہوں، ہوں، رہوں۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ
- (میں) بلبل، میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ متبدا
- نالے، ہمہ تن گوش، گل، خاموش۔۔۔۔۔۔۔ خبر
- کے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ اضافت
- اور، بھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ عطف
- کہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ علّت
- کوئی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ خصوصیت
- ہم نوا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ ندا

مذکورہ شعر میں مبتدا کی غیر موجودگی کے باوجود معنی خیزی بر قرار ہے۔

نثر:

(iii) مری تاب سخن مجھ کو جرات آموز ہے۔ مجھ کو خاکم بہ دہن اللہ سے شکوہ ہے۔

ہے، ہے ـــــــــــــــــ افعال ناقصہ
مری تاب سخن، مجھ، مجھ ـــــــــــــــ مبتدا
جرات آموز، شکوہ، خاکم بہ دہن ـــــــــــ خبر
سے ـــــــــــــ حرفِ جار متعلقاتِ خبر
اللہ ـــــــــــــ مجرور
کو، کو ـــــــــــــــــ علامتِ مفعول
جملہ اسمیہ خبریہ

مذکورہ شعر میں خبر "جرات آموز" اور "خاکم بہ دہن" کے استعمال سے مضمون کا کامل ابلاغ ہو رہا ہے۔

ہے بجا شیوۂ تسلیم میں مشہور ہیں ہم
قصۂ درد سناتے ہیں کہ مجبور ہیں ہم
سازِ خاموش ہیں، فریاد سے معمور ہیں ہم
نالہ آتا ہے اگر لب پہ تو معذور ہیں ہم
اے خدا شکوۂ اربابِ وفا بھی سُن لے
خوگرِ حمد سے تھوڑا سا گلہ بھی سن لے (۲)

نثر:

(i) بجا ہے (کہ) ہم شیوہ تسلیم میں مشہور ہیں۔ ہم قصہ درد سناتے ہیں (اس لیے) کہ مجبور ہیں۔

ہیں، بجا ہے، سناتے ہیں، ہیں ـــــــــــــ افعالِ ناقصہ
ہم، ہم، (ہم) ـــــــــــــــــــــ مبتدا
مشہور، قصہ درد، مجبور ـــــــــــــــــ خبر
میں ـــــــــــــ حرفِ جار متعلقاتِ خبر
شیوۂ تسلیم ـــــــــ مجرور
(اس لیے)، (کہ)، کہ ـــــــــــــ حروفِ علت
جملہ اسمیہ خبریہ

نثر:

(ii) ہم فریاد سے معمور ہیں (ہم) خاموش ساز ہیں۔ اگر لب پہ نالہ ہے تو ہم معذور ہیں۔

جملہ اسمیہ خبریہ:

معمور ہیں، ہیں، ہے، ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ
ہم، (ہم)، ہم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا
معمور، خاموش ساز، نالہ، معذور۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر
تو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ خصوصیت
اگر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ شرط
سے، یہ۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ جار متعلقاتِ خبر
فریاد، لب۔۔۔۔۔۔۔۔ مجرور

نثر:

(iii) اے خدا! اربابِ وفا سے شکوہ بھی سن لے۔ (اور) خوگرِ حمد سے تھوڑا سا گلا بھی سن لے۔

جملہ اسمیہ خبریہ:

سُن لے، سن لے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ
اے خدا، خوگرِ حمد۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا
شکوہ، گلا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر
اے خدا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ ندا
بھی، (اور)، بھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ عطف
سے، سے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ جار متعلقاتِ خبر
اربابِ وفا، خوگرِ حمد۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مجرور
تھوڑا سا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ خصوصیت

دوسرے بند کے تمام اشعار جملہ اسمیہ خبریہ ہیں۔ مذکورہ اشعار میں "خبر" اور "متعلقاتِ خبر" کے استعمال نے شعری حسن میں اضافہ کر دیا ہے، جبکہ مبتدا "اے خدا" اور "خوگرِ حمد" کے عمدہ استعمال سے شعر کی اثر پذیری بڑھ گئی ہے۔

تھی تو ازل سے ہی موجود تری ذاتِ قدیم
پھول تھا زیبِ چمن پر نہ پریشاں تھی شمیم
شرطِ انصاف ہے اے صاحبِ الطافِ عمیم
بُوئے گُل پھیلتی کس طرح جو ہوتی نہ نسیم
ہم کو جمعیت خاطر یہ پریشانی تھی
ورنہ اُمت ترے محبوبؐ کی دیوانی تھی (۳)

نثر:

(i) تری ذات قدیم تو ازل سے ہی موجود تھی۔ زیبِ چمن پر پھول تھا (اور) شمیم پریشاں نہ تھی۔

جملہ اسمیہ خبریہ:

- تھی، تھا، تھی ------------------ افعالِ ناقصہ
- تری ذات قدیم، زیبِ چمن، شمیم ---------- مبتدا
- موجود، پھول، پریشاں ------------------ خبر
- تو، ہی -------------------- حروفِ خصوصیت
- نہ ------------------------ حرفِ نفی
- متعلقاتِ خبر:
  - سے، پر ----------- حروفِ جار
  - ازل، چمن ------------ مجرور

نثر:

(ii) اے صاحبِ الطافِ عمیم انصاف شرط ہے۔ کس طرح بُوئے گل پھیلتی جو نسیم نہ ہوتی۔

جملہ اسمیہ خبریہ:

- ہے، پھیلتی، ہوتی ------------------ افعالِ ناقصہ
- صاحبِ الطافِ عمیم، نسیم ---------------- مبتدا
- انصافِ شرط، بُوئے گل ------------------ خبر
- نہ ------------------------- حرفِ نفی
- کس طرح ------------------ حرفِ استفہام
- اے ------------------------ حرفِ ندا
- جو ------------------------ حرفِ شرط

نثر:

(iii) ہم کو جمیعت (کی) خاطر یہ پریشانی تھی۔ ورنہ امت ترے محبوبؐ کی دیوانی تھی۔

جملہ اسمیہ خبریہ:

- تھی، تھی ------------------ افعالِ ناقصہ
- ہم، امت، محبوبؐ ------------------ مبتدا
- جمیعت کی خاطر پریشانی، دیوانی ----------- خبر
- ورنہ ---------------------- حرفِ شرط
- یہ، (تو) ---------------- حروفِ خصوصیت
- ترے، (کی)، کی -------------- حروفِ اضافت
- کو ---------------------- علامتِ مفعول

نظم "شکوہ" کے تیسرے بند کے نحویاتی مطالعہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ اشعار جملہ اسمیہ خبریہ ہیں۔ مذکورہ بند کے آخری دو اشعار میں اگرچہ "متعلقاتِ خبر" کا استعمال نہیں کیا گیا، لیکن مبتدا، افعالِ ناقصہ اور خبر مل کر معانی و مفاہیم کی ترسیل پوری شد و مد کے ساتھ ادا کر رہے ہیں۔

ہم سے پہلے تھا عجب تیرے جہاں کا منظر
کہیں مسجود تھے پتھر، کہیں معبود شجر
خوگرِ پیکرِ محسوس تھی انساں کی نظر
مانتا پھر کوئی ان دیکھے خدا کو کیوں کر
تجھ کو معلوم ہے لیتا تھا کوئی نام ترا؟
قوّتِ بازوئے مسلم نے کِیا کام ترا (۴)

نثر:

(i) ہم سے پہلے ترے جہاں کا منظر عجب تھا۔ کہیں پتھر مسجود (اور) کہیں شجر معبود تھے۔

جملہ اسمیہ خبریہ:

تھا، تھے ــــــــــــــ افعالِ ناقصہ
ہم، تیرے جہاں ــــــــــــــ مبتدا
منظر عجب، پتھر مسجود، شجر معبود ــــــــ خبر
پہلے، کہیں، کہیں ــــــــ حروفِ خصوصیت
سے ــــــــ حرفِ جار] متعلقاتِ خبر
ہم ــــــــ مجرور]
(اور) ــــــــــــــ حرفِ عطف
تیرے، کا ــــــــــــــ حروفِ اضافت

نثر:

(ii) انساں کی نظر خوگرِ پیکرِ محسوس تھی۔ ان دیکھے خدا کو پھر کیوں کر کوئی مانتا۔

جملہ اسمیہ خبریہ:

تھی، مانتا ــــــــــــــ افعالِ ناقصہ
انساں، خدا ــــــــــــــ مبتدا
نظر، خوگرِ پیکرِ محسوس، ان دیکھے، کوئی مانتا ــــــ خبر
کیوں کر ــــــــــــــ حرفِ استفہام
پھر ــــــــــــــ حرفِ عطف
کی، کو ــــــــــــــ حروفِ اضافت

نثر:

(iii) (کیا) تجھ کو معلوم ہے کوئی تِرا نام لیتا تھا؟ مسلم (کے) قوّتِ بازو نے ترا کام کیا (تھا)۔

جملہ اسمیہ خبریہ:

- ہے، لیتا تھا، کیا (تھا) ---------------- افعالِ ناقصہ
- تجھ، مسلم ---------------------- مبتدا
- معلوم، کام کیا، کوئی تیرا نام لیتا ------------- خبر
- (کیا) ---------------------- حرفِ استفہام
- کو، ترا، (کے)، ترا --------------- حروفِ اضافت
- متعلقاتِ خبر
  - نے ------------- حرفِ جار
  - قوّتِ بازوئے ---------- مجرور

مذکورہ شعر میں حرفِ استفہام کا استعمال نہیں کیا گیا لیکن افعالِ ناقصہ اور خبر مل کر جملے کو سوالیہ بنا رہے ہیں۔ نحویاتی لحاظ سے یہ ایک منفرد طرز ہے۔

بس رہے تھے یہیں سلجوق بھی، تُورانی بھی
اہلِ چیں چین میں، ایران میں ساسانی بھی
اسی معمورے میں آباد تھے یونانی بھی
اسی دنیا میں یہودی بھی تھے، نصرانی بھی
پر تیرے نام پہ تلوار اُٹھائی کس نے
بات جو بگڑی ہوئی تھی، وہ بنائی کس نے (۵)

نثر:

(i) یہیں سلجوق بھی (اور) تُورانی بھی (اور) چین میں اہلِ چیں (اور) ایران میں ساسانی بھی بس رہے تھے۔

جملہ فعلیہ خبریہ:

- بس رہے تھے ---------------- فعل متعدی
- سلجوق، تُورانی، اہلِ چیں ساسانی ---------- فاعل
- یہیں، چین، ایران ---------------- مفعول
- بھی، (اور)، بھی، (اور)، (اور)، بھی --- حروفِ عطف
- متعلقاتِ فعل
  - میں، میں ------- حروفِ جار
  - چین، ایران ------- مجرور

مذکورہ شعر میں "یہیں" سے مراد خطہ ارض ہے جہاں پر سلجوق، تُورانی، چینی اور ساسانی بس رہے تھے۔ "یہیں" کا لفظ جہاں حرفِ خصوصیت ہے وہیں مذکورہ شعر میں مفعول کے معنوں میں بھی آیا ہے۔

نثر:

(ii) اسی معمورے میں یونانی بھی آباد تھے۔ اسی دنیا میں یہودی بھی (اور) نصرانی بھی تھے۔

جملہ اسمیہ خبریہ:

تھے، تھے ــــــــــــــــ افعالِ ناقصہ
یونانی، یہودی، نصرانی ــــــــــــــ مبتدا
آباد، بھی تھے ــــــــــــــــــــ خبر
بھی، (اور)، بھی ــــــــــــ حروفِ عطف
اسی، اسی ــــــــــــــ حروفِ خصوصیت
میں، میں ــــــ حروفِ جار متعلقاتِ خبر
معمورے، دنیا ــــ مجرور

نثر:

(iii) پر کس نے ترے نام پہ تلوار اٹھائی۔ کس نے جو بات بگڑی ہوئی تھی وہ بنائی۔

جملہ فعلیہ خبریہ:

تلوار اٹھائی، ہوئی تھی، بنائی ــــــــــــ فعل متعدی
مندرجہ بالا شعر میں "فاعل" محذوف ہے۔
ترے نام، بات ــــــــــــــــــــ مفعول
کس نے، کس نے ــــــــــــــ حروفِ استفہام
بگڑی ہوئی ــــــــــــــــــــــــ اسم حالیہ
جو ــــــــــــــــــــــــــ حرفِ شرط
پر، پہ ــــــــــــــ حروفِ جار متعلقاتِ فعل
نام ــــــــــــــ مجرور
وہ ــــــــــــــــــــــ حرفِ خصوصیت

بعض دفعہ جملہ فعلیہ میں فاعل یا مفعول یا فعل حذف کر دیا جاتا ہے، اسی طرح جملہ اسمیہ میں اسم، یا خبر یا فعل یا ناقص حذف کر دیا جاتا ہے۔ مذکورہ جملہ فعلیہ میں "فاعل" حذف کر دیا گیا ہے، اور یہ سوال اٹھایا گیا ہے کہ کس نے ترے نام پہ تلوار اٹھائی۔ فاعل کی غیر موجودگی کے باوجود مذکورہ جملے کی ساخت سے یہ پتا چلتا ہے کہ مذکورہ جملہ، "جملہ فعلیہ" ہے۔

تھے ہمیں ایک ترے معرکہ آراؤں میں

خشکیوں میں کبھی لڑتے، کبھی دریاؤں میں
دیں اذانیں کبھی یورپ کے کلیساؤں میں
کبھی افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں
شان آنکھوں میں نہ جچتی تھی جہاں داروں کی
کَلِمہ پڑھتے تھے ہم چھاؤں میں تلواروں کی (۲)

نثر:

(i) ہمیں ترے معرکہ آراؤں میں ایک تھے۔(ہم) کبھی خشکیوں میں (اور) کبھی دریاؤں میں لڑتے (تھے)۔

جملہ اسمیہ خبریہ:

تھے،(تھے) ------------------- افعالِ ناقصہ
ہمیں،(ہم) ------------------------ مبتدا
ایک، لڑتے -------------------------- خبر
کبھی، کبھی ------------------ حروفِ ایجاب
(اور) ------------------------ حروفِ عطف
متعلقاتِ خبر:
میں، میں، میں --------- حروفِ جار
معرکہ آراؤں، خشکیوں، دریاؤں -- مجرور
ترے ------------------------ حروفِ اضافت

مذکورہ شعر کے نحویاتی مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ لفظ ترے جہاں حرفِ اضافت ہے وہیں بمعنی خدا بھی ہے اور دو اسموں ''ہمیں'' اور ''معرکہ آراؤں'' کے باہمی تعلق کو بھی ظاہر کر رہا ہے۔ شعر ہٰذا مسلمانوں کے جوش و جذبے کی عکاسی کر رہا ہے۔

نثر:

(ii) کبھی یورپ کے کلیساؤں میں (اور) کبھی افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں اذانیں دیں۔

جملہ فعلیہ خبریہ:

اذانیں دیں --------------------- فعل متعدی
یورپ کے کلیساؤں، افریقہ کے صحراؤں ----- مفعول
یہاں ''فاعل'' محذوف ہے۔
متعلقاتِ فعل:
میں، میں ------- حروفِ جار
کلیساؤں، صحراؤں ----- مجرور

کبھی، کبھی ----------------- حروفِ ایجاب
تپتے ہوئے ----------------- اسم حالیہ

(اور) ـــ حرفِ عطف

کے، کے ـــ حروفِ اضافت

نحویاتی اعتبار سے دیکھا جائے تو مذکورہ شعر جملہ فعلیہ خبریہ ہے جس میں فاعل حذف کر دیا گیا ہے لیکن فعل متعدی اور مفعول مل کر فاعل بخوبی سرانجام دے رہے ہیں جبکہ اسم حالیہ ''تپتے ہوئے''مفعول کی حالت کو ظاہر کر رہا ہے۔

نثر:

(iii) (ہماری) آنکھوں میں جہاں داروں کی شان نہ جچتی تھی۔ ہم تلواروں کی چھاؤں میں کلمہ پڑھتے تھے۔

جملہ اسمیہ خبریہ:

تھی، تھے ــــــــــــــــــــــــــــــــ افعالِ ناقصہ

(ہماری)، جہاں داروں، ہم ــــــــــــــــــــ مبتدا

شان نہ جچتی، تلواروں کی چھاؤں میں کلمہ پڑھتے ـــــــ خبر

متعلقاتِ خبر:

میں، میں ـــــــــــــ حروفِ جار

آنکھوں، چھاؤں ـــــــــ مجرور

نہ ــــــــــــــــــــــــــــــــــــ حرفِ نفی

کی، کی ــــــــــــــــــــــــــــــــ حروفِ اضافت

ہم جو جیتے تھے تو جنگوں کی مصیبت کے لیے
اور مرتے تھے ترے نام کی عظمت کے لیے
تھی نہ کچھ تیغ زنی اپنی حکومت کے لیے
سر بکف پھرتے تھے کیا دہر میں دولت کے لیے؟

قوم اپنی جو زرومالِ جہاں پر مرتی
بُت فروشی کے عوض بُت شکنی کیوں کرتی! (۷)

نثر:

(i) ہم تو جنگوں کی مصیبت کے لیے جو جیتے تھے۔ اور (ہم) ترے نام کی عظمت کے لیے مرتے تھے۔

جیتے تھے، مرتے تھے ـــــــــــــــــــــــــ افعالِ متعدی

ہم، (ہم) ــــــــــــــــــــــــــــــــ فاعل

جنگوں، نام۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مفعول

تو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ خصوصیت

جو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ شرط — جملہ فعلیہ خبریہ

اور۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ عطف

کے لیے، کے لیے۔۔۔۔۔۔ حروفِ جار]متعلقاتِ فعل

مصیبت، عظمت۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مجرور]

کی، کی، ترے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ اضافت

مذکورہ شعر میں حرفِ شرط اور حرفِ خصوصیت کے استعمال نے شعر کی اثر پذیری کو بڑھادیا ہے۔

نثر:

(ii) اپنی حکومت کے لیے کچھ تیغ زنی نہ تھی۔ کیا (ہم) دہر میں دولت کے لیے سر بکف پھرتے تھے؟

جملہ اسمیہ خبریہ:

تھی، پھرتے تھے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ

حکومت، (ہم) ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا

تیغ زنی نہ، دولت کے لیے سر بکف۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر

کچھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ خصوصیت

نہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ نفی

کے لیے، میں، کے لیے۔۔۔ حروفِ جار]متعلقاتِ خبر

حکومت، دہر، دولت۔۔۔۔۔ مجرور]

اپنی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ اضافت

کیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ استفہام

نثر:

(iii) اپنی قوم جو جہاں (کے) زر و مال پر مرتی (تو) بت فروشی کے عوض بت شکنی کیوں کرتی۔

مرتی، کرتی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ متعدی

قوم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فاعل

جہاں کے زر و مال، بت فروشی کے عوض بت شکنی۔۔۔۔۔۔۔۔ مفعول

(تو) ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ خصوصیت

جو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ شرط　　جملہ فعلیہ خبریہ

کیوں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ استفہام

پر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ جار　　متعلقاتِ فعل

زر و مال۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مجرور

اپنی، (کے)، کے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ اضافت

نحویاتی اعتبار سے دیکھا جائے تو مذکورہ شعر کا مصرع ثانی نثر کی صورت میں لکھا گیا ہے اس لیے دوسرے مصرعے کی نثر بنانے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ اقبال کا فن ہے کہ وہ نثر کی صورت میں شعر بیان کر سکتے ہیں۔

ٹل نہ سکتے تھے اگر جنگ میں اَڑ جاتے تھے
پاؤں شیروں کے بھی میداں سے اُکھڑ جاتے تھے
تجھ سے سرکش ہُوا کوئی تو بگڑ جاتے تھے
تیغ کیا چیز ہے، ہم توپ سے لڑ جاتے تھے
نقش توحید کا ہر دل پہ بٹھایا ہم نے
زیرِ خنجر بھی یہ پیغام سنایا ہم نے (۸)

نثر:

(i) (وہ) اگر جنگ میں اڑ جاتے تھے (تو) ٹل نہ سکتے تھے۔ شیروں کے پاؤں بھی میداں سے اُکھڑ جاتے تھے۔

تھے، تھے، تھے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ

(وہ)، شیروں کے پاؤں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا

اڑ جاتے، ٹل نہ سکتے، اُکھڑ جاتے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر

(تو) ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ خصوصیت

میں، سے۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ جار　　متعلقاتِ خبر　　جملہ اسمیہ خبریہ

جنگ، میداں۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مجرور

اگر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ شرط

بھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ عطف

نثر:

(ii) تجھ سے کوئی سرکش ہوا تو (ہم) بگڑ جاتے تھے۔ تیغ کیا چیز ہے ہم توپ سے لڑ جاتے تھے۔

جملہ اسمیہ خبریہ

تھے، ہے، تھے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ

تجھ، (ہم)، تیغ، ہم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا

کوئی سرکش، بگڑ جائے، کیا چیز، لڑ جاتے۔۔۔۔۔۔۔۔۔خبر

کوئی، تو، کیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ خصوصیت

سرکش ہوا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اسم حالیہ

سے، سے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حروفِ جار متعلقاتِ خبر

تجھ، توپ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مجرور

مذکورہ شعر کے دوسرے مصرعے کی نثر بنانے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ مصرع شروع سے ہی اردو قواعد کی رو سے نثری ترتیب لیے ہوئے ہے۔ یہ اقبال کا ہی خاصہ ہے کہ وہ سنجیدہ موضوع کو شاعری میں نثر کی صورت بیان کر سکتے ہیں۔ مندرجہ بالا شعر میں لفظ "کیا" حرفِ استفہام کے طور پر استعمال نہیں کیا گیا بلکہ حرفِ خصوصیت کے طور پر کیا گیا ہے جو اسم "تیغ" کے ساتھ آکر اس کے معنوں میں خصوصیت پیدا کر رہا ہے۔

نثر:

(iii) ہم نے توحید کا نقش ہر دل پہ بٹھایا۔ ہم نے یہ پیغام زیرِ خنجر بھی سنایا۔

جملہ فعلیہ خبریہ

بٹھایا، پیغام سنایا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعال متعدی

ہم، ہم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فاعل

ہر دل، زیرِ خنجر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مفعول

نے، کا، یہ، نے۔۔۔۔۔۔۔حروفِ جار متعلقاتِ فعل

ہم، توحید، دل، ہم۔۔۔۔۔۔۔۔مجرور

ہر، یہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حروفِ خصوصیت

بھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ عطف

تُو ہی کہہ دے کہ اُکھاڑا درِ خیبر کس نے

شہر قیصر کا جو تھا، اُس کو کِیا سَرکس نے

توڑے مخلوقِ خداوندوں کے پیکر کس نے

کاٹ کر رکھ دیے کفّار کے لشکر کس نے

کس نے ٹھنڈا کیا آتش کدۂ ایراں کو؟

کس نے پھر زندہ کیا تذکرۂ یزداں کو؟ (۹)

نثر:

(i) توہی کہہ دے کہ درِ خیبر (کو) کس نے اُکھاڑا۔ قیصر کا جو شہر تھا اُس کو سر کس نے کیا۔

جملہ فعلیہ خبریہ:

کہہ دے، اُکھاڑا، تھا، سر کیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ متعدی

مذکورہ شعر میں "فاعل" محذوف ہے۔

درِ خیبر، قیصر کا جو شہر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مفعول

ہی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ خصوصیت

جو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ شرط

کہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ علت

کس نے، کس نے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ استفہام

تو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ضمیر حاضر

کو، کو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ علامتِ مفعول

کا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ اضافت

مذکورہ شعر میں لفظ "تُو" ضمیر شخصی کی حالت واحد حاضر ہے جس سے مراد اللہ ہے۔ یہاں اللہ سے سوال کیا گیا ہے کہ درِ خیبر کو کس نے اُکھاڑا اور قیصر کے شہر کو سر کس نے کیا؟ اس لیے مذکورہ شعر میں "تُو" فاعل ہے جس کا تعلق فعل لازم "کہہ دے" سے ہے۔

نثر:

(ii) کس نے خداوندں کی مخلوق کے پیکر توڑے۔ کس نے کفّار کے لشکر کاٹ کر رکھ دیے۔

جملہ فعلیہ خبریہ:

پیکر توڑے، کاٹ کر رکھ دیے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ متعدی

مذکورہ شعر میں "فاعل" محذوف ہے۔

خداوندوں کی مخلوق، کفّار کے لشکر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مفعول

کی، کے، کے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ اضافت

کس نے، کس نے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ استفہام

کر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ عطف

مذکورہ شعر میں چونکہ یہ سوال کیا گیا ہے کہ خداوندوں کی مخلوق کے لشکر کس نے توڑے اور کفّار کے لشکر کس نے کاٹ کر رکھ دیے، اس لیے یہاں "فاعل" نامعلوم ہے۔

نثر:

(iii) کس نے آتش کدۂ ایراں کو ٹھنڈا کیا؟ کس نے تذکرۂ یزداں کو پھر زندہ کیا۔

جملہ فعلیہ خبریہ

- ٹھنڈا کیا، زندہ کیا-------------فعل متعدی
- اس شعر میں "فاعل" محذوف ہے۔
- آتش کدہ ایراں، تذکرہ یزداں-------مفعول
- کو، کو----------------------علامتِ مفعول
- پھر-------------------------حرفِ عطف

کون سی قوم فقط تیری طلبگار ہوئی

اور تیرے لیے زحمت کشِ پیکار ہوئی

کس کی شمشیر جہاں گیر، جہاں دار ہوئی

کس کی تکبیر سے دنیا تری بیدار ہوئی

کس کی ہیبت سے صنم سہمے ہوئے رہتے تھے

منھ کے بل گر کے ھُواللہُ اَحد کہتے تھے (۱۰)

مذکورہ شعر میں الفاظ کی ترتیب اردو قواعد کے مطابق اور نثر کی صورت میں ہے۔ اگرچہ مذکورہ شعر نثر میں لکھا گیا ہے لیکن یہ اپنے اندر شاعرانہ حسن سموئے ہوئے ہے۔

نثر:

(i) کون سی قوم فقط تیری طلبگار ہوئی۔ اور تیرے لیے زحمت کشِ پیکار ہوئی۔

جملہ اسمیہ خبریہ

- ہوئی، ہوئی-----------------افعالِ ناقصہ
- قوم، تیری، تیرے-----------------مبتدا
- طلبگار، زحمت کشِ پیکار-------------خبر
- کون سی-----------------حرفِ استفہام
- اور---------------------حرفِ عطف
- فقط-------------------حرفِ خصوصیت
- لیے-------------حرفِ جار متعلقاتِ خبر
- تیرے-------------مجرور

مذکورہ شعر میں مبتدا "قوم" کے ساتھ حرفِ استفہام "کون سی" مل کر اقبال کے شکوے کا بھرپور اظہار کر رہا ہے۔

نثر:

(ii) کس کی شمشیر جہاں گیر (اور) جہاں دار ہوئی۔ کس کی تکبیر سے تری دنیا بیدار ہوئی۔

جملہ اسمیہ خبریہ

ہوئی، ہوئی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ

شمشیر، جہاں گیر، جہاں دار، دنیا، بیدار۔۔۔۔۔۔ خبر

یہاں "مبتدا" حذف کر دیا گیا ہے۔

(اور) ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ عطف

سے۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ جار متعلقاتِ خبر

تکبر۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مجرور

کس کی، کس کی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ استفہام

تری۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ اضافت

نثر:

(iii) کس کی ہیبت سے صنم سہمے ہوئے رہتے تھے۔ (اور) منھ کے بل گر کے ھُواللہُ اَحَد کہتے تھے۔

جملہ فعلیہ خبریہ

رہتے تھے، کہتے تھے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فعل متعدی

یہاں فاعل محذوف ہے۔

صنم، ھُواللہُ اَحَد۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مفعول

سے۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ جار متعلقاتِ فعل

ہیبت۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مجرور

سہمے ہوئے، منھ کے بل گر کے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اسم حالیہ

(اور) ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ عطف

کس کی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ استفہام

اگرچہ اوّل الذکر اور مؤخر الذکر اشعار میں بالترتیب "مبتدا" اور "فاعل" حذف کر دیے گئے ہیں لیکن ان کی غیر موجودگی کے باوجود علامہ کے شکوے کی ترسیل کامل ہے۔

آ گیا عین لڑائی میں اگر وقتِ نماز
قبلہ رُو ہو کے زمیں بوس ہوئی قومِ حجاز
ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمودوایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز
بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے
تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے (۱۱)

نثر:

(i) اگر عین لڑائی میں وقتِ نماز آگیا(تو) قومِ حجاز قبلہ رُو ہو کے زمیں بوس ہوئی۔

آگیا، ہوئی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فعل ناقص

قومِ حجاز۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا

وقتِ نماز، قبلہ رُو ہو کے، زمیں بوس۔۔۔۔۔۔خبر

میں۔۔۔۔۔۔۔حرفِ جار متعلقاتِ خبر

عین لڑائی۔۔۔۔۔۔مجرور

اگر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ شرط

(تو) ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ خصوصیت

کے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ اضافت

جملہ اسمیہ خبریہ

نثر:

(ii) محمود وایاز ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے۔(تو) نہ کوئی بندہ اور نہ کوئی بندہ نواز رہا۔

کھڑے ہو گئے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فعلِ متعدی

محمود وایاز۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فاعل

صف۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مفعول

میں۔۔۔۔۔۔۔حرفِ جار متعلقاتِ فعل

صف۔۔۔۔۔۔مجرور

ایک ہی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ خصوصیت

جملہ فعلیہ خبریہ

رہا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فعل ناقص

یہاں مبتدا محذوف ہے۔

بندہ، بندہ نواز۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خبر

اور۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ عطف

نہ، نہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ نفی

تو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ خصوصیت

کوئی، کوئی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ضمیرِ تنکیری

جملہ اسمیہ خبریہ

مذکورہ شعر کا پہلا مصرع نحویاتی اعتبار سے جملہ فعلیہ خبریہ ہے اور دوسرا مصرع جملہ اسمیہ خبریہ۔ جبکہ لفظ "کوئی" ضمیرِ تنکیری ہے جو غیر متعین اشیاء یا اشخاص کے لیے استعمال کی جاتی ہے۔ اس نحویاتی دورنگی نے شعر کے حسن کو دوبالا کر دیا ہے۔

نثر:

(iii) نحویاتی نقطہ نظر سے یہ شعر نثر کی شکل میں لکھا گیا ہے۔

جملہ اسمیہ خبریہ:

ہوئے، پہنچے، ہوئے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ

بندہ، صاحب، محتاج، غنی، سرکار۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا

ایک، ایک۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خبر

متعلقاتِ خبر:

میں۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ جار

سرکار۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مجرور

تو، سبھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حروفِ خصوصیت

و، و، و۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حروفِ عطف

محفلِ کون و مکاں میں سحر و شام پھرے

مئے توحید کو لے کر صفتِ جام پھرے

کوہ میں، دشت میں لے کر ترا پیغام پھرے

اور معلوم ہے تجھ کو، کبھی ناکام پھرے!

دشت تو دشت ہیں، دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے

بحرِ ظلمات میں دوڑا دیے گھوڑے ہم نے (۱۲)

نثر:

(i) (وہ) کون و مکاں کی محفل میں سحر و شام پھرے۔ (وہ) مئے توحید کو لے کر صفتِ جام پھرے۔

جملہ فعلیہ خبریہ:

سحر و شام پھرے، صفتِ جام پھرے۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ متعدی

(وہ)، (وہ) ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فاعل

محفل، مئے توحید۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مفعول

متعلقاتِ فعل:

میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حروفِ جار

محفل۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مجرور

لے کر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ خصوصیت

کو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔علامتِ مفعول

کون و مکاں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اسم ظرفِ مکاں

مذکورہ شعر میں اسم ظرفِ مکاں کا خوبصورت استعمال کیا گیا ہے۔

نثر:

(ii) (ہم) ترا پیغام لے کر کوہ میں، دشت میں پھرے۔ اور تجھ کو معلوم ہے (کہ) کبھی ناکام پھرے۔

جملہ اسمیہ خبریہ

پھرے، ہے، پھرے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ

(ہم)، تجھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا

پیغام، کوہ میں، دشت میں پھرے، معلوم، ناکام۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر

متعلقاتِ خبر:

میں، میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ جار

کوہ، دشت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مجرور

لے کر، اور۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ عطف

کبھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ ایجاب

(کہ) ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ علت

کو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ علامتِ مفعول

ترا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ اضافت

نثر:

(iii) ہم نے دشت تو دشت، دریا بھی نہ چھوڑے ہیں۔ ہم نے بحرِ ظلمات میں گھوڑے دوڑا دیے ہیں۔

جملہ اسمیہ خبریہ

ہیں، (ہیں) ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ

ہم، ہم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا

دشت تو دشت دریا بھی نہ چھوڑے، گھوڑے دوڑا دیے۔۔۔۔۔ خبر

نے، نے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ علامتِ فعل

نہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ نفی

متعلقاتِ خبر:

میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ جار

بحرِ ظلمات۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مجرور

تو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ خصوصیت

بھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ عطف

صفحۂ دہر سے باطل کو مٹایا ہم نے

نوعِ انساں کو غلامی سے چھڑایا ہم نے

تیرے کعبے کو جبینوں سے بسایا ہم نے

تیرے قرآن کو سینوں سے لگایا ہم نے

پھر بھی ہم سے یہ گلہ ہے کہ وفادار نہیں

ہم وفادار نہیں، تُو بھی تو دل دار نہیں! (۱۳)

نثر:

(i) ہم نے صفحۂ دہر سے باطل کو مٹایا۔ ہم نے نوعِ انساں کو غلامی سے چھڑایا۔

جملہ فعلیہ خبریہ:

- باطل کو مٹایا، چھڑایا ---------- فعل متعدی
- ہم، ہم ---------- فاعل
- صفحۂ دہر، نوعِ انساں ---------- مفعول
- نے، نے ---------- علامتِ فاعل
- متعلقاتِ فعل:
  - سے، سے ---------- حرفِ جار
  - صفحۂ دہر، غلامی ---------- مجرور
- کو ---------- علامتِ مفعول

نثر:

(ii) ہم نے جبینوں سے تیرے کعبے کو بسایا۔ ہم نے سینوں سے تیرے قرآن کو لگایا۔

جملہ فعلیہ خبریہ:

- بسایا، لگایا ---------- افعالِ متعدی
- ہم، ہم ---------- فاعل
- کعبے، قرآن ---------- مفعول
- نے، نے ---------- علامتِ فاعل
- کو ---------- علامتِ مفعول
- متعلقہ فعل:
  - سے، سے ---------- حروفِ جار
  - جبینوں، سینوں ---------- مجرور
- تیرے، تیرے ---------- حروفِ اضافت

مذکورہ اشعار میں فاعل اور علامتِ فاعل کی تکرار نے شعر کو دبنگ بنا دیا ہے۔ یہی دبنگ اور بارُعب لب و لہجہ اقبال کے کلام میں جابجا نظر آتا ہے۔ اس صوتی تکرار سے اشعار کا مفہوم واضح ہو گیا ہے۔

نثر:

(iii) ہم سے یہ گلہ ہے پھر بھی کہ ہم وفادار نہیں (ہیں)۔ ہم وفادار نہیں (ہیں) تُو بھی تو دل دار نہیں (ہے)۔

ہے،(ہیں)،(ہیں)،(ہے) ---------------افعالِ ناقصہ
ہم، ہم، ہم، تُو---------------------------مبتدا
یہ گلہ، وفادار، دلدار---------------------خبر
سے---------------حرفِ جار متعلقاتِ خبر
ہم---------------مجرور
یہ، تو--------------------------حروفِ خصوصیت
پھر، بھی------------------------حروفِ عطف
کہ-----------------------------حروفِ علّت
نہیں، نہیں، نہیں-------------------حروفِ نفی

جملہ اسمیہ خبریہ

مندرجہ بالا شعر میں خبر "دلدار" اپنے اندر معنوی وسعت لیے ہوئے ہے۔

اُمّتیں اور بھی ہیں، ان میں گنہگار بھی ہیں
عِجز والے بھی ہیں، مستِ مئے پندار بھی ہیں
ان میں کاہل بھی ہیں، غافل بھی ہیں، ہشیار بھی ہیں
سیکڑوں ہیں کہ ترے نام سے بیزار بھی ہیں
رحمتیں ہیں تری اغیار کے کاشانوں پر
برق گرتی ہے تو بے چارے مسلمانوں پر (۱۴)

نثر:

(i) اور بھی امتیں ہیں (اور) ان میں گنہگار بھی ہیں۔ عِجز والے بھی ہیں (اور) مستِ مئے پندار بھی ہیں۔

ہیں، ہیں، ہیں، ہیں---------------------افعالِ ناقصہ
امتیں-------------------------------مبتدا
گنہگار، عِجز والے، مستِ مئے پندار--------------خبر
اور، بھی، (اور)، بھی، بھی، (اور) ، بھی------حروفِ عطف
میں---------------حروفِ جار متعلقاتِ خبر
ان---------------مجرور

جملہ اسمیہ خبریہ

نثر:

(ii) ان میں کاہل بھی ہیں (اور) غافل بھی ہیں (اور) ہشیار بھی ہیں۔ ترے نام سے سیکڑوں ہیں (جو) کہ بیزار بھی ہیں۔

جملہ اسمیہ خبریہ:

ہیں، ہیں، ہیں، ہیں، ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ
ان، نام۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا
کاہل، غافل، ہشیار، بیزار۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر
متعلقاتِ خبر: میں، سے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ جار
ان، نام۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مجرور
سیکڑوں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ غیر معین عدد
بھی، (اور)، بھی، (اور)، بھی، بھی۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ عطف
کہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ علّت
جو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ شرط

وہ صنعت جس میں کسی شے کی تعداد کا مفہوم پایا جائے، صفتِ عددی کہلاتا ہے۔ اس کی دو اقسام ہیں۔ (i)عدد معین اور (ii)عدد غیر معین۔ مذکورہ شعر میں صنعت عددی کی دوسری قسم عدد غیر معین کا استعمال کیا گیا ہے۔ یہاں سیکڑوں سے مراد تعداد نامعلوم ہے ان لوگوں کی جو اللہ کو نہیں مانتے۔

نثر:

(iii) تری رحمتیں اغیار کے کاشانوں پر ہیں۔ بے چارے مسلمانوں پر تو برق گرتی ہے۔

جملہ اسمیہ خبریہ:

ہیں، گرتی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ
رحمتیں، بے چارے مسلمانوں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا
اغیار کے کاشانوں، برق گرتی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر
تری، کے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ اضافت
تو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ خصوصیت
متعلقاتِ خبر: پر، پر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ جار
کاشانوں، مسلمانوں۔۔۔۔۔۔ مجرور

اگر مندرجہ بالا شعر میں حرفِ خصوصیت "تو" کا استعمال نہ کیا جاتا تو مصرع کی بندش چست نہ رہتی۔

بُت صنم خانوں میں کہتے ہیں مسلمان گئے
ہے خوشی ان کو کہ کعبے کے نگہبان گئے
منزلِ دہر سے اونٹوں کے حُدی خوان گئے
اپنی بغلوں میں دبائے ہُوئے قرآن گئے
خندہ زن کُفر ہے، احساس تجھے ہے کہ نہیں
اپنی توحید کا کچھ پاس تجھے ہے کہ نہیں (۱۵)

نثر:

(i) بت صنم خانوں میں کہتے ہیں (کہ) مسلمان گئے۔ ان کو خوشی ہے کہ کعبے کے نگہبان گئے۔

جملہ اسمیہ خبریہ:

کہتے ہیں، گئے، ہے، گئے------------------افعالِ ناقصہ
بت، مسلمان، ان، کعبے---------------------مبتدا
مسلمان گئے، خوشی، نگہبان گئے-----------------خبر
متعلقاتِ خبر:
میں------------حروفِ جار
صنم خانوں----------مجرور
(کہ)، کہ------------------------حروفِ علت
کو--------------------------------علامتِ مفعول
کے-----------------------------حرفِ اضافت

نثر:

(ii) اونٹوں کے حُدی خوان منزلِ دہر سے گئے۔ اپنی بغلوں میں قرآن دبائے ہوئے گئے۔

جملہ اسمیہ خبریہ:

گئے، گئے---------------------------افعالِ ناقصہ
اونٹوں کے حُدی خوان، اپنی---------------مبتدا
منزلِ دہر سے گئے، قرآن دبائے ہوئے----------خبر
کے، اپنی----------------------حروفِ اضافت
متعلقاتِ خبر:
سے، میں-----------حروفِ جار
منزلِ دہر، بغلوں---------مجرور

نثر:

(iii) تجھے احساس ہے کہ نہیں (کہ) کفر خندہ زن ہے۔ تجھے اپنی توحید کا کچھ پاس ہے کہ نہیں۔

مذکورہ بند کے تمام اشعار میں افعالِ ناقصہ سے ہی شکوہ کا اظہار ہو رہا ہے۔
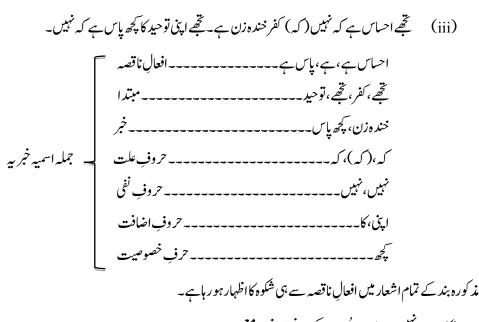
یہ شکایت نہیں، ہیں اُن کے خزانے معمور
نہیں محفل میں جنھیں بات بھی کرنے کا شعور
قہر تو یہ ہے کہ کافر کو ملیں حُور و قصور
اور بے چارے مسلماں کو فقط وعدۂ حور
اب وہ اَلطاف نہیں، ہم پہ عنایات نہیں
بات یہ کیا ہے کہ پہلی سی مُدارات نہیں (۱۶)

نثر:

(i) یہ شکایت نہیں (ہے) (کہ) ان کے خزانے معمور ہیں۔ جنہیں محفل میں بات بھی کرنے کا شعور نہیں (ہے)۔

جملہ اسمیہ خبریہ:

- (ہے)، ہیں، (ہے)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ
- اُن کے، جنہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا
- شکایت، خزانے معمور، بات بھی کرنے کا شعور۔۔۔۔۔۔خبر
- نہیں، نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حروفِ نفی
- (کہ)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ علت
- کا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ اضافت
- متعلقاتِ خبر:
  - میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حروفِ جار
  - محفل۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مجرور

نثر:

(ii) یہ تو قہر ہے کہ کافر کو حُور و قصور اور بے چارے مسلماں کو صرف وعدۂ حور ملیں۔

جملہ اسمیہ خبریہ

ہے، ملیں ---------------- افعالِ ناقصہ
کافر، مسلماں ---------------- مبتدا
قہر، حُور و قصور، بے چارے، وعدۂ حور ------ خبر
یہ، تو، فقط ------------ حروفِ خصوصیت
کو، کو -------------- علامتِ مفعول
اور ---------------- حرفِ عطف

مذکورہ شعر میں "کافر" اور "مسلماں" جہاں بطورِ مبتدا آئے ہیں وہیں یہ تضاد کا بھی اظہار کر رہے ہیں۔ ان دونوں الفاظ میں تقابل کا حسن موجود ہے۔

نثر:

(iii) ہم پہ اب الطاف نہیں (ہے) وہ عنایات نہیں (ہیں)۔ یہ کیا بات ہے کہ پہلی سی مدارات نہیں (ہیں)۔

جملہ اسمیہ خبریہ

(ہے)، ہیں، بات ہے، (ہیں) ------------- افعالِ ناقصہ
ہم ------------------------------ مبتدا
الطاف، عنایات، بات، پہلی سی مدارات ------------ خبر
متعلقاتِ خبر: پہ -------------- حرفِ جار؛ ہم -------------- مجرور
اب، یہ -------------------- حروفِ خصوصیت
نہیں، نہیں، نہیں -------------------- حروفِ نفی
پہلی سی ------------------------ حروفِ تشبیہ
کیا ---------------------------- حرفِ استفہام
وہ -------------------------- اسم اشارہ بعید

مندرجہ بالا شعر میں اسم اشارہ بعید کی موجودگی سے تقابلی حسن پیدا ہو گیا ہے۔ وہ اسم جو کسی شخص، چیز یا جگہ کی نزدیکی یا دوری کو ظاہر کرے اسم اشارہ کہلاتا ہے، قریب کی چیز کے لیے اشارہ قریب اور دور کی چیز کے لیے اشارہ بعید ہے۔

کیوں مسلمانوں میں ہے دولتِ دنیا نایاب

تیری قدرت تو ہے وہ جس کی نہ حد ہے نہ حساب
تُو جو چاہے تو اٹھے سینۂ صحرا سے حباب
رہر وِ دشت ہو سیلی ذدۂ موجِ سراب

طعنِ اغیار ہے، رسوائی ہے، ناداری ہے
کیا ترے نام پہ مرنے کا عوض خواری ہے؟ (۱۷)

نثر:

(i) مسلمانوں میں دنیا کی دولت نایاب کیوں ہے۔ تیری قدرت وہ ہے جس کی نہ تو حد (اور) نہ حساب ہے۔

جملہ اسمیہ خبریہ:

ہے، ہے، ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ
مسلمانوں، دولت دنیا، قدرت۔۔۔۔۔۔۔مبتدا
نایاب، حد، حساب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خبر
متعلقاتِ خبر:
میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ جار
مسلمانوں۔۔۔۔۔۔۔مجرور
کیوں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ استفہام
وہ، تو، جس۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حروفِ خصوصیت
(اور) ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ عطف
تیری، کی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حروفِ اضافت
نہ، نہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حروفِ نفی

نثر:

(ii) جو تو چاہے تو سینۂ صحرا سے احباب اٹھے۔ (اور) رہروِ دشت سیلی ذدۂ موجِ سراب ہو۔

جملہ فعلیہ خبریہ:

چاہے، حباب اٹھے، سیلی ذدۂ موجِ سراب ہو۔۔۔۔۔افعالِ متعدی
تُو، رہرو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فاعل
سینۂ صحرا، دشت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مفعول
جو، تو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حروفِ خصوصیت
(اور) ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ علّت
متعلقات فعل:
سے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ جار
سینۂ صحرا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مجرور

نثر:

(iii) طعنِ اغیار ہے (اور) رسوائی ہے (اور) ناداری ہے۔ کیا ترے نام پہ مرنے کا عوض خواری ہے۔
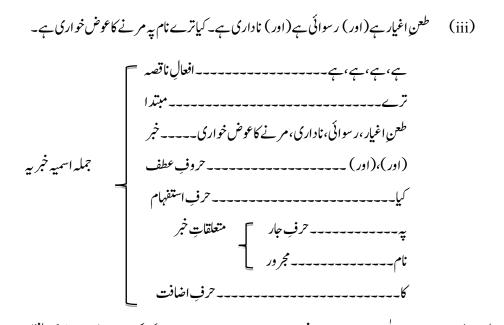
مذکورہ شعر کے مصرع اولیٰ میں مبتدا موجود نہیں ہے اس کے باوجود افعالِ ناقصہ کی تکرار اور خبر نے مل کر لفظی اور معنوی لحاظ سے مصرع کو چست بنا دیا ہے۔

بنی اغیار کی اب چاہنے والی دنیا
رہ گئی اپنے لئے ایک خیالی دنیا
ہم تو رخصت ہُوئے، اوروں نے سنبھالی دنیا
پھر نہ کہنا ہُوئی توحید سے خالی دنیا
ہم تو جیتے ہیں کہ دنیا میں ترا نام رہے
کہیں ممکن ہے کہ ساقی نہ رہے، جام رہے! (۱۸)

نثر:

(i) اغیار کی دنیا اب چاہنے والی بنی۔ اپنے لیے ایک خیالی دنیا رہ گئی۔

بنی، رہ گئی ---------------- افعالِ ناقصہ
اغیار کی دنیا، اپنے ----------------- مبتدا
چاہنے والی، خیالی دنیا ---------------- خبر
کی، اپنے ---------------- حروفِ اضافت
اب، لیے، ایک ------------- حرفِ خصوصیت
جملہ اسمیہ خبریہ

نثر:

(ii) ہم رخصت ہوئے تو اوروں نے دنیا سنبھالی۔ پھر نہ کہنا (کہ) توحید سے دنیا خالی ہوئی۔

جملہ فعلیہ خبریہ:

رخصت ہوئے، سنبھالی، کہنا، خالی ہوئی---------افعالِ متعدی
ہم، اوروں---------------------------فاعل
دنیا، دنیا---------------------------مفعول
نے------------------------------علامتِ فاعل
(کہ) ---------------------------حرفِ علّت
پھر----------------------------حرفِ عطف
نہ-----------------------------حرفِ نفی
متعلقاتِ فعل:
سے--------------حرفِ جار
توحید-------------مجرور

نثر:

(iii) ہم تو جیتے ہیں (اس لیے) کہ دنیا میں ترا نام رہے۔ کہیں (ایسا) ممکن ہے کہ ساقی نہ رہے (اور) جام رہے۔

جملہ اسمیہ خبریہ:

جیتے ہیں، رہے، ممکن ہے، رہے، رہے---------افعالِ ناقصہ
ہم، دنیا----------------------------مبتدا
نام رہے، ساقی، جام-----------------------خبر
تو، (اس لیے)، (ایسا) ---------------حرفِ خصوصیت
کہ، کہ---------------------------حروفِ علت
متعلقاتِ خبر:
میں--------------حرفِ جار
دنیا--------------مجرور
نہ-----------------------------حرفِ نفی
(اور) ------------------------حرفِ عطف

افعالِ ناقصہ کی تکرار نے مذکورہ شعر کو حسین اور تہہ دار پہلوؤں کا حامل بنا دیا ہے۔

تیری محفل بھی گئی چاہنے والے بھی گئے
شب کی آہیں بھی گئیں، صبح کے نالے بھی گئے
دل تجھے دے بھی گئے، اپنا صِلا لے بھی گئے
آ کے بیٹھے بھی نہ تھے، اور نکالے بھی گئے
آئے عشاق ،گئے وعدۂ فردا لے کر

اب انہیں ڈھونڈ چراغِ رخِ زیبا لے کر (۱۹)

نثر:

(i) تیری محفل بھی گئی (اور) چاہنے والے بھی گئے۔ شب کی آہیں بھی گئیں (اور) صبح کے نالے بھی گئے۔

جملہ اسمیہ خبریہ:

گئی، گئے، گئیں، گئے ــــــــــــــــــ افعالِ ناقصہ
محفل ــــــــــــــــــ مبتدا
محفل بھی گئی، چاہنے والے، شب کی آہیں، صبح کے نالے ــــــــــــــــــ خبر
بھی، (اور)، بھی، بھی، (اور)، بھی ــــــــــــــــــ حروفِ عطف
تیری، کی، کے ــــــــــــــــــ حروفِ اضافت

نثر:

(ii) دل تجھے دے بھی گئے (اور) اپنا صِلا لے بھی گئے۔ آ کے بیٹھے بھی نہ تھے اور نکالے بھی گئے۔

مذکورہ شعر کا دوسرا مصرع اگرچہ نثر کی شکل میں لکھا گیا ہے لیکن شعری خوبصورتی اپنے اندر لیے ہوئے ہے۔

جملہ اسمیہ خبریہ:

گئے، گئے، تھے، گئے ــــــــــــــــــ افعالِ ناقصہ
تجھے ــــــــــــــــــ مبتدا
دل دے، صِلا لے، آ کے بیٹھے، نکالے ــــــــــــــــــ خبر
بھی، (اور)، بھی، بھی، اور، بھی ــــــــــــــــــ حروفِ عطف
نہ ــــــــــــــــــ حرفِ نفی
اپنا، کے ــــــــــــــــــ حروفِ اضافت

مذکورہ دونوں اشعار میں تقابل کا حسن پایا جاتا ہے، جو الفاظ مصرعوں میں بہ طور خبر استعمال کیے گئے ہیں وہی تضاد کا بھی اظہار کرتے ہیں۔

نثر:

(iii) عشاق آئے (اور) وعدۂ فردا لے کر گئے۔ انہیں اب چراغِ رخِ زیبا لے کر ڈھونڈ۔

جملہ اسمیہ خبریہ:

آئے، گئے، ڈھونڈ ــــــــــــــــــ افعالِ ناقصہ
عشاق، انہیں ــــــــــــــــــ مبتدا
وعدۂ فردا، چراغِ رخِ زیبا ــــــــــــــــــ خبر
(اور) ــــــــــــــــــ حرفِ عطف
لے کر، اب، لے کر ــــــــــــــــــ حروفِ خصوصیت

مذکورہ شعر عام نحوی ترکیب میں لکھا گیا ہے۔

دردِ لیلیٰ بھی وہی، قیس کا پہلو بھی وہی
نجد کے دشت و جَبَل میں رمِ آہُو بھی وہی
عشق کا دل بھی وہی، حسن کا جادو بھی وہی
اُمَّتِ احمدِ مُرسلؐ بھی وہی، تُو بھی وہی
پھر یہ آزُردگیِ غیر سبب کیا معنی
اپنے شیداؤں پہ یہ چشمِ غضب کیا معنی (۲۰)

نثر:

(i) دردِ لیلیٰ بھی وہی (اور) قیس کا پہلو بھی وہی (ہے)۔ نجد کے دشت و جَبَل میں رمِ آہُو بھی وہی (ہے)۔

جملہ اسمیہ خبریہ:
- (ہے)، (ہے) ------------------------ افعالِ ناقصہ
- نجد کے دشت و جَبَل ------------------------ مبتدا
- دردِ لیلیٰ، قیس کا پہلو، رمِ آہُو ------------------------ خبر
- بھی، (اور)، بھی، بھی ------------------------ حروفِ عطف
- وہی، وہی، وہی ------------------------ حروفِ خصوصیت
- کا، کے ------------------------ حروفِ اضافت

نثر:

(ii) دل کا عشق بھی وہی (ہے) (اور) حسن کا جادو بھی وہی (ہے)۔ امتِ احمدِ مُرسلؐ بھی وہی (ہے) (اور) تو بھی وہی (ہے)۔

جملہ اسمیہ خبریہ:
- (ہے)، (ہے)، (ہے)، (ہے) ------------------------ افعالِ ناقصہ
- دل، حسن، امَّتِ احمدِ مُرسلؐ، تُو ------------------------ مبتدا
- عشق بھی وہی، جادو بھی وہی، بھی وہی، بھی وہی ------------------------ خبر
- کا، کا ------------------------ حروفِ اضافت
- بھی، (اور)، بھی، بھی، (اور)، بھی ------------------------ حروفِ عطف
- وہی، وہی، وہی، وہی ------------------------ حروفِ خصوصیت

نحویاتی پیرائے میں دیکھا جائے تو مذکورہ دونوں اشعار میں حروفِ عطف کی تکرار نے اشعار کی معنی خیزی اور اثر پذیری میں اضافہ کر دیا ہے۔

نثر:

(iii) پھر یہ آزردگی غیر سبب کیا معنی (ہے)۔ اپنے شیداؤں پہ یہ چشمِ غضب کیا معنی (ہے)۔

جملہ اسمیہ خبریہ:

معنی (ہے)، معنی (ہے) --------------- افعالِ ناقصہ

شیداؤں ----------------------- مبتدا

آزردگی غیر سبب، چشمِ غضب --------------- خبر

کیا، کیا ----------------------- حروفِ استفہام

متعلقاتِ خبر:

یہ -------------- حرفِ جار

شیداؤں ------------- مجرور

پھر ----------------------- حرفِ عطف

یہ، یہ -------------------- اسم اشارہ قریب

مندرجہ بالا شعر عام نحوی ترکیب میں لکھا گیا ہے۔

تجھ کو چھوڑا کہ رسولِ عَرَبیؐ کو چھوڑا؟

بُت گری پیشہ کیا، بُت شکنی کو چھوڑا؟

عشق کو عشق کی آشفتہ سَری کو چھوڑا؟

رسمِ سلمانؓ و اویس قرنیؓ کو چھوڑا؟

آگ تکبیر کی سینوں میں دبی رکھتے ہیں

زندگی مثلِ بلالِ حبشیؓ رکھتے ہیں (۲۱)

نثر:

(i) (کیا) (ہم) (نے) تجھ کو چھوڑا کہ رسول عربیؐ کو چھوڑا؟ بت گری پیشہ کیا (ہے) (ہم) نے بت شکنی کو چھوڑا۔

جملہ اسمیہ خبریہ:

چھوڑا، چھوڑا، (ہے)، چھوڑا --------------- افعالِ ناقصہ

(ہم)، تجھ، (ہم) ---------------------- مبتدا

رسولِ عربیؐ، بت گری، پیشہ، بت شکنی ------------ خبر

(نے)، (نے) ---------------------- علامتِ فاعل

کو، کو، کو ---------------------- علامتِ مفعول

کہ ---------------------------- حرفِ علّت

(کیا)، کیا ---------------------- حروفِ استفہام

نثر:

(ii) (کیا) (ہم) (نے) عشق کو اور عشق کی آشفتہ سری کو چھوڑا؟ (کیا) (ہم) (نے) سلیمان و اویس قرنی (کی) رسم کو چھوڑا؟

چھوڑا، چھوڑا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ
(ہم)، عشق، سلمانؓ و اویس قرنیؒ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا
عشق کی آشفتہ سری، رسم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خبر
(نے)، (نے) ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔علامتِ فاعل جملہ اسمیہ خبریہ
کو، کو، کو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔علامتِ مفعول
(اور)، و۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حروفِ عطف
کی، (کی)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حروفِ اضافت

مذکورہ دونوں اشعار سوالیہ انداز میں پیش کیے گئے ہیں، لیکن ان میں حروفِ استفہام کا استعمال نہیں کیا گیا۔ یہ اقبال کا ہی فن ہے کہ وہ ایک بات کو مختلف جہتوں کے ساتھ پیش کر سکتے ہیں۔ مذکورہ اشعار میں افعالِ ناقصہ ہی سوالیہ انداز کو جنم دے رہے ہیں۔

نثر:

(iii) (ہم) تکبیر کی آگ سینوں میں دبی رکھتے ہیں۔ (ہم) زندگی مثلِ بلالِ حبشی رکھتے ہیں۔

دبی رکھتے ہیں، رکھتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فعل متعدی
(ہم)، تکبیر کی آگ، (ہم)، بلال حبشیؓ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فاعل
سینوں، زندگی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مفعول
کی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ اضافت جملہ فعلیہ خبریہ
مثل۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ تشبیہ
میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ جار متعلقاتِ فعل
سینوں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مجرور

مذکورہ شعر نحوی پیرائے میں ہی لکھا گیا ہے۔

عشق کی خیر وہ پہلی سی ادا بھی نہ سہی
جادۂ پیمائی تسلیم و رضا بھی نہ سہی
مضطرب دل صفَتِ قبلہ نُما بھی نہ سہی
اور پابندیِ آئینِ وفا بھی نہ سہی

کبھی ہم سے، کبھی غیروں سے شناسائی ہے
بات کہنے کی نہیں، تُو بھی تو ہرجائی ہے (۲۲)

نثر:

(i) خیر عشق کی وہ پہلی سی ادا نہ بھی سہی۔ جادہ پیمائی اور تسلیم ورضا نہ بھی سہی۔

جملہ اسمیہ خبریہ:

سہی، سہی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ
عشق۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا
پہلی سی ادا، جادہ پیمائی، تسلیم ورضا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر
کی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ اضافت
وہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ خصوصیت
بھی، اور، و، بھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ عطف
نہ، نہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ نفی
پہلی سی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ تشبیہ
خیر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ اختصار

مذکورہ شعر میں حرفِ اختصار نے دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔

نثر:

(ii) (ہمارا) مضطرب دل قبلہ نما صفت نہ بھی سہی۔ اور آئینِ وفا (کی) پابندی نہ بھی سہی۔

جملہ اسمیہ خبریہ:

سہی، سہی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ
(ہمارا)، مضطرب دل۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا
قبلہ نما صفت، آئینِ وفا (کی) پابندی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر
نہ، نہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ نفی
بھی، اور، بھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ عطف
(کی) ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ اضافت

نثر:

(iii) ہم سے کبھی (اور) کبھی غیروں سے شناسائی ہے۔ (یہ) بات کہنے کی نہیں (ہے) (کہ) تو بھی تو ہرجائی ہے۔

جملہ اسمیہ خبریہ

ہے، (ہے)، ہے ------------------- افعالِ ناقصہ

ہم، تو --------------------------- مبتدا

شناسائی، ہر جائی ------------------------- خبر

سے، سے ---------- حروفِ جار ⎤ متعلقاتِ خبر

ہم، غیروں ---------- مجرور ⎦

کبھی، کبھی، یہ، تو ---------------- حروفِ خصوصیت

(اور)، بھی ---------------------- حروفِ عطف

کی --------------------------- حرفِ اضافت

(کہ) ------------------------ حرفِ علت

اقبال نظموں کے مرکزی خیال اور عنوان کو مدِ نظر رکھتے تھے۔ مذکورہ شعر میں شکوہ عام نحوی ترکیب کا حسین استعمال کیا ہے

فاراں پہ کیادین کو کامل تونے
اک اشارے میں ہزاروں کے لیے دل تو نے
آتش اندوز کیا عشق کا حاصل تو نے
پھونک دی گرمیِ رخسار سے محفل تُو نے
آج کیوں سینے ہمارے شرر آباد نہیں
ہم وہی سوختہ ساماں ہیں، تجھے یاد نہیں؟ (۲۳)

نثر:

(i) تونے دین کو فاراں پہ کامل کیا۔ تُونے اک اشارے میں ہزاروں کے دل لیے۔

جملہ اسمیہ خبریہ

کیا، لیے --------------------- افعالِ ناقصہ

تُو، تُو ------------------------ مبتدا

دین کو کامل، ہزاروں کے دل ------------ خبر

پہ، میں ---------- حروفِ جار ⎤ متعلقاتِ خبر

فاراں، اشارے ------- مجرور ⎦

نے، نے -------------------- علامتِ فاعل

کو --------------------- علامتِ مفعول

کے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ اضافت

اک۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ خصوصیت

نثر:

(ii) تو نے عشق کا حاصل آتش اندوز کیا۔ تو نے گرمیِ رخسار سے محفل پھونک دی۔

آتش اندوز کیا، محفل پھونک دی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ متعدی

تُو، تُو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فاعل

عشق کا حاصل، محفل۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مفعول

سے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ جار] متعلقاتِ فعل

گرمئ رخسار۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مجرور]

نے، نے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ علامتِ فاعل

کا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ اضافت

} جملہ فعلیہ خبریہ

نثر:

(iii) ہمارے سینے آج کیوں شرر آباد نہیں ہیں۔ (کیا) تجھے یاد نہیں ہم وہی سوختہ ساماں ہیں؟

ہیں، ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ

ہمارے سینے، تجھے، ہم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا

شرر آباد، یاد، سوختہ ساماں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر

کیوں، (کیا) ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ استفہام

نہیں، نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ نفی

وہی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ خصوصیت

آج۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اسم ظرفِ زماں

} جملہ اسمیہ خبریہ

وادیِ نجد میں وہ شورِ سلاسل نہ رہا
قیس دیوانۂ نظّارۂ محمل نہ رہا
حوصلے وہ نہ رہے، ہم نہ رہے، دل نہ رہا
گھر یہ اُجڑا ہے کہ تُو رونقِ محفل نہ رہا

اے خوش آں روز کہ آئی و بصد ناز آئی
بے حجابانہ سُوئے محفلِ ما باز آئی (۲۴)

نثر:

(i) وادیِ نجد میں وہ شورِ سلاسل نہ رہا۔ قیس نظارۂ محمل کا دیوانہ نہ رہا۔

جملہ اسمیہ خبریہ:
- رہا، رہا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ
- وادیِ نجد، قیس۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا
- شورِ سلاسل، نظارۂ محمل کا دیوانہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر
- متعلقاتِ خبر:
  - میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ جار
  - نجد۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مجرور
- وہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ خصوصیت
- نہ، نہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ نفی
- کا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ اضافت

اردو گرامر کی رو سے مذکورہ شعر نثر کی صورت ہی لکھا گیا ہے اور یہ اپنے اندر شاعرانہ حسن بھی رکھتا ہے۔

نثر:

(ii) وہ حوصلے نہ رہے، ہم نہ رہے (اور) دل نہ رہا۔ تو رونقِ محفل نہ رہا (اس لیے) کہ یہ گھر اجڑا ہے۔

جملہ اسمیہ خبریہ:
- رہے، رہے، رہا، رہا، ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ
- ہم، تُو، گھر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا
- حوصلے نہ رہے، ہم نہ رہے، دل نہ رہا، رونقِ محفل، اجڑا۔۔۔۔ خبر
- نہ، نہ، نہ، نہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ نفی
- یہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اسم اشارہ قریب
- (اور)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ عطف
- (اس لیے)، کہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ علت
- وہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اسم اشارہ بعید

مندرجہ بالا شعر میں افعال ناقصہ اور حروفِ نفی کی تکرار نے لفظی اور معنوی لحاظ سے شعر کی خوبصورتی میں اضافہ کر دیا ہے۔

نثر:

(iii) اے خوش آں روز کہ آئی وبصد ناز آئی۔ سوئے محفلِ ما بے حجابانہ باز آئی۔

جملہ اسمیہ خبریہ

آئی، آئی، آئی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ

روز، محفلِ ما۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا

خوش آں، وبصد ناز، بے حجابانہ، باز۔۔۔۔۔خبر

متعلقاتِ خبر: سوئے۔۔۔۔۔۔حرفِ جار

محفل۔۔۔۔۔۔۔۔۔مجرور

اے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ ندا

آں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اسم اشارہ بعید

کہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ وجہ

مذکورہ شعر کے مصرع ثانی میں لفظ 'ما' اسم ضمیر کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ اور کسی بھی جملے میں ضمائر کی موجودگی سے مراد مبتدا ہوتا ہے۔ لہٰذا لفظ 'ما' مذکورہ مصرع میں 'مبتدا' ہے۔ اسی طرح لفظ 'باز' فارسی نحویات کی رو سے کلمہ اضافہ ہے لیکن مذکورہ شعر میں 'واپس' کے معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔ اس لیے لفظ 'باز' خبر ہے۔

بادہ کش غیر ہیں گلشن میں لبِ جُو بیٹھے

سنتے ہیں جام بکف نغمۂ کُو کُو بیٹھے

دُور ہنگامہ گلزار سے یک سُو بیٹھے

تیرے دیوانے بھی ہیں منتظرِ "ھُو" بیٹھے

اپنے پروانوں کو پھر ذوقِ خود افروزی دے

برقِ دیرینہ کو فرمانِ جگر سوزی دے (۲۵)

نثر:

(i) گلشن میں بادہ کش غیر لبِ جُو بیٹھے ہیں۔ سنتے ہیں (کہ) (وہ) جام بکفِ نغمۂ کُو کُو بیٹھے (ہیں)۔

جملہ اسمیہ خبریہ

بیٹھے ہیں، سنتے ہیں، بیٹھے (ہیں) ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ

غیر، (وہ) ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا

بادہ کش، لبِ جُو، جام بکف نغمۂ کُو کُو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خبر

متعلقاتِ خبر: میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ جار

گلشن۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مجرور

(کہ) ------------------------ حرفِ علت

(وہ) ---------------------، حرفِ خصوصیت

نثر:

(ii) (وہ) ہنگامۂ گلزار سے یک سُو دور بیٹھے (ہیں)۔ تیرے دیوانے بھی منتظرِ "ھُو" بیٹھے ہیں۔

بیٹھے (ہیں)، بیٹھے ہیں ----------------- افعالِ ناقصہ

(وہ)، تیرے دیوانے ------------------------ مبتدا

یک سُو دور، منتظر ھُو ------------------------- خبر جملہ اسمیہ خبریہ

سے ------------- حرفِ جار متعلقاتِ خبر

ہنگامۂ گلزار -------------- مجرور

بھی -------------------------------- حروفِ عطف

نحوی پیرائے میں دیکھا جائے تو مذکورہ اشعار جملہ اسمیہ خبریہ کی عمدہ مثال ہیں۔

نثر:

(iii) اپنے پروانوں کو پھر خود افروزی کا ذوق دے۔ دیرینہ برق کو جگر سوزی (کا) فرمان دے۔

ذوق دے، فرمان دے --------------- افعالِ متعدی

پروانوں، دیرینہ برق --------------------- فاعل

خود افروزی، جگر سوزی ---------------- مفعول جملہ فعلیہ خبریہ

کو، کو --------------------------------- علامتِ مفعول

اپنے، کا، (کا) ------------------ حروفِ اضافت

پھر ---------------------------- حرفِ عطف

مندرجہ بالا شعر میں افعالِ متعدی، فاعل اور مفعول کا استعمال لفظی اور معنوی حسن کو پیش کر رہا ہے۔

قومِ آوارہ عناں تاب ہے پھر سوئے حجاز
لے اُڑا بُلبلِ بے پر کو مذاقِ پرواز
مضطرب باغ کے ہر غنچے میں ہے بُوئے نیاز
تُو ذرا چھیڑ تو دے، تشنۂ مِضراب ہے ساز

نغمے بے تاب ہیں تاروں سے نکلنے کے لیے

طُور مُضطر ہے اُسی آگ میں جلنے کے لیے (۲۶)

نثر:

(i) قومِ آوارہ پھر سوئے حجاز عناں تاب ہے۔ بلبل بے پر کو مذاقِ پرواز لے اڑا۔

ہے، لے اڑا-------------------- افعالِ ناقصہ
قومِ آوارہ، بلبل بے پر-------------------- مبتدا
سوئے حجاز، عناں تاب، مذاقِ پرواز-------------- خبر
پھر-------------------------- حرفِ عطف
کو-------------------------- علامتِ مفعول

جملہ اسمیہ خبریہ

نثر:

(ii) مضطرب باغ کے ہر غنچے میں بوئے نیاز ہے۔ تُو ذرا چھیڑ تو دے ساز تشنۂ مضراب ہے۔

ہے، دے، ہے-------------------- افعالِ ناقصہ
مضطرب باغ، ہر غنچے، تو، ساز-------------- مبتدا
بوئے نیاز، ذرا چھیڑ، تشنۂ مضراب-------------- خبر
میں-------------- حرفِ جار متعلقاتِ خبر
غنچے-------------- مجرور
ہر، ذرا، تو-------------------- حروفِ خصوصیت
کے-------------------------- حرفِ اضافت

جملہ اسمیہ خبریہ

نثر:

(iii) نغمے تاروں سے نکلنے کے لیے بے تاب ہیں۔ طُور اُسی آگ میں جلنے کے لیے مُضطر ہے۔

ہیں، ہے-------------------------- افعالِ ناقصہ
نغمے، طور-------------------------- مبتدا
بے تاب، مضطر-------------------------- خبر
سے، کے لیے، کے لیے، میں---- حروفِ جار متعلقاتِ خبر
تاروں، نکلنے، جلنے، آگ-------- مجرور
اُسی-------------------------- حرفِ خصوصیت

جملہ اسمیہ خبریہ

مذکورہ بند کے تمام اشعار جملہ اسمیہ خبریہ ہیں اور ان اشعار میں افعالِ ناقصہ کا احسن استعمال کیا گیا ہے۔

مشکلیں اُمَّتِ مرحوم کی آساں کر دے
مورِ بے مایہ کو ہم دوشِ سلیماں کر دے
جنسِ نایابِ محبّت کو پھر ارزاں کر دے
ہند کے دَیر نشینوں کو مسلماں کر دے

جُوئے خوں می چکد از حسرتِ دیرینۂ ما
می تپد نالہ بہ نشتر کدۂ سینۂ ما (۲۷)

نثر:

(i) اُمّتِ مرحوم کی مشکلیں آساں کر دے۔ بے مایہ مور کو ہم دوشِ سلیماں کر دے۔

جملہ اسمیہ خبریہ:
- کر دے، کر دے ---------------------- افعالِ ناقصہ
- امت مرحوم، بے مایہ مور ---------------------- مبتدا
- مشکلیں آساں، ہم دوشِ سلیماں ---------------------- خبر
- کی ---------------------- حرفِ اضافت
- کو ---------------------- علامتِ مفعول

نثر:

(ii) محبت (جو) جنسِ نایاب (ہے) کو پھر ارزاں کر دے۔ ہند کے ذیر نشینوں کو مسلماں کر دے۔

جملہ اسمیہ خبریہ:
- (ہے)، کر دے، کر دے ---------------------- افعالِ ناقصہ
- محبت، ہند کے ذیر نشینوں ---------------------- مبتدا
- جنسِ نایاب، ارزاں، مسلماں ---------------------- خبر
- (جو) ---------------------- حرفِ شرط
- کو، کو ---------------------- علامتِ مفعول
- کے ---------------------- حرفِ اضافت
- پھر ---------------------- حرفِ عطف

مذکورہ اشعار دعائیہ ہیں اور ان میں الفاظ کی وہی ترتیب ہے جو ایک عام جملہ اسمیہ خبریہ میں پائی جاتی ہیں۔

نثر:

(iii) از حسرتِ دیرینہ ماجوئے خوں می چکد (و) نالہ بہ نشتر کدۂ سینۂ مامی تپد۔

جملہ اسمیہ خبریہ:
- می چکد، می تپد۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ
- حسرتِ دیرینہ ما، نشتر کدۂ سینۂ ما۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا
- جُوئے خوں، نالہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر
- متعلقاتِ خبر:
  - از، بہ۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ جار
  - حسرت، نشتر۔۔۔۔۔۔ مجرور

فارسی نحویات کی رو سے لفظ 'می' ہمیشہ فعل سے پہلے آتا ہے۔ لفظ 'چکد' کا مطلب 'بہہ رہی ہے' جو کہ ایک فعل ہے۔ اس لیے فعل 'چکد' سے پہلے 'می' کا لفظ لگایا گیا ہے۔ بالکل اسی طرح مصرع ثانی میں لفظ 'تپد' (بمعنی تڑپ رہی ہے) سے پہلے بھی لفظ 'می' کا استعمال کیا گیا ہے۔

بُوئے گل لے گئی بیرونِ چمن رازِ چمن
کیا قیامت ہے کہ خود پھول ہیں غمّازِ چمن!
عہدِ گُل ختم ہوا ٹُوٹ گیا سازِ چمن
اُڑ گئے ڈالیوں سے زمزمہ پردازِ چمن
ایک بُلبل ہے کہ ہے محوِ ترنّم اب تک
اس کے سینے میں ہے نغموں کا تلاطُم اب تک (۲۸)

نثر:

(i) بوئے گل بیرونِ چمن رازِ چمن لے گئی۔ کیا قیامت ہے کہ خود پھول غمّازِ چمن ہیں۔

جملہ اسمیہ خبریہ:
- لے گئی، ہے، ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ
- بوئے گل، پھول۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا
- بیرونِ چمن، رازِ چمن، غمازِ چمن، قیامت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر
- کیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ استفہام
- کہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ علّت
- خود۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ خصوصیت

یہ اقبال کا فن ہے کہ وہ شاعری کو نثر کی صورت پیش کر سکتے ہیں۔ مذکورہ شعر میں نثر کا حسنِ استعمال نظر آ رہا ہے۔

نثر:

(ii) سازِ چمن ٹوٹ گیا (اور) عہدِ گل ختم ہوا۔ زمزمہ پردازِ چمن ڈالیوں سے اُڑ گئے۔

گیا، ہوا، گئے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ
سازِ چمن، عہدِ گل، زمزمہ پردازِ چمن۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا
ٹوٹ، ختم، اُڑ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خبر جملہ اسمیہ خبریہ
(اور)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ عطف
سے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ جار متعلقاتِ خبر
ڈالیوں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مجرور

عہدِ گل کا ختم ہونا، اور سازِ چمن کا ٹوٹ جانا، اقبال نے کل کو جزو میں عام نحوی پیرائے میں باندھا ہے۔

نثر:

(iii) ایک بلبل ہے (جو) کہ محوِ ترنم اب تک ہے۔ اس کے سینے میں نغموں کا تلاطم اب تک ہے۔

ہے، ہے، ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ
بلبل، اس کے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا
ایک، محوِ ترنم اب تک، نغموں کا تلاطم اب تک۔۔۔۔۔۔۔۔۔خبر
(جو)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ خصوصیت جملہ اسمیہ خبریہ
میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ جار متعلقاتِ خبر
سینے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مجرور
کا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ اضافت

مندرجہ بالا شعر میں علامہ اقبال نے الفاظ کی جو نحوی ترتیب دی ہے اس نحوی ترتیب نے اقبال کے مافی الضمیر کو زیادہ طور پر واضح کر دیا ہے۔

قُمریاں شاخِ صنوبر سے گُریزاں بھی ہوئیں
پتّیاں پُھول کی جھڑ جھڑ کے پریشاں بھی ہوئیں
وہ پُرانی رَوِشیں باغ کی ویراں بھی ہوئیں
ڈالیاں پیرہَنِ برگ سے عُریاں ہوئیں
قیدِ موسم سے طبیعت رہی آزاد اس کی
کاش گلشن میں سمجھتا کوئی فریاد اس کی! (۲۹)

نثر:

(i) قمریاں بھی شاخِ صنوبر سے گریزاں ہوئیں۔ پھول کی پتیاں بھی جھڑ جھڑ کے پریشاں ہوئیں۔

جملہ فعلیہ خبریہ:
- گریزاں ہوئیں، جھڑ جھڑ، پریشاں ہوئیں۔۔۔۔۔۔۔افعالِ متعدی
- قمریاں، پھول۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فاعل
- شاخِ صنوبر، پتیاں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مفعول
- بھی، بھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ عطف
- متعلقاتِ فعل:
  - سے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ جار
  - صنوبر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مجرور
- کی، کے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حروفِ اضافت

نثر:

(ii) باغ کی وہ پرانی روشیں بھی ویراں ہوئیں۔ ڈالیاں بھی پیرہنِ برگ سے عُریاں ہوئیں۔

جملہ اسمیہ خبریہ:
- ہوئیں، ہوئیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ
- باغ، روشیں، ڈالیاں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا
- پرانی، ویراں، عُریاں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خبر
- کی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ اضافت
- وہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اسم اشارہ بعید
- بھی، بھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حروفِ عطف
- متعلقاتِ خبر:
  - سے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ جار
  - پیرہنِ برگ۔۔۔۔۔۔۔۔۔مجرور

نثر:

(iii) اس کی طبیعت قیدِ موسم سے آزاد رہی۔ کاش اس کی فریاد گلشن میں کوئی سمجھتا۔

جملہ فعلیہ خبریہ:
- آزاد رہی، کوئی سمجھتا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ متعدی
- اس کی، اس۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فاعل
- طبیعت، فریاد۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مفعول
- متعلقاتِ فعل:
  - سے، میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ جار
  - قیدِ موسم، گلشن۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مجرور
- کاش۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ تمنا

اقبال الفاظ کے انتخاب میں اور جملے میں الفاظ کی ترتیب میں احتیاط سے کام لیتے ہیں۔ نحویاتی لحاظ سے الفاظ کے انتخاب اور ترتیب میں اس احتیاط نے لفظی اور معنوی خوبصورتی پیدا کر دی ہے جب کہ حرفِ تمنا کا استعمال اقبال کی دلی کیفیت کی عکاسی کر رہا ہے۔

لُطف مرنے میں ہے باقی، نہ مزا جینے میں
کچھ مزا ہے تو یہی خونِ جگر پینے میں
کتنے بے تاب ہیں جوہر مرے آئینے میں
کس قدر جلوے تڑپتے ہیں مرے سینے ہیں
اس گلُستاں میں مگر دیکھنے والے ہی نہیں
داغ جو سینے میں رکھتے ہوں، وہ لالے ہی نہیں (۳۰)

نثر:

(i) مرنے میں لطف (اور) جینے میں مزا باقی نہ ہے۔ یہی خونِ جگر پینے میں تو کچھ مزا ہے۔

ہے، ہے ---------------------------- افعالِ ناقصہ
مرنے، جینے، خونِ جگر --------------------- مبتدا
لطف، مزا باقی، کچھ مزا --------------------- خبر
میں، میں، میں ----------- حروفِ جار متعلقاتِ خبر جملہ اسمیہ خبریہ
مرنے، جینے، پینے ------------ مجرور
(اور) ------------------------------ حرفِ عطف
یہی، تو، کچھ ---------------------- حرفِ خصوصیت
نہ ------------------------------- حرفِ نفی

نثر:

(ii) مرے آئینے میں کتنے بے تاب جوہر ہیں۔ مرے سینے میں کس قدر جلوے تڑپتے ہیں۔

ہیں، ہیں ---------------------------- افعالِ ناقصہ
مرے، مرے ---------------------------- مبتدا
بے تاب جوہر، جلوے تڑپتے --------------------- خبر
میں، میں ---------------- حروفِ جار متعلقاتِ خبر
آئینے، سینے ---------------- مجرور
کتنے، کس قدر ------------------------- حروفِ استفہام

جملہ اسمیہ خبریہ

اقبال استفہامیہ اندازِ بیاں کو پسند کرتے ہیں۔ مذکورہ شعر میں حروفِ استفہام کا استعمال بظاہر جملے کو سوالیہ انداز میں پیش کر رہاہے لیکن باطنی طور پر "کتنے" اور "کس قدر" سے مراد بے شمار جوہر اور جلوے ہیں۔ نحویاتی لحاظ سے الفاظ کی اس دوئی نے شعر کی بندش کو چست کر دیا ہے۔

نثر:

(iii) مگر اس گلستاں میں دیکھنے والے ہی نہیں (ہیں)۔ وہ لالے ہی نہیں جو سینے میں داغ رکھتے ہوں۔

(ہیں)، رکھتے ہوں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ
گلستاں، لالے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا
دیکھنے والے، داغ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر
میں، میں۔۔۔۔۔۔ حروفِ جار متعلقاتِ خبر
گلستاں، سینے۔۔۔۔۔ مجرور جملہ اسمیہ خبریہ
جو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ شرط
اس، ہی، وہ، ہی۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ خصوصیت
نہیں، نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ نفی
مگر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ استثناء

چاک اس بُلبلِ تنہا کی نَوا سے دل ہوں
جاگنے والے اسی بانگِ درا سے دل ہوں
یعنی پھر زندہ نئے عہدِ وفا سے دل ہوں
پھر اسی بادۂ دیرینہ کے پیاسے دل ہوں
عجَمی خُم ہے تو کیا، مے تو حجازی ہے مری
نغمہ ہندی ہے تو کیا، لَے تو حجازی ہے مری (۳۱)

نثر:

(i) اس بلبل تنہا کی نَوا سے چاک دل ہوں۔ اسی بانگ درا سے جاگنے والے دل ہوں۔

چاک ہوں، جاگنے والے ہوں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ متعدی
بلبل تنہا، بانگِ درا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فاعل
دل، دل۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مفعول
سے، سے۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ جار متعلقاتِ فعل جملہ فعلیہ خبریہ
نوا، بانگ درا۔۔۔۔۔۔۔۔ مجرور

کی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ اضافت

اس، اسی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اسم اشارہ قریب

مذکورہ شعر میں فاعل "بلبل تنہا" اور "بانگ درا" کی موجودگی نے شعر کی ذومعنویت کو دو آتشہ کر دیا ہے۔

نثر:

(ii) یعنی پھر دل نئے عہدِ وفا سے زندہ ہوں۔ دل پھر اسی بادۂ دیرینہ کے پیاسے ہوں۔

جملہ اسمیہ خبریہ:

ہوں، ہوں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔انفعالِ ناقصہ

دل، دل۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا

زندہ، بادۂ دیرینہ کے پیاسے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خبر

سے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ جار متعلقاتِ خبر

نئے عہدِ وفا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مجرور

یعنی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حروف خصوصیت

پھر، پھر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ عطف

اسی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اسم اشارہ بعید

کی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ اضافت

نثر:

(iii) خُم عجمی ہے تو کیا (ہوا) مری مے تو حجازی ہے۔ ہندی نغمہ ہے تو کیا (ہوا) مری لَے تو حجازی ہے۔

جملہ اسمیہ خبریہ:

ہے، (ہوا)، ہے، ہے، (ہوا)، ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔انفعالِ ناقصہ

خُم، مے، ہندی نغمہ، لَے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا

عجمی، حجازی، حجازی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خبر

تو، تو، تو، تو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حروفِ خصوصیت

کیا، کیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حروفِ نفی

مری، مری۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حروفِ اضافت

مذکورہ شعر جملہ اسمیہ خبریہ کی عمدہ مثال ہے۔ اقبال نے ایک بلیغ موضوع کو عام نحوی ترکیب میں بیان کیا ہے۔

نحوی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو اقبال جہاں الفاظ کے انتخاب میں احتیاط سے کام لیتے ہیں، غریب الفاظ اور نامانوس تراکیب سے پرہیز کرتے ہیں، وہیں الفاظ کی صحیح نشست کو بھی مد نظر رکھتے ہیں۔ اگر جملے میں الفاظ کو ان کی صحیح جگہ پر نہ رکھا جائے تو جہاں معانی و مفاہیم کی ترسیل میں رکاوٹ پیش آتی ہے وہیں کلام اپنا اثر بھی کھو دیتا ہے۔ یہ اقبال کا فن ہے کہ انہوں نے اللہ

کی بار گاہ میں جو شکوہ کیا ہے، اس کو عام نحوی ترکیب میں بیان کیا ہے، جس کے باعث شکوے کے حسن اور اثر پذیری میں اضافہ ہوا ہے۔

جوابِ شکوہ

اقبال کی نظم "شکوہ" کے ڈیڑھ برس بعد نظم "جوابِ شکوہ" منظرِ عام پر آئی۔ نظم "شکوہ" جو کہ امتِ بیضا کا نوحہ ہے، اور جس میں امتِ مسلمہ کی حالتِ زار و نزار کا بار گاہِ ایزدی میں شکوہ کیا گیا ہے اس کا جواب دینا بھی اقبال کے ہی ذمہ تھا۔ نظم "جوابِ شکوہ" ۳۰نومبر ۱۹۱۲ء کو انجمن حمایتِ اسلام کے جلسے میں پڑھی گئی۔ مذکورہ نظم بھی نظم "شکوہ" کی طرح مقبول ہوئی۔ نظم "جوابِ شکوہ" کا ایک ایک شعر نیلام ہوا اور نیلام کی رقم انجمن حمایتِ اسلام کے فنڈ میں جمع کروادی گئی۔ نظم "شکوہ" کے منظرِ عام پہ آنے کے بعد اقبال کو جن القابات اور الزامات سے نوازا گیا، نظم "جوابِ شکوہ" اس کا انتہائی مدلل اور احسن جواب ہے۔ نظم "جوابِ شکوہ" بانگِ درا کی طویل نظموں میں سے ایک ہے۔ نحویاتی پیرائے میں مذکورہ نظم کا مطالعہ کرنے کے لیے ضروری ہے کہ پہلے اشعار کی نثر بنالی جائے، اس کے بعد یہ پتہ لگایا جائے کہ نحوی اعتبار سے یہ کون سا جملہ ہے اور اس میں فاعل، مفعول، فعل، یا مبتدا خبر اور افعالِ ناقصہ کی کیا ترتیب ہے۔ ان کے ساتھ متعلقات فعل اور حروف کے استعمال پر بھی بات کی جائے گی۔

"بانگِ درا" کی طویل نظم "جوابِ شکوہ" کا نحویاتی مطالعہ

دل سے جو بات نکلتیہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں، طاقتِ پرواز مگر رکھتی ہے
قُدسی اُلاصل ہے، رفعت پہ نظر رکھتی ہے
خاک سے اٹھتی ہے، گردُوں پہ گزر رکھتی ہے
عشق تھا فتنہگرو سرکش و چالاک مرا
آسماں چیر گیانالۂ بےباک مرا (۳۲)

نثر:

(i) جو بات دل سے نکلتی ہے اثر رکھتی ہے۔ پر نہیں طاقتِ پرواز مگر رکھتی ہے۔

جملہ اسمیہ خبریہ:
- نکلتی ہے، رکھتی ہے، رکھتی ہے--------------- افعالِ ناقصہ
- بات، پر------------------------------ مبتدا
- دل سے نکلنا، اثر رکھتی، طاقتِ پرواز---------------- خبر
- متعلقاتِ خبر:
  - سے------------- حرفِ جار
  - دل--------------- مجرور

جو۔۔۔ حرفِ شرط

مگر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ استدراک

حرفِ استدراک سے مراد وہ کلمات ہیں جو سابق کلام کے شبہ کو دور کریں۔ دل سے نکلی بات اگرچہ پر نہیں رکھتی مگر وہ پرواز کی طاقت ضرور رکھتی ہے۔ حرفِ استدراک کے خوب صورت استعمال نے شعر کو لفظی اور معنوی حسن عطا کیا ہے۔

نثر:

(ii) قدسی الاصل ہے (یہ) رفعت پہ نظر رکھتی ہے۔خاک سے اٹھتی ہے (تو) گردوں پہ نظر رکھتی ہے۔

اٹھتی ہے، ہے، رکھتی ہے، رکھتی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ

(یہ) ۔۔۔ مبتدا

قدسی الاصل، نظر رکھتی، نظر رکھتی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر

(یہ) ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اسم اشارہ قریب

(تو) ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ خصوصیت

پہ، سے، پہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حُروفِ جار متعلقاتِ خبر

رفعت، خاک، گردوں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مجرور

جملہ اسمیہ خبریہ

نثر:

(iii) مرا عشق فتنہ گر و سرکش و چالاک تھا۔ مرا بے باک نالہ آسماں چیر گیا۔

تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فعل ناقص

عشق۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا

فتنہ گر و سرکش و چالاک۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر

مرا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ اضافت

و، و۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ عطف

جملہ اسمیہ خبریہ

چیر گیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فعل متعدی

بے باک نالہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فاعل

آسماں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مفعول

مرا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ اضافت

جملہ فعلیہ خبریہ

مذکورہ شعر کا مصرع اولیٰ جملہ اسمیہ خبریہ ہے جس میں "مبتدا" "عشق اپنے فتنہ گر اور سرکش ہونے کی خبر دے رہا ہے، جبکہ مصرع ثانی میں جملہ فعلیہ خبریہ ہے جس میں فاعل "نالہ" اور مفعول "آسماں" مل کر فعل (متعدی) "چیر گیا" سرانجام دے رہے ہیں۔ بالفاظ دیگر مذکورہ شعر جملہ اسمیہ خبریہ اور جملہ فعلیہ خبریہ کا حسین امتزاج ہے۔

پیر گُردوں نے کہا سُن کے، کہیں ہے کوئی
بولے سیّارے، سرِ عرشِ بریں ہے کوئی
چاند کہتا تھا، نہیں! اہلِ زمیں ہے کوئی
کہکشاں کہتی تھی، پوشیدہ یہیں ہے کوئی
کچھ جو سمجھا تو مرے شکوے کو تو رضواں سمجھا
مجھے جنت سے نکالا ہوا انساں سمجھا(۳۳)

نثر:

(i) پیر گردوں نے (یہ) سن کے کہا (کہ) کہیں کوئی ہے۔ سیارے بولے (کہ) سر عرش بریں کوئی ہے۔

سن کے کہا، ہے، بولے، ہے ---------------- افعالِ ناقصہ
پیر گردوں، سیارے ---------------------- مبتدا
کہیں کوئی ہے، سر عرش بریں کوئی ہے -------------- خبر جملہ
(یہ) ------------------------- اسم اشارہ قریب
(کہ)، (کہ) ----------------------- حرفِ علت
نے ---------------------------- علامتِ فاعل

اسمیہ خبریہ

نثر:

(ii) چاند کہتا تھا، نہیں! کوئی اہل زمیں ہے۔ کہکشاں کہتی تھی یہیں کوئی پوشیدہ ہے۔

کہتا تھا، ہے، کہتی تھی، ہے ---------------- افعالِ ناقصہ
چاند، کہکشاں ------------------------- مبتدا
کوئی اہلِ زمیں ہے، کوئی پوشیدہ ہے --------------- خبر جملہ
نہیں -------------------------- حرفِ استفہام
یہیں ------------------------- اسمِ اشارہ قریب

اسمیہ خبریہ

نثر:

(iii) مرے تو شکوے کو جو کچھ سمجھا تو رضواں سمجھا۔ مجھے جنت سے نکالا ہوا انساں سمجھا۔

سمجھا، سمجھا، سمجھا ----------- افعالِ ناقصہ
شکوے ------------------- مبتدا
کچھ سمجھا تو رضواں سمجھا ----------- خبر
مرے --------------- حرفِ اضافت

جملہ اسمیہ خبریہ

تو،تو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ شرط

جو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ خصوصیت

انساں سمجھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فعل متعدی

مجھے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فاعل

جنت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مفعول جملہ فعلیہ خبریہ

سے۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ جار متعلقاتِ فعل

جنت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مجرور

نکالا ہوا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اسم حالیہ

نحوی انداز سے دیکھا جائے تو مذکورہ بند کے پہلے دو اشعار جملہ اسمیہ خبریہ ہیں اور تیسرے شعر کا مصرع اولیٰ جملہ اسمیہ خبریہ اور مصرع ثانی جملہ فعلیہ خبریہ ہے۔ مذکورہ بند کے اشعار عام نحوی ترکیب میں لکھے گئے ہیں۔ آخری مصرع "مجھے جنت سے نکالا ہوا انساں سمجھا" تو ہے ہی نثر میں، لہٰذا اس کی نثر بنانے کی ضرورت نہیں ہے۔

تھی فرشتوں کو بھی حیرت کہ یہ آواز ہے کیا

عرش والوں پہ بھی کُھلتا نہیں یہ راز ہے کیا!

تا سرِ عرش بھی انساں کی تگ و تاز ہے کیا!

آ گئی خاک کی چُٹکی کو بھی پرواز ہے کیا!

غافل آداب سے سُکّانِ زمیں کیسے ہیں

شوخ و گستاخ یہ پستی کے مکیں کیسے ہیں! (۳۴)

نثر:

(i) فرشتوں کو بھی حیرت تھی کہ یہ آواز کیا ہے۔ یہ راز کیا ہے (جو) عرش والوں پہ بھی نہیں کھلتا۔

تھی، ہے، ہے کھلتا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ

فرشتوں، آواز، راز۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا

عرش والوں پہ نہیں کھلتا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر

پہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ جار متعلقاتِ خبر

عرش والوں۔۔۔۔۔۔۔ مجرور

جملہ اسمیہ خبریہ

کو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔علامت مفعول

کہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ علت

کیا، کیا ---------------- حروفِ استفہام

یہ، یہ ---------------- اسم اشارہ قریب

نہیں -------------------- حرفِ نفی

نثر:

(ii) کیا انساں کی تگ و تاز تا سرِ عرش بھی ہے! کیا خاک کی چٹکی کو بھی پرواز آ گئی ہے!

تگ و تاز ہے ---------------------- فعل متعدی
انساں -------------------------- فاعل
سرِ عرش ------------------------ مفعول
(جملہ فعلیہ خبریہ)

پرواز آ گئی ہے -------------------- فعل لازم
خاک کی چٹکی ---------------------- فاعل
کو ------------------------------ علامتِ مفعول
کیا، کیا ------------------------- حروفِ استفہام
کی، کی -------------------------- حروفِ اضافت
بھی، بھی ------------------------ حروفِ عطف
(جملہ فعلیہ خبریہ)

نحویاتی طور پر دیکھا جائے تو مذکورہ شعر کا مصرع اولیٰ میں فعل متعدی، فاعل اورر مفعول کے ساتھ مل کر جملہ فعلیہ خبریہ بنا رہے ہیں مصرع ثانی میں مفعول حذف کر دیا گیا ہے اسی لیے فعل لازم اور فاعل مل کر جملہ فعلیہ خبریہ بنا رہے ہیں اگرچہ مذکورہ مصرع میں مفعول حذف کر دیا گیا ہے لیکن اس کے باوجود مذکورہ شعر میں لفظی اور معنوی طور پر بندش عمدہ ہے۔

نثر:

(iii) سُکّانِ زمیں آداب سے غافل کیسے ہیں۔ یہ بستی کے شوخ و گستاخ مکیں کیسے ہیں۔

ہیں، ہیں ---------------------- افعالِ ناقصہ
سکانِ زمیں، شوخ و گستاخ مکیں -------------- مبتدا
آداب سے غافل، مکیں کیسے ہیں ---------------- خبر
سے ---------------- حرفِ جار (متعلقاتِ خبر)
آداب ---------------- مجرور
کیسے، کیسے ---------------------- حروفِ استفہام
کے --------------------------- حرفِ اضافت
(جملہ اسمیہ خبریہ)

اس قدر شوخ کہ اللہ سے بھی برہم ہے

تھا جو مسجودِ ملائک ، یہ وہی آدم ہے!
عالمِ کیف ہے، دانائے رموزِ کم ہے
ہاں مگر عجز کے اسرار سے نا محرم ہے
ناز ہے طاقتِ گفتار پہ انسانوں کو
بات کرنے کا سلیقہ نہیں نادانوں کو (۳۵)

نثر:

(i) اس قدر شوخ کہ اللہ سے بھی برہم ہے۔ جو مسجودِ ملائک تھا (کیا) یہ وہی آدم ہے۔

جملہ اسمیہ خبریہ:

- ہے، تھا، ہے ------------------- افعالِ ناقصہ
- شوخ (بمعنی انساں)، مسجودِ ملائک ------------ مبتدا
- اللہ سے برہم، آدم ------------------- خبر
- متعلقاتِ خبر:
  - سے ------------- حرفِ جار
  - اللہ ------------- مجرور
- کہ ------------------------- حرفِ علت
- بھی ------------------------- حرفِ عطف
- جو، وہی ---------------------- حروفِ شرط
- یہ ------------- اسم اشارہ قریب
- (کیا) ------------- حرفِ تعجب

نثر:

(ii) کیف (کا) عالم ہے دانائے رموزِ کم ہے۔ ہاں مگر عجز کے اسرار سے نامحرم ہے۔

جملہ اسمیہ خبریہ:

- ہے، ہے، ہے ------------------- افعالِ ناقصہ
- کیف (کا) عالم، دانائے رموزِ کم، عجز کے اسرار سے نامحرم ---- خبر
- متعلقاتِ خبر:
  - سے ------------- حرفِ جار
  - اسرار ------------- مجرور
- (کا)، کے ---------------------- حروفِ اضافت
- ہاں، مگر ---------------------- حروفِ استدارک

نثر:

(iii) انسانوں کو طاقتِ گفتار پہ ناز ہے۔ نادانوں کو بات کرنے کا سلیقہ نہیں (ہے)۔

جملہ اسمیہ خبریہ:

ہے، (ہے) ------------------------- افعالِ ناقصہ

انسانوں، نادانوں ---------------------- مبتدا

ناز ہے، بات کرنے کا سلیقہ نہیں --------------- خبر

پہ ------------------------ حرفِ جار — متعلقاتِ خبر

طاقتِ گفتار --------------- مجرور

کو، کو ------------------------ علامتِ مفعول

نہیں ------------------------- حرفِ نفی

مذکورہ بند کے شعر ثانی میں لفظ "کیا" حرفِ استفہام کے طور پر استعمال نہیں کیا گیا بلکہ "کیا" حرفِ تعجب ہے، اور حیرانی کے معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔ اقبال حیرت کے عالم میں کہہ رہے ہیں کہ کیا یہ وہی آدم ہے جسے فرشتوں نے سجدہ کیا تھا۔

آئی آواز، غم انگیز ہے افسانہ ترا
اشکِ بے تاب سے لبریز ہے پیمانہ ترا
آسماں گیر ہُوا نعرۂ مستانہ ترا
کس قدر شوخ زباں ہے دلِ دیوانہ ترا

شُکر شِکوے کو کِیا حُسنِ ادا سے تُو نے
ہم سخن کر دیا بندوں کو خدا سے تُو نے (۳۶)

نثر:

(i) آواز آئی ترا افسانہ غم انگیز ہے۔ ترا پیمانہ بے تاب اشک سے لبریز ہے۔

جملہ اسمیہ خبریہ:

آئی، ہے، ہے ------------------- افعالِ ناقصہ

آواز، پیمانہ، افسانہ ------------------- مبتدا

غم انگیز، لبریز ------------------------ خبر

سے ------------ حرفِ جار — متعلقاتِ خبر

بے تاب اشک ---------- مجرور

ترا، ترا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ اضافت

نثر:

(ii) ترا نعرۂ مستانہ آسماں گیر ہوا۔ ترا دیوانہ دل کس قدر شوخ زباں ہے۔

ہوا، ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ
نعرۂ مستانہ، دیوانہ دل۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا جملہ اسمیہ خبریہ
آسماں گیر، کس قدر شوخ زباں۔۔۔۔۔۔۔ خبر
ترا، ترا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ اضافت

نثر:

(iii) شکر تُو نے شکوے کو حسنِ ادا سے کیا۔ تُو نے بندوں کو خدا سے ہم سخن کر دیا۔

کیا، ہم سخن کر دیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ متعدی
تو، تو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فاعل
شکوے، بندوں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مفعول
سے، سے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ جار متعلقاتِ فعل جملہ فعلیہ خبریہ
حسنِ ادا، خدا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مجرور
نے، نے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ علامتِ فاعل
کو، کو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ علامتِ مفعول

نحوی اعتبار سے مذکورہ شعر جملہ فعلیہ خبریہ ہے جس میں علامہ کے کیے گئے شکوے کی خدا کی طرف سے تحسین کی گئی ہے۔

ہم تو مائل بہ کرم ہیں، کوئی سائل ہی نہیں
راہ دِکھلائیں کسے، رہروِ منزل ہی نہیں
تربیت عام تو ہے، جوہرِ قابل ہی نہیں
جس سے تعمیر ہو آدم کی، یہ وہ گِل ہی نہیں
کوئی قابل ہو تو ہم شانِ کئی دیتے ہیں
ڈھونڈنے والوں کو دنیا بھی نئی دیتے ہیں (۳۷)

نثر:

(i) ہم تو مائل بہ کرم ہیں (لیکن) کوئی سائل ہی نہیں (ہے)۔ رہروِ منزل ہی نہیں (ہے) (تو) (ہم) راہ کسے دکھلائیں۔

جملہ اسمیہ خبریہ
- ہیں،(ہے)،(ہے)------------------افعالِ ناقصہ
- ہم،(ہم)،سائل،رہروِ منزل------------------مبتدا
- مائل بہ کرم،سائل ہی نہیں،راہ کسے دکھلائیں-----------خبر
- تو،(تو) ---------------------------حروفِ شرط

- نہیں،نہیں-------------------------حروفِ نفی
- (لیکن) ---------------------------حرفِ استثناء
- کوئی،ہی---------------------------حروفِ خصوصیت
- کسے-------------------------------حرفِ استفہام

نثر:

(ii) تربیت عام تو ہے (لیکن) قابل جوہر ہی نہیں (ہے)۔ آدم کی تعمیر جس سے ہو یہ وہ گِل ہی نہیں (ہے)۔

- ہے،(ہے)،ہو،(ہے) -------------------افعالِ ناقصہ
- تربیت، آدم کی تعمیر-------------------------مبتدا
- عام، قابل جوہر،وہ گِل ہی نہیں--------------------خبر
- سے-----------------حرفِ جار متعلقاتِ خبر
- جس-----------------مجرور جملہ اسمیہ خبریہ
- تو،ہی،ہی---------------------------حروفِ خصوصیت
- (لیکن) ----------------------------حرفِ استثناء
- نہیں،نہیں---------------------------حروفِ نفی
- یہ-----------------------------اسم اشارہ قریب
- وہ-----------------------------اسم اشارہ بعید

حروفِ استثناء وہ حروف ہیں جو ایک چیز کو دوسری چیز سے جدا کریں۔ مذکورہ اشعار میں حروفِ استثناء اسی فرق کو ظاہر کر رہے ہیں۔

نثر:

(iii) کوئی قابل ہو تو ہم شانِ کئی دیتے ہیں۔ ڈھونڈنے والوں کو تو دنیا بھی نئی دیتے ہیں۔

- ہو، دیتے ہیں، دیتے ہیں-----------------افعالِ ناقصہ

کوئی قابل، ہم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا   جملہ اسمیہ خبریہ

شانِ کئی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خبر

تو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ خصوصیت

دیتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فعل متعدی

ڈھونڈنے والوں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فاعل   جملہ فعلیہ خبریہ

نئی دنیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مفعول

کو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔علامتِ مفعول

مذکورہ شعر کا مصرع اولیٰ جملہ اسمیہ خبریہ ہے اور مصرع ثانی جملہ فعلیہ خبریہ کا عمدہ امتزاج ہے۔

ہاتھ بے زور ہیں، الحاد سے دل خُوگر ہیں
اُمّتی باعثِ رُسوائیِ پیغمبرؐ ہیں
بُت شکن اُٹھ گئے، باقی جو رہے بُت گر ہیں
تھا بَراہیم پِدر اور پِسر آزر ہیں
بادہ آشام نئے، بادہ نیا، خُم بھی نئے
حرمِ کعبہ نیا، بُت بھی نئے، تُم بھی نئے (۳۸)

نثر:

(i) ہاتھ بے زور ہیں (اور) دل الحاد سے خوگر ہیں۔ امتی پیغمبرؐ (کی) رسوائی (کا) باعث ہیں۔

ہیں، ہیں، ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ

ہاتھ، دل، امتی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا

بے زور، خوگر، پیغمبر کی رسوائی کا باعث۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خبر

سے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ جار   متعلقاتِ خبر   جملہ اسمیہ خبریہ

الحاد۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مجرور

(اور) ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ عطف

(کا)، (کی) ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حروفِ اضافت

نثر:

(ii) بت شکن اٹھ گئے جو باقی رہے (وہ) بت گر ہیں۔ براہیم پدر تھا اور پسر آزر ہیں۔

اٹھ گئے، باقی رہے، ہیں، تھا، ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ

بت شکن، براہیم، پسر ــــــــــــــــــــــ مبتدا

بت گر، پدر، آزر ــــــــــــــــــــــ خبر جملہ اسمیہ خبریہ

جو ــــــــــــــــــــــ حرفِ شرط

(وہ) ــــــــــــــــــــــ اسم اشارہ بعید

نثر:

(iii) نیا بادہ، نئے بادہ آشام (اور) خم بھی نئے (ہیں)۔ تم بھی نئے (اور) نیا حرمِ کعبہ (اور) بت بھی نئے ہیں۔

(ہیں)، (ہیں) ــــــــــ افعالِ ناقصہ	جملہ اسمیہ خبریہ
بادہ، بادہ آشام، خم، تم، حرمِ کعبہ، بت ــــــــــ مبتدا	
نیا، نئے، نئے، نئے، نیا، نئے ــــــــــ خبر	
(اور)، بھی، بھی، (اور)، (اور)، بھی ــــــــــ حروفِ عطف	

مذکورہ شعر میں مبتدا اور خبر مل کر اقبال کے فکر و فلسفے کا ابلاغ کر رہے ہیں۔

وہ بھی دن تھے کہ یہی مایۂ رعنائی تھا\
نازشِ موسمِ گُل لالۂ صحرائی تھا\
جو مسلمان تھا، اللہ کا سودائی تھا\
کبھی محبوب تمہارا یہی ہر جائی تھا\
کسی یک جائی سے اب عہدِ غلامی کر لو\
مِلّتِ احمدؐ مُرسل کو مقامی کر لو! (۳۹)

نثر:

(i) وہ بھی دن تھے کہ یہی مایۂ رعنائی تھا۔ لالۂ صحرائی نازشِ موسمِ گل تھا۔

تھے، تھا، تھے ــــــــــ افعالِ ناقصہ	جملہ اسمیہ خبریہ
دن، لالۂ صحرائی ــــــــــ مبتدا	
مایۂ رعنائی، نازشِ موسمِ گل ــــــــــ خبر	
وہ ــــــــــ اسم اشارہ بعید	
بھی، یہی ــــــــــ حروفِ خصوصیت	
کہ ــــــــــ حرفِ علت	

نثر:

(ii) جو مسلمان تھا (وہ) اللہ کا سودائی تھا۔ کبھی تمہارا محبوب یہی ہر جائی تھا۔

تھا، تھا، تھا-----------------افعالِ ناقصہ
مسلمان، محبوب---------------مبتدا
اللہ کا سودائی، ہر جائی--------------خبر
جو---------------------حرفِ شرط
(وہ) ----------------اسم اشارہ بعید
کا، تمہارا-------------حروفِ اضافت
یہی------------------حرفِ خصوصیت
کبھی-------------------حرفِ ایجاب

جملہ اسمیہ خبریہ

نثر:

(iii) اب کسی یک جائی سے عہدِ غلامی کر لو۔ احمدؐ مرسل (کی) ملت کو مقامی کر لو۔

عہدِ غلامی کر لو-------------------------فعلِ لازم
یہاں فاعل حذف کر دیا گیا ہے۔
یک جائی، احمد مرسلؐ-----------------------مفعول
سے---------------حرفِ جار
یک جائی----------------مجرور
متعلقاتِ فعل

جملہ فعلیہ خبریہ

مقامی کر لو-------------------------فعل متعدی
یہاں فاعل محذوف ہے۔
احمدؐ مُرسل (کی) مِلّت-----------------مفعول
کو-------------------------علامتِ مفعول

جملہ فعلیہ خبریہ

مذکورہ شعر میں فاعل حذف کر دیا گیا ہے اور فاعل کی غیر موجودگی کے باوجود فعل لازم اور مفعول مل کر فاعل کا تعین کر رہے ہیں۔

کس قدر تم پہ گراں صبح کی بیداری ہے
ہم سے کب پیار ہے! ہاں نیند تمھیں پیاری ہے
طبعِ آزاد پہ قیدِ رَمَضاں بھاری ہے
تمھیں کہہ دو، یہی آئینِ وفاداری ہے؟

قوم مذہب سے ہے، مذہب جو نہیں تُم بھی نہیں
جذبِ باہم جو نہیں، محفلِ انجم بھی نہیں (۴۰)

نثر:

(i) تم پہ صبح کی بیداری کس قدر گراں ہے۔ ہم سے کب پیار ہے ہاں تمہیں نیند پیاری ہے۔

جملہ اسمیہ خبریہ:
- ہے، ہے، ہے------------------افعالِ ناقصہ
- تم، صبح کی بیداری، ہم، نیند------------------مبتدا
- کس قدر گراں، پیار، پیاری------------------خبر
- پہ، سے------------------حروفِ جار متعلقاتِ خبر
- تم، ہم------------------مجرور
- کس قدر، کب------------------حروفِ استفہام

نثر:

(ii) (تمہاری) آزاد طبع پہ رَمَضاں (کی) قید بھاری ہے۔ تمھی کہہ دو (کیا) یہی آئینِ وفاداری ہے؟

جملہ اسمیہ خبریہ:
- ہے، کہہ دو، ہے------------------افعالِ ناقصہ
- آزاد طبع، تمھی------------------مبتدا
- رَمَضاں کی قید بھاری، آئینِ وفاداری------------------خبر
- پہ------------------حرفِ جار متعلقاتِ خبر
- طبع------------------مجرور
- (تمہاری)، (کی) ------------------حروفِ اضافت
- (کیا) ------------------حرفِ استفہام
- یہی------------------حرفِ خصوصیت

نثر:

(iii) قوم مذہب سے ہے، جو مذہب نہیں (تو) تم بھی نہیں۔ جذبِ باہم جو نہیں (ہے) تو محفلِ انجم بھی نہیں (ہے)۔

جملہ اسمیہ خبریہ:
- ہے، (ہے)، (ہے) ------------------افعالِ ناقصہ
- قوم------------------مبتدا
- مذہب نہیں تم بھی نہیں، جذبِ باہم، محفلِ انجم------------------خبر
- سے------------------حرفِ جار متعلقاتِ خبر

مذہب---------------- مجرور

جو،(تو)،جو،(تو) ---------------------- حروفِ شرط

نہیں، نہیں-------------------------- حروفِ نفی

مذکورہ بند کے تمام اشعار عام نحوی ترکیب کے مطابق ہیں، جس نے کلام کی تاثیر کو دوبالا کر دیا ہے۔

جن کو آتا نہیں دنیا میں کوئی فن، تُم ہو
نہیں جس قوم کو پروائے نشیمن، تُم ہو
بجلیاں جس میں ہوں آسودہ، وہ خرِمن تُم ہو
بیچ کھاتے ہیں جو اسلاف کے مدفن، تُم ہو
ہونکو نام جو قبروں کی تجارت کر کے
کیا نہ بیچو گے جو مِل جائیں گے صنم پتّھر کے (۴۱)

نثر:

(i) تم(وہ) ہو جن کو دنیا میں کوئی فن نہیں آتا۔ تم (وہ) قوم ہو جس کو پروائے نشیمن نہیں (ہے)۔

ہو، آتا، ہو،(ہے) -------------------- افعالِ ناقصہ
تم، تم، قوم-------------------------- مبتدا
کوئی فن نہیں، پروائے نشیمن نہیں--------------- خبر
میں------------- حرفِ جار متعلقاتِ خبر جملہ اسمیہ خبریہ
دنیا------------- مجرور
کو، کو------------------------------ علامتِ مفعول
(وہ)،(وہ) ---------------------- اسم اشارہ بعید

نثر:

(ii) تم وہ خرِمن ہو جس میں بجلیاں آسودہ ہوں۔ تم (وہ) ہو جو اسلاف کے مدفن بیچ کھاتے ہو۔

ہو، ہوں، ہو، بیچ کھاتے ہو---------------- افعالِ ناقصہ
تم، تم------------------------------- مبتدا
خرمن، بجلیاں، آسودہ، اسلاف کے مدفن------------ خبر
میں--------------- حرفِ جار متعلقاتِ خبر جملہ اسمیہ خبریہ
جس------------------ مجرور

وہ،(وہ) ---------------------اسم اشارہ بعید

جو-------------------------------حرفِ شرط

نثر:

(iii) تم جو قبروں کی تجارت کر کے نکونام ہو۔ جو پتھر کے صنم مل جائیں (تو) کیا نہ بیچو گے۔

جملہ اسمیہ خبریہ:

کر کے نکونام ہو، جائیں-----------------افعالِ ناقصہ

تم، پتھر کے صنم-----------------------مبتدا

قبروں کی تجارت، مِل-------------------خبر

جو------------------------------حرفِ شرط

جملہ فعلیہ خبریہ:

مل جائیں، بیچو گے----------------------فعل لازم

یہاں فاعل حذف کر دیا گیا ہے۔

جو، (تو) ------------------------حرفِ شرط

نہ--------------------------------حرفِ نفی

کیا-------------------------------حرفِ تنبیہ

مذکورہ شعر کا مصرع اولیٰ جملہ اسمیہ خبریہ ہے جبکہ مصرع ثانی نحوی لحاظ سے جملہ فعلیہ خبریہ ہے۔ مصرع ثانی میں لفظ "کیا" حرفِ تنبیہ کے طور پہ استعمال کیا گیا ہے۔ حرفِ تنبیہ وہ کلمات ہیں جو خبر دار اور آگاہ کرنے کے موقع پہ بولے جاتے ہیں۔ مذکورہ مصرع میں لفظ "کیا" حرفِ استفہام کے طور پر نہیں بلکہ آگاہ کرنے کے معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔

صفحۂ دہر سے باطل کو مِٹایا کس نے؟
نوعِ انساں کو غلامی سے چُھڑایا کس نے؟
میرے کعبے کو جبینوں سے بسایا کس نے؟
میرے قرآن کو سینوں سے لگایا کس نے؟
تھے تو آبا وہ تمھارے ہی، مگر تم کیا ہو؟
ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظرِ فردا ہو (۴۲)

نثر:

(i) کس نے صفحۂ دہر سے باطل کو مٹایا؟ کس نے نوعِ انساں کو غلامی سے چھڑایا؟

باطل کو مٹایا، چھڑایا------------------افعالِ لازم

یہاں فاعل محذوف ہے۔

صفحۂ دہر، نوعِ انساں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مفعول

سے، سے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ جار متعلقاتِ فعل جملہ فعلیہ خبریہ

صفحۂ دہر، غلامی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مجرور

کس نے، کس نے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ استفہام

نثر:

(ii) کس نے میرے کعبے کو جبینوں سے سجایا؟ کس نے میرے قرآں کو سینوں سے لگایا؟

بسایا، لگایا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ لازم

یہاں فاعل محذوف ہے۔

کعبے، قرآں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مفعول

سے، سے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ جار متعلقاتِ فعل

جبینوں، سینوں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مجرور جملہ فعلیہ خبریہ

کس نے، کس نے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ استفہام

کو، کو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ علامتِ مفعول

میرے، میرے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ اضافت

نثر:

(iii) وہ تمہارے آبا ہی تھے مگر تم کیا ہو؟ (تم) ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظرِ فردا ہو۔

تھے، ہو، ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ

تم، (تم) ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا

آبا، ہاتھ دھرے منتظرِ فردا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر

پر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ جار متعلقاتِ خبر

ہاتھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مجرور

جملہ اسمیہ خبریہ

وہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اسم اشارہ بعید

تمہارے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ اضافت

ہی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ خصوصیت

مگر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ شرط

کیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ تعجب

مذکورہ بند کے شعر اول اور دوم میں فاعل کی غیر موجودگی کے باوجود لفظ و معنی کی وحدت موجود ہے۔

کیا کہا! بہرِ مسلماں ہے فقط وعدۂ حُور
شِکوہ بے جا بھی کرے کوئی تو لازم ہے شعور
عدل ہے فاطرِ ہستی کا ازل سے دستور
مسلم آئیں ہُوا کافر تو ملِے حُور و قصور
تم میں حوروں کا کوئی چاہنے والا ہی نہیں
جلوۂ طُور تو موجود ہے، موسیٰ ہی نہیں (۴۳)

نثر:

(i) کیا کہا! بہرِ مسلماں (سے) فقط وعدۂ حور ہے (اگر) کوئی شکوہ بے جا بھی کرے تو شعور لازم ہے۔

کہا، ہے، کرے، ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ
بہرِ مسلمان، کوئی شکوہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا
وعدۂ حور، شکوہ بے جا، شعور لازم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خبر
(سے) ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ جار متعلقاتِ خبر
بہرِ مسلماں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مجرور جملہ اسمیہ خبریہ
فقط۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ خصوصیت
(اگر)، تو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ شرط
کیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ تعجب

نثر:

(ii) ازل سے فاطر ہستی کا دستور عدل ہے۔ مسلم آئیں کافر ہوا تو حور و قصور ملے۔

ہے، ہوا، ملے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ
فاطر ہستی، مسلم آئیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا
دستور عدل، کافر، حور و قصور۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خبر
سے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ جار متعلقاتِ خبر جملہ اسمیہ خبریہ
ازل۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مجرور
تو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ شرط

نثر:

(iii) تم میں حوروں کا کوئی چاہنے والا ہی نہیں ہے۔ جلوۂ طور تو موجود ہے (لیکن) موسیٰ ہی نہیں۔

ہے، ہے، ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ	جملہ اسمیہ خبریہ
حوروں، جلوۂ طور۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا	
کوئی چاہنے والا ہی نہیں، موجود، موسیٰ نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔خبر	
تو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ شرط	
کوئی، ہی، ہی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حروفِ خصوصیت	

نحوی پیرائے میں دیکھا جائے تو مذکورہ بند کے تمام اشعار عام نحوی ترکیب جملہ اسمیہ خبریہ میں ہیں۔ یہ عام نحوی ترکیب اقبال کی فکر کا بھرپور اظہار کر رہی ہے۔

منفعت ایک ہے اس قوم کی، نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبیؐ ، دین بھی، ایمان بھی ایک
حرمِ پاک بھی، اللہ بھی، قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک

فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پَنَپنے کی یہی باتیں ہیں (۴۴)

نثر:

(i) اس قوم کی منفعت ایک (اور) نقصان بھی ایک ہے۔ ایک ہی سب کا نبیؐ (اور) ایمان بھی ایک (ہے)۔

ہے، (ہے) ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ	جملہ اسمیہ خبریہ
قوم، نبیؐ، دین، ایمان۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا	
منفعت ایک، نقصان ایک، ایک ہی سب کا نبیؐ، ایک۔۔۔۔۔خبر	
(اور)، بھی، (اور)، بھی، (اور)، بھی۔۔۔۔۔۔۔۔حروفِ عطف	
اس۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اسم اشارہ قریب	

نثر:

(ii) حرمِ پاک بھی (اور) اللہ بھی (اور) قرآن بھی ایک (ہے)۔ کچھ بڑی بات تھی جو مسلمان بھی ایک ہوتے۔

(ہے)، تھی، ہوتے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ	جملہ اسمیہ خبریہ
حرمِ پاک، اللہ، قرآن، مسلمان۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا	
ایک (ہے)، کچھ بڑی بات تھی، ایک ہوتے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خبر	

بھیٔ، (اور)، بھی، (اور)، بھی، بھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ عطف

جو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ شرط

نثر:

(iii) کہیں فرقہ بندی ہے اور کہیں ذاتیں ہیں۔ کیا زمانے میں پنَپنے کی یہی باتیں ہیں؟

ہے، ہے، ہیں، ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ

فرقہ بندی، ذاتیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا

پنَپنے کی یہی باتیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر

میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ جار متعلقاتِ خبر جملہ اسمیہ خبریہ

زمانے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مجرور

کیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ تعجب

کہیں، کہیں، یہی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ خصوصیت

مذکورہ بند میں عام نحویاتی ترکیب کے تحت اقبال اپنی فکر و فلسفہ کا احسن ابلاغ کر رہے ہیں۔

کون ہے تارکِ آئینِ رسولِ مختارؐ؟
مصلحت وقت کی ہے کس کے عمل کا معیار؟
کس کی آنکھوں میں سمایا ہے شعارِ اغیار؟
ہو گئی کس کی نگہ طرزِ سَلَف سے بیزار؟
قلب میں سوز نہیں، روح میں احساس نہیں
کچھ بھی پیغامِ محمدؐ کا تمھیں پاس نہیں (۴۵)

نثر:

(i) تارکِ آئینِ رسولِ مختارؐ کون ہے؟ کس کے عمل کا معیار وقت کی مصلحت ہے؟

ہے، ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ

تارکِ آئینِ رسولِ مختارؐ، عمل کا معیار وقت کی مصلحت۔۔۔۔۔۔ خبر جملہ اسمیہ خبریہ

کون، کس کے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ استفہامیہ

نثر:

(ii) کس کی انکھوں میں شعارِ اغیار سمایا ہے؟ کس کی نگہ طرزِ سلف سے بیزار ہو گئی؟

سمایا ہے، بیزار ہو گئی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ

شعارِ اغیار سمایا، نگہ بیزار ہو گئی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر

یہاں مبتدا محذوف ہے۔ جملہ اسمیہ خبریہ

میں، سے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ جار متعلقاتِ خبر

آنکھوں، طرزِ سلف۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مجرور

کس کی، کس کی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ استفہام

نثر:

(iii) قلب میں سوز نہیں (ہے)، روح میں احساس نہیں (ہے)۔ تمہیں پیغامِ محمدؐ کا کچھ بھی پاس نہیں (ہے)۔

(ہے)، (ہے)، (ہے)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ

قلب، روح، پیغامِ محمدؐ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا

سوز نہیں، احساس نہیں، کچھ بھی پاس نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر

میں، میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ جار متعلقاتِ خبر جملہ اسمیہ خبریہ

قلب، روح۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مجرور

نہیں، نہیں، نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ نفی

کا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ اضافت

بھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ عطف

جا کے ہوتے ہیں مساجد میں صف آرا، تو غریب
زحمتِ روزہ جو کرتے ہیں گوارہ، تو غریب
نام لیتا ہے اگر کوئی ہمارا، تو غریب
پردہ رکھتا ہے اگر کوئی تمہارا، تو غریب
اُمَرا نشۂ دولت میں ہیں غافل ہم سے
زندہ ہے ملّتِ بیضاء غُرَبا کے دَم سے (۴۶)

نثر:

(i) غریب تو جا کے مساجد میں صف آرا ہوتے ہیں۔ جو زحمتِ روزہ (ہے) تو (اسے) غریب گوارا کرتے ہیں۔

جا، صف آرا ہوتے ہیں، گوارا کرتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ متعدی

غریب، غریب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فاعل

مساجد، روزہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مفعول

میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ جار متعلقاتِ فاعل جملہ فعلیہ خبریہ

مساجد۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مجرور

کے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ اضافت

تو،تو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حروفِ خصوصیت

(اُسے)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اسم اشارہ بعید

نثر:

(ii) اگر کوئی ہمارا نام لیتا ہے تو(وہ) غریب (ہے)۔ اگر کوئی تمہارا پردہ رکھتا ہے تو(وہ) غریب (ہے)۔

لیتا ہے،(ہے)، رکھتا ہے،(ہے)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فعالِ ناقصہ

نام، پردہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا

(وہ)، غریب (ہے)،(وہ) غریب (ہے)،۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خبر

اگر، اگر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حروفِ شرط جملہ اسمیہ خبریہ

تو،تو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حروفِ خصوصیت

ہمارا، تمہارا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حروفِ اضافت

(وہ)،(وہ)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اسم اشارہ بعید

کوئی، کوئی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حروفِ استفہام

مذکورہ شعر کے آدھے حصے میں اقبال سوال کر رہے ہیں جبکہ باقی آدھے حصے میں اس سوال کا جواب دیا گیا ہے۔ مذکورہ شعر کے مصرع اولیٰ اور مصرع ثانی میں لفظ ''کوئی'' سوالیہ انداز میں لکھا گیا ہے کہ ہمارا نام لینے والا کون ہے اور آگے اس کا جواب دیا گیا ہے کہ وہ غریب ہے۔ نحوی پیرائے میں سوال اور جواب کا یہ منفرد انداز ہے۔

نثر:

(iii) امراء نشۂ دولت میں ہم سے غافل ہیں۔ ملت بیضا غربا کے دم سے زندہ ہے۔

ہیں، ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ

امراء، ملّت بیضا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا

غافل، زندہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خبر جملہ اسمیہ خبریہ

میں، سے، سے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حروفِ جار متعلقاتِ خبر

نشۂ دولت، ہم، غربا کے دم۔۔۔۔۔۔۔مجرور

اگر مذکورہ بند میں اقبال عام نحوی طرزِ تحریر اختیار نہ کرتے تو مطالب و مفاہیم کی ادائیگی میں دقت پیدا ہو سکتی تھی۔

واعظِ قوم کی وہ پُختہ خیالی نہ رہی

برقِ طبعی نہ رہی، شعلہ مقالی نہ رہی
رہ گئی رسمِ اذاں رُوحِ بِلالی نہ رہی
فلسفہ رہ گیا، تلقینِ غزالی نہ رہی

مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے
یعنی وہ صاحبِ اوصافِ حجازی نہ رہے (۴۷)

نثر:

(i) واعظ قوم کی وہ پختہ خیالی نہ رہی۔ (وہ) برقِ طبعی نہ رہی (اور) شعلہ مقالی نہ رہی۔

رہی، رہی، رہی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ
قوم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا
پختہ خیالی، برقِ طبعی، شعلہ مقالی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خبر
نہ، نہ، نہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حروفِ نفی
وہ، (وہ) ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اسم اشارہ بعید
واعظ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ ندا
(اور) ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ عطف

جملہ اسمیہ خبریہ

مندرجہ بالا شعر عام نحوی ترکیب میں ہے۔ اس شعر میں لفظ "واعظ" حرفِ ندا کے طور پر استعمال کیا گیا ہے کیوں کہ یہاں واعظ کو مخاطب کیا جارہا ہے۔

نثر:

(ii) رسمِ اذاں رہ گئی (اور) روحِ بلالی نہ رہی۔ فلسفہ رہ گیا (اور) تلقینِ غزالی نہ رہی۔

رہ گئی، رہی، رہ گیا، رہی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ
رسمِ اذاں، روحِ بلالی، فلسفہ، تلقینِ غزالی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا
رہ گئی، نہ رہی، رہ گیا، نہ رہی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خبر
نہ، نہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حروفِ نفی
(اور)، (اور) ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حروفِ عطف

جملہ اسمیہ خبریہ

مذکورہ شعر عام نحوی ترکیب میں لکھا گیا ہے۔ اس شعر میں افعالِ ناقصہ اور حروفِ نفی مل کر خبر دے رہے ہیں۔ رسم اذاں کا رہ جانا اور روحِ بلالی کا نہ رہنا جہاں افعالِ ناقصہ ہیں، وہیں یہ افعال ناقصہ خبر کے معنوں میں بھی استعمال ہو رہے ہیں۔ الفاظ کی اس دوئی نے ذو معنویت کو جنم دیا ہے۔

نثر:

(iii) مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے۔ یعنی وہ صاحبِ اوصافِ حجازی نہ رہے۔

ہیں، نہ رہے، نہ رہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ
مسجدیں، وہ صاحب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا
مرثیہ خواں، نمازی، اوصافِ حجازی۔۔۔۔۔۔ خبر جملہ اسمیہ خبریہ
کہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ علت
یعنی وہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ خصوصیت
نہ، نہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ نفی

مندرجہ بالا شعر کی نثر بنانے کی ضرورت نہیں ہے کیوں کہ مذکورہ شعر وہ نثری ترتیب لیے ہوئے ہے جو کہ ایک عام جملے میں ہوتی ہے۔ یہ اقبال کا ہی اعجاز ہے کہ وہ اشعار میں بھی نحوی ترتیب مد نظر رکھتے ہیں۔

شور ہے، ہو گئے دنیا سے مسلماں نابُود
ہم یہ کہتے ہیں کہ تھے بھی کہیں مسلم موجود!
وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدّن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں! جنھیں دیکھ کے شرمائیں یہود
یوں تو سیّد بھی ہو، مرزا بھی ہو، افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو، بتاؤ تو مسلمان بھی ہو! (۴۸)

نثر:

(i) (یہ) شور ہے (کہ) دنیا سے مسلماں نابود ہو گئے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ کہیں مسلم موجود بھی تھے۔

ہے، ہو گئے، کہتے ہیں، تھے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ
مسلماں، ہم، مسلم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا
شور، نابود، کہیں موجود بھی تھے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر
سے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ جار متعلقاتِ خبر جملہ اسمیہ خبریہ
دنیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مجرور
(کہ)، کہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ علت
(یہ)، یہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اسم اشارہ قریب
بھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ عطف

نثر:

(ii) تم وضع میں نصاریٰ تو تمدن میں ہنود ہو۔ جنہیں دیکھ کے یہود شرمائیں (وہ) یہ مسلماں ہیں۔

ہو، دیکھ کے، شرمائیں، ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ

تم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا

نصاریٰ، ہنود، یہود، یہ مسلماں ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خبر

میں، میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حروفِ جار متعلقاتِ خبر جملہ اسمیہ خبریہ

وضع، تمدن۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مجرور

تو، جنہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حروفِ خصوصیت

یہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اسمِ اشارہ قریب

(وہ)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اسمِ اشارہ بعید

مذکورہ شعر میں "یہ مسلمان ہیں" خبر دینے کے ساتھ ساتھ حیرانی کو بھی عیاں کر رہے ہیں۔

نثر:

(iii) یوں تو (تم) سیّد بھی ہو مرزا بھی ہو افغان بھی ہو۔ (اگر) تم سبھی کچھ ہو تو بتاؤ مسلمان بھی ہو؟

ہو، ہو، ہو، ہو بتاؤ، ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ

(تم)، تم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا

سیّد بھی ہو، مرزا بھی ہو، افغان بھی ہو، مسلمان بھی ہو۔۔۔۔۔۔۔خبر جملہ اسمیہ خبریہ

یوں تو، سبھی کچھ، تو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حروفِ خصوصیت

(اگر)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ شرط

بھی، بھی، بھی، بھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حروفِ عطف

مندرجہ بالا شعر کے مصرع ثانی میں "تو بتاؤ" سوالیہ انداز لیے ہوئے ہے۔

دمِ تقریر تھی مسلم کی صداقت بے باک
عدل اس کا تھا قوی، لوثِ مراعات سے پاک
شجرِ فطرتِ مسلم تھا حیا سے نم ناک
تھا شجاعت میں وہ اک ہستیِ فوق الادراک

خود گُدازی نمِ کیفیّتِ صہبایش بود
خالی از خویش شُدن صورتِ مینا یش بود (۴۹)

نثر:

(i) مسلم کی صداقت دمِ تقریر بے باک تھی۔ اس کا عدل قوی (اور) لوثِ مراعات سے پاک تھا۔

تھی، تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ

مسلم کی صداقت، عدل۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا

دمِ تقریر، بے باک، قوی، پاک۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر

سے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ جار } متعلقاتِ خبر — جملہ اسمیہ خبریہ

لوثِ مراعات۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مجرور

کی، اس کا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ اضافت

نثر:

(ii) مسلم (کا) شجر فطرت حیا سے نم ناک تھا۔ وہ شجاعت میں اک ہستیِ فوق الادراک تھا۔

تھا، تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ

مسلم (کا)، شجرِ فطرت، وہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا

نم ناک، اک ہستی، فوقِ الادراک۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر

سے، میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ جار } متعلقاتِ خبر — جملہ اسمیہ خبریہ

حیا، شجاعت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مجرور

وہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اسم اشارہ بعید

نثر:

(iii) کیفیت صہبایش خود غدازی نم بود۔ صورتِ مینایش خالی از خویش شدن، بود۔

بود، بود۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ

کیفیتِ صہبایش، مینایش۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا

خود گدازی، نم، خویش شدن۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر

از۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ جار } متعلقاتِ خبر — جملہ اسمیہ خبریہ

خالی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مجرور

صورت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ تشبیہ

ہر مسلماں رگِ باطل کے لیے نشتر تھا
اُس کے آئینۂ ہستی میں عمل جوہر تھا
جو بھروسا تھا اُسے قوّتِ بازو پر تھا
ہے تمھیں موت کا ڈر، اُس کو خدا کا ڈر تھا

باپ کا علم نہ بیٹے کو اگر اَزبر ہو
پھر پِسر قابلِ میراثِ پدِر کیوں کر ہو! (۵۰)

نثر:

(i) ہر مسلمان رگِ جان کے لیے نشتر تھا۔ اس کے آیئنہ ہستی میں عمل جوہر تھا۔

تھا، تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ

مسلماں، اس کے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا

نشتر، عمل جوہر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر ـ جملہ اسمیہ خبریہ

کے لیے، میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ جار متعلقاتِ خبر

رگِ جاں، آئینہ ہستی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مجرور

ہر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ خصوصیت

اقبال نے مذکورہ شعر عام نحوی پیرائے میں لکھا ہے اس لیے اس کی نثر بنانے کی ضرورت نہیں۔

نثر:

(ii) اسے جو بھروسا تھا قوت بازو پر تھا۔ تمھیں موت کا ڈر ہے اُس کو خدا کا ڈر تھا۔

تھا، تھا، ہے، تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ

اسے، تمھیں، اس کو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا

بھروسا، موت کا ڈر، خدا کا ڈر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر

پر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ جار متعلقاتِ خبر جملہ اسمیہ خبریہ

قوت بازو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مجرور

جو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ خصوصیت

کا۔ کا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ اضافت

نثر:

(iii) اگر بیٹے کو باپ کا علم از برنہ ہو (تو) پھر پسر میراث پدر (کے) قابل کیوں کر ہو!

از برنہ ہو، ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ

بیٹے، پسر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا

باپ کا علم، میراث پدر (کے) قابل۔۔۔۔ خبر

کیوں کر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ استفہام

کو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ علامتِ مفعول ـ جملہ اسمیہ خبریہ

اگر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ شرط

(تو) ---------------- حرفِ خصوصیت

کا،(کے) ------------- حرفِ اضافت

پھر----------------- حرفِ عطف

مندرجہ بالا بند کے تینوں اشعار کے نحویاتی مطالعہ سے یہ پتا چلا ہے کہ یہ اشعار جملہ اسمیہ خبریہ ہیں اور فصاحت و بلاغت کا عمدہ نمونہ ہیں۔

ہر کوئی مستِ مئے ذوقِ تن آسانی ہے
تم مسلماں ہو! یہ اندازِ مسلمانی ہے!
حیدری فقر ہے نَے دولتِ عثمانی ہے
تم کو اسلاف سے کیا نسبتِ روحانی ہے؟

وہ زمانے میں معزّز تھے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر (۵۱)

نثر:

(i) ہر کوئی مستِ مئے ذوقِ تن آسانی ہے۔ تم مسلمان ہو! (کیا) یہ انداز مسلمانی ہے؟

ہے، ہو، ہے------------------------------ افعالِ ناقصہ
ہر کوئی، تم-------------------------------- مبتدا
مستِ مئے ذوق، تن آسانی، مسلمان ہو، انداز مسلمانی------- خبر
یہ------------------------------- اسم اشارہ قریب
(کیا) ------------------------------------ حرفِ تنبیہ
جملہ اسمیہ خبریہ

مذکورہ شعر کے مصرع ثانی میں "تم مسلمان ہو" تعجب کا انداز لیے ہوئے ہے۔ اقبال اس شعر میں حیرانی کے عالم میں یہ پوچھ رہے ہیں (کیا) تم مسلمان ہو؟ کیا یہ انداز مسلمانی ہے؟ بظاہر حروفِ تعجب کا استعمال نہیں کیا گیا لیکن یہ خبریہ انداز اپنے اندر حیرت و استعجاب سموئے ہوئے ہے۔

نثر:

(ii) (تمہارے پاس) (نہ) حیدری فقر ہے نَے دولت عثمانی ہے۔ تم کو اسلاف سے کیا روحانی نسبت ہے؟

ہے، ہے، ہے------------------------------ افعالِ ناقصہ
تمہارے، تم-------------------------------- مبتدا
حیدری فقر، دولتِ عثمانی، روحانی نسبت--------------- خبر

سے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ جار متعلقاتِ خبر جملہ اسمیہ خبریہ

اسلاف۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مجرور

کو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔علامتِ مفعول

(نہ)،نے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ نفی

کیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ استفہام

نثر:

(iii) وہ زمانے میں مسلمان ہو کر معزز تھے۔ اور تم تارکِ قرآن ہو کر خوار ہوئے۔

تھے، ہوئے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ

وہ، تم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا

مسلمان ہو کر معزز، تارکِ قران ہو کر خوار۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خبر جملہ اسمیہ خبریہ

میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ جار متعلقاتِ خبر

زمانے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مجرور

اور۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ عطف

مذکورہ بند کے اشعار میں مبتدا کی موجودگی کے باعث مفہوم کی ترسیل احسن طریقے سے ہو رہی ہے۔

تم ہو آپس میں غضبناک، وہ آپس میں رحیم
تم خطا کارو خطا بیں، وہ خطا پوش و کریم
چاہتے سب ہیں کہ ہوں اوجِ ثُریّا پہ مقیم
پہلے ویسا کوئی پیدا تو کرے قلبِ سلیم
تختِ فغفور کبھی اُن کا تھا ، سریرِ کَے کبھی
یونہی باتیں ہیں کہ تم میں وہ حمیّت ہے بھی؟ (۵۲)

نثر:

(i) تم آپس میں غضب ناک ہو، وہ آپس میں رحیم (ہیں)۔ تم خطاکار و خطابیں ہو (اور) وہ خطاپوش و کریم (ہیں)۔

ہو، (ہیں)، ہو، (ہیں) ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ

تم، وہ، تم، وہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا

غضب ناک، رحیم، خطاکار و خطابیں، خطاپوش و کریم۔۔۔۔۔۔۔خبر جملہ اسمیہ خبریہ

میں، میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حروفِ جار متعلقاتِ خبر

آپس، آپس۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مجرور

و،(اور)،و۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ عطف

نثر:

(ii) سب چاہتے ہیں کہ اوجِ ثریا پہ مقیم ہوں۔ پہلے ویسا قلب سلیم تو کوئی پیدا کرے۔

چاہتے ہیں، ہوں، کرے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ

سب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا

مقیم، قلب سلیم پیدا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر

پہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ جار متعلقاتِ خبر جملہ اسمیہ خبریہ

اوج ثریا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مجرور

کہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ علت

پہلے، ویسا، تو، کوئی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ خصوصیت

مذکورہ شعر میں لفظ "سب" سے مراد وہ لوگ ہیں، جو چاہتے ہیں کہ اوج ثریا پہ مقیم ہوں۔ اس لیے اس شعر میں "سب" مبتدا کے طور پر استعمال ہوا ہے۔

نثر:

(iii) ان کا تخت فغفور بھی (اور) سریر کے بھی تھا۔ تم میں وہ حمیت ہے بھی کہ یونہی باتیں ہیں؟

تھا، ہے، ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ

ان کا، تم، حمیت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا

تختِ فغفور، سرپر کے، باتیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر

وہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اسم اشارہ بعید جملہ اسمیہ خبریہ

کہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ علت

بھی، (اور)، بھی، بھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ عطف

یونہی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ خصوصیت

مذکورہ شعر کا مصرع ثانی نحوی اعتبار سے سوالیہ انداز لیے ہوئے ہے۔

خودکُشی شیوہ تمھارا، وہ غیورو خوددار

تم اخوّت سے گریزاں، وہ اخوّت پہ نثار
تم ہو گفتار سراپا، وہ سراپا کردار
تم ترستے ہو کلی کو، وہ گُلستاں بہ کنار

اب تلک یاد ہے قوموں کو حکایت اُن کی
نقش ہے صفحۂ ہستی پہ صداقت اُن کی (۵۳)

نثر:

(i) تمہارا شیوہ خود کشی ہے (اور) وہ غیور و خوددار (ہیں)۔ تم اخوت سے گریزاں ہو (اور) وہ اخوت پہ نثار (ہیں)۔

جملہ اسمیہ خبریہ:
- (ہے)، (ہیں)، (ہو)، (ہیں) ---------------- افعالِ ناقصہ
- تمہارا، وہ، تم، وہ ---------------------------------- مبتدا
- شیوہ خود کشی، غیور و خوددار، گریزاں، نثار ------------- خبر
- متعلقاتِ خبر:
  - سے، پہ ---------------- حروفِ جار
  - اخوت، اخوت ------------- مجرور

نثر:

(i) تم سراپا گفتار ہو (اور) وہ سراپا کردار (ہیں)۔ تم کلی کو ترستے ہو (اور) وہ گلستان بہ کنار (ہیں)۔

جملہ اسمیہ خبریہ:
- ہو، (ہیں)، ہو، (ہیں) ------------------ افعالِ ناقصہ
- تم، وہ، تم، وہ --------------------------- مبتدا
- سراپا گفتار، سراپا کردار، کلی کو ترستے، گلستان بہ کنار ------ خبر
- (اور)، (اور) ---------------------- حرفِ عطف

نثر:

(ii) قوموں کو ان کی حکایت اب تلک یاد ہے۔ ان کی صداقت صفحۂ ہستی پہ نقش ہے۔

جملہ اسمیہ خبریہ:
- ہے، ہے ------------------------ افعالِ ناقصہ
- قوموں، ان کی، ان کی صداقت ---------------- مبتدا
- یاد ہے، نقش ہے ------------------------------ خبر
- متعلقاتِ خبر:
  - اب تلک، پہ ------------ حروفِ جار
  - حکایت، صفحۂ ہستی ---------- مجرور

مثلِ انجم اُفقِ قوم پہ روشن بھی ہوئے
بُتِ ہندی کی محبّت میں برہمن بھی ہوئے
شوقِ پرواز میں مہجورِ نشیمن بھی ہوئے
بے عمل تھے ہی جواں، دین سے بدظن بھی ہوئے

ان کو تہذیب نے ہر بند سے آزاد کیا
لا کے کعبے سے صنم خانے میں آباد کیا (۵۴)

نثر:

(i) (وہ) افقِ قوم پہ مثلِ انجم بھی روشن ہوئے۔(وہ) بتِ ہندی کی محبت میں برہمن بھی ہوئے۔

ہوئے، ہوئے---------------- افعالِ ناقصہ
(وہ)،(وہ) ------------------ مبتدا
مثلِ انجم روشن، بتِ ہندی کی محبت میں برہمن--- خبر جملہ اسمیہ خبریہ
پہ، میں--------- حروفِ جار متعلقاتِ خبر
افقِ قوم، محبت------- مجرور
بھی، بھی----------------- حروفِ عطف

نثر:

(ii) (وہ) شوقِ پرواز میں مہجورِ نشیمن بھی ہوئے۔(وہ) جواں بے عمل ہی تھے (اور) دین سے بدظن بھی ہوئے۔

ہوئے، تھے، ہوئے---------------- افعالِ ناقصہ
(وہ)،(وہ)، جواں---------------- مبتدا
مہجورِ نشیمن، بے عمل، بدظن------------- خبر جملہ اسمیہ خبریہ
میں، سے--------- حروفِ جار متعلقاتِ خبر
شوقِ پرواز، دین------- مجرور
بھی،(اور)، بھی------------- حروفِ عطف

نثر:

(iii) ان کو تہذیب نے ہر بند سے آزاد کیا۔(اور) کعبے سے لا کے صنم خانے میں آباد کیا۔

آزاد کیا، لا کے، آباد کیا------------- افعالِ متعدی
تہذیب--------------------- فاعل
ان کو، صنم خانے--------------- مفعول

سے، سے، میں۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ جار متعلقاتِ فعل جملہ فعلیہ خبریہ
ہر بند، کعبے، صنم خانے۔۔۔ مجرور
نے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ علامتِ فاعل
(اور) ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ عطف
کو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ علامتِ مفعول

مذکورہ شعر میں فاعل کی موجودگی نے شعر کے حسن میں اضافہ کر دیا ہے۔

قیس زحمت کشِ تنہائیِ صحرا نہ رہے
شہر کی کھائے ہوا، بادیہ پیما نہ رہے
وہ تو دیوانہ ہے بستی میں رہے یا نہ رہے
یہ ضروری ہے حجابِ رُخِ لیلا نہ رہے!
گلۂ جَور نہ ہو ،شکوۂ بیداد نہ ہو
عشق آزاد ہے،کیوں حُسن بھی آزاد نہ ہو!(۵۵)

نثر:

(i) قیس زحمت کشِ تنہائی صحرا نہ رہے۔ شہر کی ہوا کھائے (اور) بادیہ پیما نہ رہے۔

رہے، کھائے، رہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ
قیس۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا
زحمت کشِ تنہائی صحرا، شہر کی ہوا، بادیہ پیما۔۔۔۔ خبر جملہ اسمیہ خبریہ
نہ، نہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ نفی
(اور) ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ عطف

نثر:

(ii) وہ تو دیوانہ ہے بستی میں رہے یا نہ رہے۔ یہ ضروری ہے کہ حجابِ رخِ لیلا نہ رہے۔

ہے، ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ
وہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا جملہ اسمیہ خبریہ
دیوانہ، یہ ضروری۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر

رہے، نہ رہے، نہ رہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ متعدی
وہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فاعل جملہ فعلیہ خبریہ

بستی، حجابِ رخِ لیلا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مفعول

کہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ علت

مندرجہ بالا شعر کے مصرع اول اور مصرع ثانی کا آدھا حصہ جملہ اسمیہ خبریہ ہے جبکہ فعل کے لحاظ سے بقیہ آدھا حصہ جملہ فعلیہ خبریہ ہے۔ جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ مل کر خبر کی توسیع کر رہے ہیں۔

نثر:

(iii) گلۂ جَور نہ ہو (اور) شکوۂ بیداد (بھی) نہ ہو۔ عشق آزاد ہے (تو) حسن بھی آزاد کیوں نہ ہو۔

جملہ فعلیہ خبریہ:

گلۂ جَور نہ ہو، شکوۂ بیداد نہ ہو، آزاد ہے، آزاد ہے۔۔۔۔۔۔ افعالِ متعدی

عشق، حسن۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فاعل

یہاں مفعول حذف کر دیا گیا ہے۔

(اور)، (بھی)، بھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ عطف

نہ، نہ، نہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ نفی

(تو) ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ خصوصیت

کیوں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ تعجب

مذکورہ شعر میں گلۂ جَور اور شکوۂ بیداد اسم معرفہ ہیں لیکن بذاتِ خود یہ افعالِ متعدی ہیں۔ گلۂ جَور اور شکوۂ بیداد کیا جاتا ہے یہ فعل کی لازم خاص کیفیت کا نام ہے۔ اسی طرح آزاد ہونا اور آزاد کیوں نہ ہو بھی افعال کی کیفیات کے نام ہیں۔ اس شعر میں مفعول حذف کر دیا گیا ہے لیکن اس کے باوجود معنی و مفاہیم کی ترسیل عمدہ انداز میں ہو رہی ہے۔

عہدِ نَو برق ہے، آتش زنِ ہر خِرمن ہے
ایمن اس سے، کوئی صحرا نہ گلشن ہے
اس نئی آگ کا اقوامِ کُہن ایندھن ہے
اُمتِ ختمِ رُسُل شعلہ بہ پیراہن ہے

آج بھی ہو جو بَراہیمؑ کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا(۵۶)

نثر:

(i) عہدِ نو برق ہے، ہر خِرمن آتش زن ہے۔ اس سے کوئی صحرا (اور) گلشن ایمن نہ ہے۔

ہے، ہے، نہ ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ

عہدِ نو، ہر خرمن صحرا، گلشن۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا

برق، آتش زن، ایمن نہ ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر جملہ اسمیہ خبریہ

سے۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ جار متعلقاتِ خبر

اس۔۔۔۔۔۔۔۔ مجرور

ہر، کوئی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ خصوصیت

نثر:

(ii) اقوامِ کہن اس نئی آگ کا ایندھن ہے۔ ملّتِ ختمِ رُسل شعلہ بہ پیراہن ہے۔

ہے، ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ

اقوامِ کُہن، ملّتِ ختمِ رسل۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا

نئی آگ کا ایندھن، شعلہ بہ پیراہن۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر

اس۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اسم اشارہ قریب جملہ اسمیہ خبریہ

کا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ اضافت

بہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ جار متعلقاتِ خبر

شعلہ۔۔۔۔۔۔۔ مجرور

مذکورہ شعر میں لفظ "بہ" فارسی زبان کا ہے جس کے معنی "ساتھ" کے ہیں۔ فارسی میں "بہ" حرفِ جار ہے یعنی "بہ" ایک لفظ کے معنی کو دوسرے لفظ کے ساتھ ملا کر معنی کی ترسیل کر رہا ہے۔

نثر:

(iii) آج بھی جو براہیم کا ایماں پیدا ہو۔ آگ اندازِ گلستاں پیدا کر سکتی ہے۔

پیدا ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فعل ناقص

یہاں مبتدا حذف کر دیا گیا ہے۔

براہیم کا ایماں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر

آج۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اسم ظرفِ مکاں جملہ اسمیہ خبریہ

بھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ عطف

جو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ شرط

پیدا کر سکتی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فعل متعدی

آگ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فاعل جملہ فعلیہ خبریہ

اندازِ گلستاں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مفعول

مذکورہ شعر کا مصرع اول جملہ اسمیہ خبریہ ہے۔ اور اس خبر کی توسیع مصرع ثانی میں فعلیہ انداز میں ہو رہی ہے۔

دیکھ کر رنگِ چمن نہ ہو پریشاں مالی
کوکبِ غُنچہ سے شاخیں ہیں چمکنے والی
خس و خاشاک سے ہوتا ہے گُلستاں خالی
گُل بر انداز ہے خُونِ شُہَدا کی لالی

رنگ گردُوں کا ذرا دیکھ تو عُنّابی ہے
یہ نکلتے ہوئے سورج کی اُفُق تابی ہے(۵۷)

نثر:

(i) مالی رنگِ چمن دیکھ کے پریشاں نہ ہو (کیونکہ) کوکبِ غنچہ سے شاخیں چمکنے والی ہیں۔

پریشاں نہ ہو ---------------- فعل ناقص
مالی -------------------- مبتدا جملہ اسمیہ خبریہ
رنگِ چمن دیکھ کر ------------ خبر
(کیونکہ) --------------- حرفِ علت

چمکنے والی ہیں -------------- فعل متعدی
کوکب ---------------- فاعل
شاخیں ---------------- مفعول جملہ فعلیہ خبریہ
سے -------- حرفِ جار متعلقاتِ فعل
غنچہ -------- مجرور

نثر:

(ii) گلستاں خس و خاشاک سے خالی ہوتا ہے (کیونکہ) خونِ شہدا کی لالی گل بر انداز ہے۔

ہوتا ہے ----------- فعل ناقص
گلستاں ------------- مبتدا
خالی --------------- خبر جملہ اسمیہ خبریہ
سے ------ حرفِ جار متعلقاتِ خبر
خس و خاشاک --- مجرور

(کیونکہ) ـــــــــــــــ حرفِ علت
بر انداز ہے ـــــــــــ فعل متعدی
خونِ شہدا کی لالی ـــــــــــ فاعل
گُل ـــــــــــــــــ مفعول

جملہ فعلیہ خبریہ

نثر:

(iii) (تُو) ذرا دیکھ تو گردوں کا رنگ عنابی ہے۔ یہ نکلتے ہوئے سورج کی افق تابی ہے۔

ذرا دیکھ، ہے، ہے ـــــــــــــــ افعالِ ناقصہ
گردوں، سورج ـــــــــــــــ مبتدا
رنگ عنابی، افق تابی ـــــــــــــ خبر
نکلتے ہوئے ـــــــــــــــــ اسم حالیہ
تو ـــــــــــــــــــــ حرفِ خصوصیت
یہ ـــــــــــــــــــــ اسم اشارہ قریب
کا، کی ـــــــــــــــــــ حروفِ اضافت

جملہ اسمیہ خبریہ

مذکورہ بند میں "مالی" مبتدا ہے اور پورے بند میں "خبر" مالی ہی کو دی جا رہی ہے۔ دوسرے شعر کے مصرع اول میں اور تیسرے شعر میں بلا واسطہ مبتدا "مالی" ہی ہے۔ "مالی" کو دی جانے والی خبر کے نتیجے میں جو فعل سر انجام دیا جا رہا ہے وہ رجائیت سے بھرپور فعل اور خبر کی ذو معنویت اپنے اندر لیے ہوئے ہے۔

اُمّتیں گلشنِ ہستی میں ثمر چیدہ بھی ہیں
اور محرومِ ثمر بھی ہیں، خزاں دیدہ بھی ہیں
سیکڑوں نخل ہیں، کاہیدہ بھی، بالیدہ بھی ہیں
سیکڑوں بطنِ چمن میں ابھی پوشیدہ بھی ہیں
نخلِ اسلام نمونہ ہے برومندی کا
پھل ہے یہ سیکڑوں صدیوں کی چمن بندی کا(۵۸)

نثر:

(i) امتیں گلشن ہستی میں ثمر چیدہ بھی ہیں۔ محرومِ ثمر بھی ہیں اور خزاں دیدہ بھی ہیں۔

ثمر چیدہ ہیں، محرومِ ثمر ہیں، خزاں دیدہ ہیں ـــــ افعالِ متعدی
امتیں ـــــــــــــــــــــــ فاعل

گلشن۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مفعول جملہ فعلیہ خبریہ

میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ جار متعلقاتِ خبر

ہستی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مجرور

بھی، بھی، اور، بھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حروفِ عطف

نثر:

(ii) سیکڑوں نخل کاہیدہ بھی ہیں (اور) بالیدہ بھی ہیں۔ بطنِ چمن میں سیکڑوں ابھی پوشیدہ بھی ہیں۔

جملہ اسمیہ خبریہ

ہیں، ہیں، ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ

نخل۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا

کاہیدہ، بالیدہ، پوشیدہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خبر

میں۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ جار متعلقاتِ خبر

بطنِ چمن۔۔۔۔۔۔۔مجرور

بھی، (اور)، بھی، بھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حروفِ عطف

ابھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ خصوصیت

سیکڑوں، سیکڑوں۔۔۔۔۔۔۔۔غیر معین اعداد

نثر:

(iii) نخلِ اسلام برومندی کا نمونہ ہے۔ یہ پھل سیکڑوں صدیوں کی چمن بندی کا ہے۔

جملہ اسمیہ خبریہ

ہے، ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ

نخلِ اسلام، پھل۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا

برومندی کا نمونہ، سیکڑوں صدیوں کی چمن بندی۔۔۔خبر

کا، کی، کا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حروفِ اضافت

یہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اسم اشارہ قریب

سیکڑوں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔غیر معین اعداد

پاک ہے گردِ وطن سے سرِ داماں تیرا
تُو وہ یوسف ہے کہ ہر مصر ہے کنعاں تیرا
قافلہ ہو نہ سکے گا کبھی ویراں تیرا
غیر یکِ بانگِ درا کچھ نہیں ساماں تیرا

نخلِ شمع استی و در شعلہ دَوَد ریشۂ تو

تو(۵۹)   اندیشۂ   سایۂ   بُود   سوز   عاقبت

نثر:

(i) تیرا سرِ داماں گردِ وطن سے پاک ہے۔ تُو وہ یوسف ہے کہ ہر مصر تیرا کنعاں ہے۔

ہے، ہے، ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ
سرِ داماں، تُو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا } جملہ اسمیہ خبریہ
پاک، وہ یوسف، ہر مصر تیرا کنعاں۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر

سے۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ جار } متعلقاتِ خبر
گردِ وطن۔۔۔۔۔۔۔ مجرور
تیرا، تیرا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ اضافت
کہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ علت

نثر:

(ii) تیرا قافلہ کبھی ویراں نہ ہو سکے گا۔ تیرا ساماں غیر یکِ بانگِ درا کچھ نہیں (ہے)۔

ہو سکے گا، (ہے) ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ
تیرا قافلہ، تیرا ساماں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا } جملہ اسمیہ خبریہ
کبھی ویراں نہ ہو، غیر یکِ بانگِ درا کچھ نہیں۔۔۔۔۔ خبر
نہ، نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ نفی

نثر:

(iii) (تُو) نخل شمع استی و در شعلہ تو ریشۂ دَوَد۔ سایۂ تو اندیشۂ عاقبت سوز بود۔

استی، دود، بُود۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ
(تُو) تو، تو، سایۂ اندیشہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا
نخلِ شمع، ریشۂ، عاقبت سوز۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر } جملہ اسمیہ خبریہ
در۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ جار } متعلقاتِ خبر
شعلہ۔۔۔۔۔۔۔ مجرور
و۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ عطف

تُو نہ مٹ جائے گا ایران کے مٹ جانے سے
نشۂ مے کو تعلق نہیں پیمانے سے

ہے عیاں یورشِ تاتار کے افسانے سے
پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

کشتیِ حق کا زمانے میں سہارا تو ُ ہے
عصرِ نَو رات ہے، دُھندلا سا ستارا تُو ہے(٦٠)

نثر:

(i) تُو ایران کے مٹ جانے سے نہ مٹ جائے گا۔ نشہ مے کو پیمانے سے تعلق نہیں (ہوتا)۔

جملہ اسمیہ خبریہ:
- جائے گا، (ہوتا) ------------------- افعالِ ناقصہ
- تُو، ایران، نشہ مے ------------------- مبتدا
- ایران کے مٹ جانے سے نہ مٹے گا، پیمانے سے تعلق نہیں --- خبر
- متعلقاتِ خبر:
  - سے، سے -------- حروفِ جار
  - مٹ جانے، پیمانے ----- مجرور
- نہ، نہیں ------------------- حروفِ نفی

نثر:

(ii) یورشِ تاتار کے افسانے سے عیاں ہے۔ کعبے کو صنم خانے سے پاسباں مل گئے۔

جملہ اسمیہ خبریہ:
- ہے، گئے ------------------- افعالِ ناقصہ
- یورشِ تاتار، کعبے ------------------- مبتدا
- افسانے سے عیاں، پاسباں مل گئے ---------- خبر
- متعلقاتِ خبر:
  - سے، سے ------- حروفِ جار
  - افسانے، صنم خانے ---- مجرور
- کے ------------------- حرفِ اضافت

نثر:

(iii) تُو کشتیِ حق کا زمانے میں سہارا ہے۔ عصرِ نو رات ہے تُو دھندلا سا ستارا ہے۔

جملہ اسمیہ خبریہ:
- ہے، ہے، ہے --------------- افعالِ ناقصہ
- تُو، عصرِ نو ------------------- مبتدا
- کشتیِ حق کا سہارا، رات ہے، دھندلا سا ستارا ----- خبر
- متعلقاتِ خبر:
  - میں ----- حرفِ جار
  - زمانے ----- مجرور

سا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ تشبیہ

شاعری یا نثر میں ایک چیز کو دوسری چیز کی مانند مشترکہ خوبیوں کی بنا پر قرار دینا تشبیہ کہلاتا ہے۔ مذکورہ شعر کے مصرع ثانی میں لفظ "سا" حرفِ تشبیہ ہے۔ اس مصرع میں "تُو" بمعنی مسلماں ہے جس کو دھندلے ستارے سے تشبیہ دی گئی ہے۔ تشبیہ کا تعلق علمِ بیان سے ہے۔ علمِ بیان ان قاعدوں اور ضابطوں کا نام ہے جن کے ذریعے ایک بات کو بلحاظِ معانی مختلف طریقوں سے ادا کیا جا سکتا ہے۔ تشبیہ کا تعلق قوتِ مشاہدہ سے ہے۔ مذکورہ شعر میں بیان کی گئی تشبیہ اقبال کے وسیع النظر ہونے کی دلیل ہے۔

ہے جو ہنگامہ بپا یورشِ بلغاری کا
غافلوں کے لیے پیغام ہے بیداری کا
تُو سمجھتا ہے یہ ساماں ہے دل آزاری کا
امتحاں ہے، ترے ایثار کا، خودداری کا

کیوں ہراساں ہے صہیلِ فَرَسِ اعدا سے
نُورِ حق بُجھ نہ سکے گا نَفَسِ اعدا سے(٦١)

نثر:

(i) بلغاری (کی) یورش کا جو ہنگامہ بپا ہے۔ غافلوں کے لیے (یہ) بیداری کا پیغام ہے۔

ہے، ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ
بلغاری کی یورش، غافلوں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا
ہنگامہ بپا، بیداری کا پیغام۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر
(کی)، کا، کے لیے، کا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ اضافت
(یہ) ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اسم اشارہ قریب
جو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ شرط

جملہ اسمیہ خبریہ

نثر:

(ii) تُو سمجھتا ہے یہ دل آزاری کا ساماں ہے۔ (یہ) ترے ایثار کا (اور) خودداری کا امتحاں ہے۔

سمجھتا ہے، ہے، ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ
تُو، ایثار، خودداری۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا
دل آزاری کا ساماں، امتحاں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر
یہ، (یہ) ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اسم اشارہ قریب
کا، ترے، کا، کا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ اضافت

جملہ اسمیہ خبریہ

(اور) ------------------ حرفِ عطف

نثر:

(iii) صہیلِ فرسِ اعدا سے کیوں ہراساں ہے۔ نورِ حق نفسِ اعدا سے بجھ نہ سکے گا۔

جملہ اسمیہ خبریہ:

ہے، سکے گا ------------------ افعالِ ناقصہ

(تُو)، نورِ حق ------------------ مبتدا

ہراساں، نورِ حق ------------------ خبر

سے، سے ------------ حروفِ جار متعلقاتِ خبر

صہیلِ فرسِ اعدا، نفسِ اعدا --- مجرور

کیوں ------------------ حرفِ استفہام

نہ ------------------ حرفِ نفی

مذکورہ شعر کے مصرع اول میں لفظ "کیوں" نے ذو معنویت پیدا کر دی ہے۔ لفظ "کیوں" حرفِ استفہام ہے لیکن یہ خبر بھی دے رہا ہے کہ امتِ مسلمہ دشمنوں کے گھوڑوں کی ٹاپوں سے خوفزدہ ہیں۔ اس لیے اقبال جہاں خوفزدہ ہونے کی بابت سوال کر رہے ہیں وہیں یہ سوال امتِ مسلمہ کی دلی کیفیت کی عکاسی کر رہا ہے۔

چشمِ اقوام سے مخفی ہے حقیقت تیری
ہے ابھی محفلِ ہستی کو ضرورت تیری
زندہ رکھتی ہے زمانے کو حرارت تیری
کوکبِ قسمتِ امکاں ہے خلافت تیری

وقتِ فُرصت ہے کہاں، کام ابھی باقی ہے
نورِ توحید کا اِتمام ابھی باقی ہے(٦٢)

نثر:

(i) تیری حقیقت چشمِ اقوام سے مخفی ہے۔ ابھی محفلِ ہستی کو تیری ضرورت ہے۔

جملہ اسمیہ خبریہ:

ہے، ہے ------------------ افعالِ ناقصہ

تیری حقیقت، محفلِ ہستی ---------- مبتدا

مخفی، ضرورت ------------------ خبر

سے -------- حرفِ جار متعلقاتِ خبر

چشمِ اقوام ----- مجرور

ابھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ خصوصیت

کو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔علامتِ مفعول

تیری، تیری۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ اضافت

نثر:

(ii) تیری حرارت زمانے کو زندہ رکھتی ہے۔ تیری خلافت قسمتِ امکاں (کے لیے) کوکب ہے۔

زندہ رکھتی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فعل متعدی

تیری حرارت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فاعل جملہ

زمانے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مفعول

کو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔علامتِ مفعول

جملہ فعلیہ خبریہ

فعل۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ ناقص

خلافت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا

کوکب ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر

کے لیے۔۔۔۔ حرفِ جار متعلقاتِ خبر

قسمتِ امکاں۔۔۔ مجرور

جملہ اسمیہ خبریہ

مندرجہ بالا شعر کا مصرع اول جملہ فعلیہ خبریہ اور مصرع ثانی جملہ اسمیہ خبریہ ہے۔ اس شعر میں موجود جملے کی دونوں اقسام نے تقابلی حسن کو جنم دیا ہے۔

نثر:

(iii) ابھی وقتِ فرصت کہاں ہے کام باقی ہے۔ ابھی نورِ توحید کا اِتمام باقی ہے۔

ہے، ہے، ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ

کام، نورِ توحید۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا

وقتِ فرصت کہاں، باقی، اتمام باقی۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر

ابھی، ابھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ خصوصیت

کہاں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ ایجاب

جملہ اسمیہ خبریہ

مذکورہ شعر میں مبتدا کی موجودگی نے علامہ کی فکر کا عمدہ ابلاغ کر رہی ہے۔

مثلِ بُو قید ہے غنچے میں، پریشاں ہو جا

رخت بردوش ہوائے چمنستاں ہو جا
ہے تنک مایہ تو ذرّے سے بیاباں ہو جا
نغمۂ موج سے ہنگامۂ طوفاں ہو جا

قوّتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسمِ محمدؐ سے اجالا کر دے(۶۳)

نثر:

(i) (تُو) غنچے میں مثلِ بو قید ہے، پریشاں ہو جا۔(تُو) چمنستاں (میں) ہوائے رخت بردوش ہو جا۔

جملہ اسمیہ خبریہ:
- ہے، ہو جا ---------------- فعلِ ناقص
- (تُو) ---------------- مبتدا
- مثلِ بو قید ---------------- خبر
- متعلقاتِ خبر:
  - میں -------- حرفِ جار
  - غنچے -------- مجرور

جملہ فعلیہ خبریہ:
- پریشاں ہو جا، رختِ بردوش -------- افعالِ متعدی
- (تُو) ---------------- فاعل
- ہوائے ---------------- مفعول
- متعلقاتِ فعل:
  - میں ------- حرفِ جار
  - چمنستاں ------ مجرور

مذکورہ شعر کے مصرع اول کا آدھا حصہ جملہ اسمیہ خبریہ ہے جبکہ باقی آدھا جملہ فعلیہ خبریہ ہے۔"پریشاں" بذاتِ خود ایک کیفیت کا نام ہے جس کا تعلق براہِ راست فاعل سے ہے۔"پریشاں ہو جا" فعلیہ کیفیت کا نام ہے، اس لیے مصرع اول کا بقیہ آدھا حصہ فعلیہ خبریہ ہے۔اسی طرح مذکورہ شعر کے مصرع ثانی میں فاعل حذف کر دیا گیا ہے۔اگرچہ (تو) کا اضافہ کر کے فاعل کی کمی کو پورا کر دیا گیا ہے لیکن یہ اقبال کا فن ہے کہ وہ شاعری میں ایسے مختصر اور جامع الفاظ کا استعمال کرتے ہیں، جن سے ان کی فکر کا مکمل ابلاغ ہو جاتا ہے۔

نثر:

(ii) (اگر) (تُو) تنکِ مایہ ہے تو ذرے سے بیاباں ہو جا(اور) موج کے نغمے سے طوفان کا ہنگامہ ہو جا۔

جملہ اسمیہ خبریہ:
- ہے ------------- فعلِ ناقص
- (تو) ------------- مبتدا
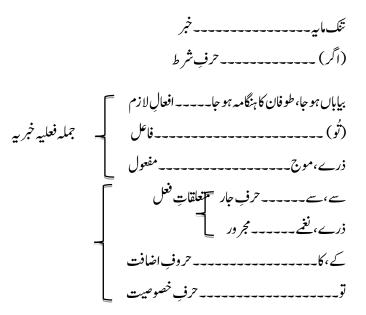
مذکورہ شعر کے مصرع اول کا آدھا حصہ جملہ اسمیہ خبریہ ہے جس میں امت مسلمہ کے سرمایہ کے کم ہونے کا بتایا گیا ہے۔ اس حصے میں مبتدا حذف کر دیا گیا ہے۔ جبکہ اسی مصرع اول میں حرفِ خصوصیت "تو" نے باقی افعال "ذرے سے بیاباں ہو جا" اور "طوفان کا ہنگامہ ہو جا" پر خصوصی زور دیا گیا ہے اور ان افعال پر امتِ مسلمہ کو عمل درآمد کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔

نثر:

(iii) ہر پست کو قوتِ عشق سے بالا کر دے۔ اسمِ محمدؐ سے دہر میں اجالا کر دے۔

بالا کر دے، اجالا کر دے--------------- افعالِ لازم

پست، دہر---------------------- مفعول

کو------------------------ علامتِ مفعول

سے، سے، میں------- حروفِ جار

قوتِ عشق، اسمِ محمدؐ، دہر---- مجرور

متعلقاتِ فعل

ہر----------------------- حروفِ خصوصیت

جملہ فعلیہ خبریہ

مندرجہ بالا شعر میں فاعل حذف کر دیا گیا ہے۔ لیکن الفاظ کی ترتیب اور مناسبت کو ایسے عمدہ انداز میں پیش کیا گیا ہے جس نے اقبال کی فکر و فلسفہ اور پیغام کا کامل ابلاغ کیا ہے۔ مذکورہ شعر دعائیہ انداز میں لکھا گیا ہے اور جن الفاظ کے ذریعے شعر کی زینت کو بڑھایا گیا ہے وہ فاعل کا تعین بخوبی کر رہے ہیں۔ اس شعر میں فاعل ربِ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس ہے جس نے دعا کو مقبولیت کی سند عطا کرنی ہے اور اس کائنات میں حضورؐ اقدس کے مبارک نام سے روشنی پیدا کرنی ہے۔ مذکورہ شعر علامہؒ کی فصاحت و بلاغت کا بے مثال نمونہ ہے۔

ہو نہ یہ پھول تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہو

چمنِ دہر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو
یہ نہ ساقی ہو تو پھر مے بھی نہ ہو، خُم بھی نہ ہو
بزمِ توحید بھی دنیا میں نہ ہو ، تم بھی نہ ہو

خیمہ افلاک کا ایستادہ اسی نام سے ہے
نبضِ ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے(٦٤)

نثر:

(i) یہ پھول نہ ہو تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہو۔ دہر کے چمن میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو۔

جملہ اسمیہ خبریہ:

- نہ ہو، نہ ہو، نہ ہو ---------------- افعالِ ناقصہ
- پھول ---------------------- مبتدا
- بلبل کا ترنم، کلیوں کا تبسم --------------- خبر
- یہ ---------------------- اسمِ اشارہ قریب
- تو ---------------------- حرفِ خصوصیت
- متعلقاتِ خبر:
  - میں ------- حرفِ جار
  - چمن ------- مجرور
- بھی، بھی ----------------- حروفِ عطف
- نہ، نہ، نہ ----------------- حروفِ نفی
- کا، کے، کا --------------- حروفِ اضافت

مذکورہ شعر میں مبتدا" پھول" کی موجودگی نے شعر کے لفظی اور معنوی حسن کو چار چاند لگا دیے ہیں۔ اس شعر میں الفاظ کی بندش نہایت چُست ہے۔

نثر:

(ii) یہ ساقی نہ ہو تو پھر مے بھی نہ ہو (اور) خُم بھی نہ ہو۔ دنیا میں بزمِ توحید بھی نہ ہو (اور) تم بھی نہ ہو۔

جملہ اسمیہ خبریہ:

- نہ ہو، نہ ہو، نہ ہو، نہ ہو، نہ ہو ------------ افعالِ ناقصہ
- ساقی ---------------------- مبتدا
- مے نہ ہو، خُم نہ ہو، بزمِ توحید نہ ہو، تم نہ ہو ------- خبر
- متعلقاتِ خبر:
  - میں ------- حرفِ جار
  - دنیا ------- مجرور

یہ-------------------------اسمِ اشارہ قریب

تو--------------------------حرفِ خصوصیت

بھی، بھی، بھی،(اور)، بھی-------------حروفِ عطف

مذکورہ شعر میں حروفِ عطف اور حروفِ نفی کی تکرار نے جہاں غنائیت کو جنم دیا ہے وہیں معنوی حسن کو بھی بڑھادیا ہے۔

نثر:

(iii) اسی نام سے خیمہ افلاک کا ایستادہ ہے۔اسی نام سے ہستی (کی) نبض تپش آمادہ ہے۔

جملہ اسمیہ خبریہ:

ہے،ہے-----------------افعالِ ناقصہ

خیمہ افلاک، ہستی کی نبض-----------مبتدا

ایستادہ، تپش آمادہ----------------خبر

سے،سے------حروفِ جار متعلقاتِ خبر

نام،نام---------مجرور

اسی،اسی-----------------اسمِ اشارہ قریب

کا،(کی) ------------------حروفِ اضافت

مذکورہ بند میں 'مبتدا' کو بلیغ معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔ اس بند میں مبتدا 'پھول' 'ساقی' اور 'بزمِ توحید' استعارہ ہے رحمتللعالمین ؐ کا جن کے دم قدم سے یہ کائنات بنائی گئی اور انؐ کی وجہ سے یہ کائنات قائم ہے جو شافعِ محشر ہیں۔ مذکورہ بند جملہ اسمیہ خبریہ کا بے مثال نمونہ ہیں۔

دشت میں، دامنِ کہسار میں، میدان میں ہے

بحر میں، موج کی آغوش میں، طوفان میں ہے

چین کے شہر، مراکش کے بیابان میں ہے

اور پوشیدہ مسلمان کے ایمان میں ہے

چشمِ اقوام یہ نظّارہ ابد تک دیکھے

رفعتِ شانِ رَفَعۡنَالَکَ ذِکۡرَکَ، دیکھے(۶۵)

مذکورہ بند کے پہلے دو اشعار جملہ اسمیہ خبریہ کے ہیں، لیکن اس خبر کی مکمل ترسیل آخری شعر میں ہو رہی ہے۔اس لیے مذکورہ بند کے شعر اول اور شعر ثانی کی نثر اکٹھی کی جائے گی تا کہ نحویاتی تجزیہ میں بھی آسانی ہو اور اقبال امتِ مسلمہ کو جو پیغام دینا چاہتے ہیں اس کی بھی مکمل طور پہ ترسیل ہو جائے۔

نثر:

(i) (ii) دشت میں، دامنِ کہسار میں (اور) میدان میں ہے۔ بحر میں، موج کی آغوش میں (اور) طوفان میں ہے۔ چین کے شہر مراکش کے بیابان میں ہے اور مسلمان کے ایمان میں پوشیدہ ہے۔

جملہ اسمیہ خبریہ:

ہے، ہے، ہے، ہے---------------------------افعالِ ناقصہ

موج، چین کے شہر مراکش کے بیابان، مسلمان-------------مبتدا

پوشیدہ-------------------------------------خبر

متعلقاتِ خبر:

میں، میں، میں، میں، میں، میں، میں، میں---------حروفِ جار

دشت، دامنِ کہسار، میدان، بحر، آغوش، طوفان، بیابان، ایمان--مجرور

کی، کے، کی----------------------------------حروفِ اضافت

(اور)،(اور)،اور---------------------------حروفِ عطف

نثر:

(iv) اقوام (کی) چشم یہ نظّارہ ابد تک دیکھے۔ رَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ (کی) رفعتِ شان دیکھے۔

جملہ فعلیہ خبریہ:

دیکھے--------------------فعلِ متعدی

اقوام (کی) چشم----------------فاعل

نظارہ----------------------مفعول

متعلقاتِ فعل:

تک-----حرفِ جار

ابد-------مجرور

یہ--------------------اسمِ اشارہ قریب

جملہ اسمیہ خبریہ:

ذِکْرَکَ، دیکھے----------فعل ناقص

لَکَ--------------مبتدا

رَفَعْنَا، رفعتِ شان----------خبر

(کی)-------------حرفِ اضافت

مذکورہ شعر کا مصرع اول جملہ فعلیہ خبریہ ہے جبکہ مصرع ثانی جملہ اسمیہ خبریہ ہے۔ اس شعر کے مصرع ثانی میں قرآن مجید کی سورۃ الانشراح کی آیت نمبر 4 شامل کی گئی ہے جس کا مطلب ہے کہ "ہم نے آپؐ کا ذکر بلند فرمادیا ہے"۔ مذکورہ شعر علامہ کی اسلام، حضورؐ کی ذات مبارکہ اور امتِ مسلمہ سے محبت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

مَردمِ چشمِ زمیں یعنی وہ کالی دنیا
وہ تمہارے شُہدا پالنے والی دنیا
گرمیِ مہر کی پروردہ ہلالی دنیا
عشق والے جسے کہتے ہیں بِلالی دنیا

تپش اندوز ہے اس نام سے پارے کی طرح
غوطہ زن نُور میں ہے آنکھ کے تارے کی طرح(٦٦)

مذکورہ بند کے پہلے دو اشعار میں اقبال اپنی جس فکر اور فلسفے کا ابلاغ کرنا چاہتے ہیں اس کی تکمیل مذکورہ بند کے آخری شعر میں ہو رہی ہے۔ یعنی پہلے دو اشعار میں الفاظ کی ترتیب اور تخلیق کا مقصد آخری شعر بیان کر رہا ہے۔ اس لیے مندرجہ بالا بند کے تمام اشعار کا نحویاتی تجزیہ اکٹھا کیا جائے گا۔

نثر:

(iii-ii-i) (وہ) مردمِ چشمِ زمیں یعنی وہ کالی دنیا (اور) وہ تمہارے شُہدا پالنے والی دنیا (وہ) گرمیِ مہر کی پروردہ ہلالی دنیا (اور) عشق والے جسے بِلالی دنیا کہتے ہیں۔ اس نام سے پارے کی طرح تپش اندوز ہے۔ آنکھ کے تارے کی طرح نور میں غوطہ زن ہے۔

جملہ اسمیہ خبریہ:

کہتے ہیں، ہے، ہے------------------------------------افعالِ ناقصہ
مردمِ چشمِ زمیں، دنیا، دنیا، دنیا، عشق والے، اس نام، آنکھ کے تارے--------مبتدا
کالی دنیا، شُہدا پالنے والی، گرمیِ مہر کی پروردہ ہلالی، ہلالی دنیا، تپش اندوز، غوطہ زن----خبر
سے، کی طرح، کی طرح، میں-----------حروفِ جار } متعلقاتِ خبر
نام، پارے، تارے، نور----------------مجرور } متعلقاتِ خبر
(وہ)، وہ، وہ، (وہ) ----------------------------------اسم اشارہ بعید
یعنی، جسے--حروفِ خصوصیت
تمہارے، کی، کے---------------------------------------حروفِ اضافت
اس---اسم اشارہ قریب

عقل ہے تیری سپر، عشق ہے شمشیر تری

مرے درویش! خلافت ہے جہاں گیر تری
ماسِویٰ اللہ کے لیے آگ ہے تکبیر تری
تُو مسلماں ہو تو تقدیر ہے تدبیر تری

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں(٦٧)

نثر:

(i) تیری عقل سِپَر ہے عشق تری شمشیر ہے۔ مرے درویش! تری خلافت جہاں گیر ہے۔

جملہ اسمیہ خبریہ:
- ہے، ہے، ہے ------------------ افعالِ ناقصہ
- عقل، عشق، خلافت، درویش -------------- مبتدا
- سِپَر، شمشیر، جہاں گیر ------------------ خبر
- تیری، تری، مرے، تری -------------- حروفِ اضافت

مذکورہ شعر کے مصرع ثانی میں مبتدا 'مرے درویش!' کو مخاطب کیا گیا ہے اور یہ خبر دی گئی ہے کہ تری عقل ڈھال ہے، تیرا عشق تلوار اور تیری خلافت ساری دنیا پہ محیط ہے۔ مندرجہ بالا شعر جملہ اسمیہ خبریہ کی عمدہ مثال ہے۔

نثر:

(ii) تری تکبیر ماسِویٰ اللہ کے لیے آگ ہے۔ (اگر) تُو مسلماں ہو تو تری تدبیر تقدیر ہے۔

جملہ اسمیہ خبریہ:
- ہے، مسلماں ہو، ہے ------------------ افعالِ ناقصہ
- تکبیر، تدبیر ---------------------------- مبتدا
- آگ، تقدیر ------------------------------ خبر
- متعلقاتِ خبر:
  - کے لیے ------------ حرفِ جار
  - ماسِویٰ اللہ ------------ مجرور
- تری، تری --------------------------- حروفِ اضافت
- (اگر)، تو -------------------------- حروفِ شرط

نثر:

(iii) تُونے محمدؐ سے وفا کی تو ہم تیرے ہیں۔ یہ جہاں کیا چیز ہے، لوح و قلم تیرے ہیں۔

- وفا کی، ہیں، ہے، ہیں -------------- افعالِ ناقصہ
- تُو، ہم، جہاں -------------------- مبتدا

ہم تیرے ہیں، کیا چیز، لوح و قلم تیرے ہیں۔۔۔۔۔ خبر

سے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ جار ⎤ متعلقاتِ خبر

محمدؐ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مجرور ⎦ جملہ اسمیہ خبریہ

تو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ شرط

یہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اسم اشارہ قریب

کیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ تنبیہہ

نے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ علامتِ فاعل

مذکورہ شعر اقبال کی نظم 'جوابِ شکوہ' کا آخری شعر ہے جس میں الفاظ کی ترتیب اور بندش نے لفظی اور معنوی طور پر شعر کو فصاحت و بلاغت کا بے نظیر نمونہ بنادیا ہے، جبکہ متعلقاتِ خبر (حرفِ جار اور مجرور) نے شعر کو آفاقی بنادیا ہے۔ لسانیات کے دائرہ کار میں دیکھا جائے یا نحوی پیرائے میں، فکر کے لحاظ سے دیکھا جائے یا فلسفہ کے طور پر دینِ اسلام کا گہرا مشاہدہ کہیں یا اقبال کا حضورؐ کی ذاتِ اقدس سے عشق، مذکورہ شعر ہر جہت سے اپنے اندر ایک آفاقی سچائی اور معنویت لیے ہوئے ہے۔ عام نحوی ترکیب میں اقبال نے اپنی شاعری کا ماحصل بیان کر دیا ہے۔ مندرجہ بالا شعر جہاں اقبال کی حضورؐ سے والہانہ عقیدت اور عشق کا اظہار کر رہا ہے، وہیں یہ امتِ مسلمہ کے لیے نسخہ کیمیا کی بھی حیثیت رکھتا ہے، جس پر عمل پیرا ہو کر عالمِ اسلام دونوں جہانوں میں کامیابی و کامرانی حاصل کر سکتا ہے۔ یہ وہ تقلید کی روِش ہے جس پر چلنے کا ربِ کائنات نے حکم دیا ہے۔ حضورؐ سے وفا کرنا، ربِ ذوالجلال سے وفا کرنے کے مترادف ہے۔ نحویاتی مطالعہ ایک طرح کا نامیاتی مطالعہ ہے جس میں کسی ایک جزو کی کمی سے وہ چیز تکمیل کو نہیں پہنچتی۔ اسی طرح اقبال کا مطمعِ نظر ایک عام مسلمان تھا۔ اپنی فکر کی مکمل ترسیل کرنے کے لیے اقبال نے اپنی نظموں "شکوہ" اور "جوابِ شکوہ" کو عام نحوی ترکیب میں پیش کیا جس کی بدولت مذکورہ نظموں کی صداقت اور اثر پذیری میں اضافہ ہو گیا۔ مذکورہ نظمیں اقبال کے دل سے نکلی ہوئی وہ آہیں ہیں جو بے بال و پر کے، پرواز کی طاقت رکھتی ہیں اور قارئین کے دل کو عشقِ رسولؐ سے روشن کر دیتی ہیں۔ مذکورہ شعر کے نحویاتی مطالعے سے یہ معلوم ہوا کہ اس شعر کو اقبال کے کلام کا حاصل کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا۔

حوالہ جات

1۔ محمد اقبال: "بانگِ درا" فضلی سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ، کراچی، ۲۰۰۵ء، ص۲۴۸

2۔ ایضاً، ص۲۴۸

3۔ ایضاً، ص۲۴۹

4۔ ایضاً، ص۲۴۹

5۔ ایضاً، ص۲۴۹ – ۲۵۰

6۔ ایضاً، ص۲۵۰

7۔ ایضاً، ص۲۵۰

8۔ ایضاً، ص۲۵۰ – ۲۵۱

9۔ ایضاً، ص۲۵۱

10۔ یضاً، ص۲۵۱

11۔ ایضاً، ص۲۵۲

12۔ ایضاً، ص۲۵۲

13۔ ایضاً، ص۲۵۲ – ۲۵۳

14۔ ایضاً، ص۲۵۳

15۔ ایضاً، ص۲۵۳

16۔ ایضاً، ص۲۵۳ – ۲۵۴

17۔ ایضاً، ص۲۵۴

18۔ ایضاً، ص۲۵۴

19۔ ایضاً، ص۲۵۵

20۔ ایضاً، ص۲۵۵

21۔ ایضاً، ص۲۵۵ – ۲۵۶

22۔ ایضاً، ص۲۵۶

23۔ ایضاً، ص۲۵۶

24۔ ایضاً، ص۲۵۶ – ۲۵۷

25۔ ایضاً، ص۲۵۷

26۔ ایضاً، ص۲۵۷

27۔ ایضاً، ص۲۵۸

28۔ ایضاً، ص۲۵۸

29۔ ایضاً، ص۲۵۸ – ۲۵۹

30۔ ایضاً، ص۲۵۹

31۔ ایضاً، ص۲۵۹

32۔ ایضاً، ص۲۹۵

33۔ ایضاً، ص۲۹۵

34۔ ایضاً، ص۲۹۶

35۔ ایضاً، ص۲۹۶

36۔ ایضاً، ص۲۹۶ – ۲۹۷

37۔ ایضاً، ص۲۹۷

38۔ ایضاً، ص۲۹۷

39۔ ایضاً، ص۲۹۷ – ۲۹۸

40۔ ایضاً، ص۲۹۸

41۔ ایضاً، ص۲۹۸

42۔ ایضاً، ص۲۹۹

43۔ ایضاً، ص۲۹۹

44۔ ایضاً، ص۲۹۹ – ۳۰۰

45۔ ایضاً، ص۳۰۰

46۔ ایضاً، ص۳۰۰

47۔ ایضاً، ص۳۰۰ -۳۰۱

48۔ ایضاً، ص۳۰۱

49۔ ایضاً، ص۳۰۱

50۔ ایضاً، ص۳۰۲

51۔ ایضاً، ص۳۰۲

52۔ ایضاً، ص۳۰۲ – ۳۰۳

53۔ ایضاً، ص۳۰۳

54۔ ایضاً، ص۳۰۳

55۔ ایضاً، ص۳۰۳ – ۳۰۴

56۔ ایضاً، ص۳۰۴

57۔ ایضاً، ص۳۰۴

58۔ ایضاً، ص۳۰5

59۔ ایضاً، ص۳۰۵

60۔ ایضاً، ص۳۰۵ – ۳۰٦

61۔ ایضاً، ص۳۰٦

62۔ ایضاً، ص۳۰٦

63۔ ایضاً، ص۳۰٦ – ۳۰۷

64۔ ایضاً، ص۳۰۷

65۔ ایضاً، ص۳۰۷

66۔ ایضاً، ص۳۰۸

67۔ ایضاً، ص۳۰۸

باب چہارم

"بانگِ درا" کی طویل نظمیں "شمع اور شاعر"، "خضرِ راہ" اور "طلوعِ اسلام" کا نحویاتی مطالعہ

انسان مختلف سماجی اور انفرادی مقاصد کے لیے زبان کا استعمال کرتا ہے۔ زبان جہاں انفرادی جذبات کی ترجمانی کے لئے آلۂ کار کا کام دیتی ہے وہیں ترسیل کے ذریعے دادوستہ کے عمل کو آگے بڑھاتی ہے۔ زبان ایک تغیر پذیر نامیہ ہے۔ چونکہ مختلف مقاصد کے لیے زبان کا استعمال کیا جاتا ہے اس لیے زبان مختلف جملوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ زبان جملوں سے عبارت ہوتی ہے لفظوں سے نہیں۔ جملہ لفظوں کے معنی و مفاہیم معین کرنے اور انہیں سمت و رفتار عطا کرنے میں فعال کردار ادا کرتا ہے۔ یہ کردار قواعدی نوعیت کے ہوتے ہیں۔ زبان سے قواعد کے اصول تو وضع کیے جاسکتے ہیں لیکن قواعد کے اصولوں سے زبان وجود میں نہیں آتی۔ مرزا غالبؔ نے لفظ کو ہی "گنجینۂ معنی کا طلسم" کہا تھا۔ جملے کے سیاق و سباق ہی میں اس کے معنی متعین ہوتے ہیں۔ اگر ہم لفظ "خودی" کا معنی فارسی لغت میں دیکھیں تو یہ غرور اور تکبر کے معنوں میں آیا ہے۔ لیکن اگر یہی لفظ "خودی" اقبال کے افکار و خیالات کی روشنی میں دیکھیں تو ایک الگ ہی معنی اور مثبت پہلو لیے ہوئے ہے "اپنے نفس کا شعور"، جو کہ جملے کے سیاق وسباق نے متعین کیے ہیں۔

کسی بھی زبان کا مطالعہ دراصل اس کے جملوں کا مطالعہ ہے۔ اپنے خیالات کی ترسیل کے لیے جملوں کی تشکیل ضروری ہے۔ جملہ صرف بامعنی الفاظ کا مجموعہ نہیں ہوتا بلکہ اس کی مخصوص ساخت یا ہیئت ہوتی ہے جس کی حدود میں متکلم اپنی مرضی سے الفاظ جما کر اپنا ماضی الضمیر پیش کرتا ہے۔ جملے کی ساخت اور ساختی قواعد کو سمجھے بغیر ہم اردو جملے کا لسانی مزاج نہیں سمجھ سکتے۔ "نحو" قواعد کا مرکزی حصہ ہے۔ جملوں کی ساخت اور ہیئت کا مطالعہ، اس کا بنیادی موضوع ہے "نحو" میں لفظ کے آزاد رُویوں سے بحث کی جاتی ہے۔ ہم دورانِ گفتگو لفظوں کا انتخاب کرتے ہیں لیکن جملوں کی ساخت نہیں بناتے، کیونکہ یہ ہمیں اہلِ کلام سے وراثت میں ملی ہے۔ انہی جملوی نمونوں کا مطالعہ "نحو" کہلاتا ہے۔ بالفاظ دیگر الفاظ کی وہ بامعنی ترتیب جس سے اس زبان کی نحوی ساخت کے اصول مرتب ہوتے ہیں "نحو" کہلاتے ہیں۔ جملے میں موجود اس بامعنی ترتیب کو "تنظیمیہ ترتیب" بھی کہا جاتا ہے۔ عام طور پر جملے کے دو حصے ہوتے ہیں، ایک حصے میں کسی شخص، چیز یا بات کا حوالہ ہوتا ہے اور دوسرے حصے میں اس سے متعلق کوئی بات کہی جاتی ہے۔ پہلے حصے کو "مبتدا" اور دوسرے حصے کو "خبر" کہا جاتا ہے۔ مبتدا وہی ہے جسے ہم "فاعل" کہتے ہیں۔

اردو جملے کی ساخت کو سمجھنے کے لیے اگر ترکیب کو اکائی مان لیا جائے تو ہم جملے کی ساخت کو ترکیبی ساخت کی اصطلاحوں میں پرکھ کر اسے بہتر طور پر سمجھ سکتے ہیں۔ جدید لسانیات کی اصطلاح میں جملے کی چھوٹی سے چھوٹی ہئیتی اکائی کو "ٹیکسیم" کہتے

ہیں۔ جبکہ جدید اصطلاح میں الفاظ کی وہ با معنی ترتیب، جس سے اس زبان کے نحوی اصول مرتب ہوتے ہیں، "ٹیکسیمی ترتیب" کہلاتے ہیں۔ اردو جملے میں ٹیکسیمی ترتیب اختیاری ہونے کے باوجود اصولوں کی پابند ہے۔ اردو میں جملے کی ترکیبی ساخت دو طرح کی ہوتی ہے، ایک اسمی ترکیب اور دوسری فعلی ترکیب۔ اگر ترکیب اسم سے متعلق ہو تو "اسمی ترکیب" اور اگر فعل سے متعلق ہو تو "فعلی ترکیب" کہلائے گی۔ اسمی ترکیب میں مبتدا، خبر اور فعل ناقص ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ متعلقاتِ خبر جیسے حروف جار اور مجرور بھی ہوتے ہیں۔ فعلیہ ترکیب میں فاعل، مفعول، فعل، اور متعلقاتِ فعل ہوتے ہیں۔ اردو جملے میں حرفِ جار لازمی طور پر اسم کے بعد آتا ہے جبکہ فارسی زبان میں حرفِ جار اسم سے پہلے آتا ہے۔ اس کے علاوہ علامتِ فاعل "نے" اور علامتِ مفعول "کو" بھی موقع کی مناسبت سے استعمال کیے جاتے ہیں۔ اگر جملے میں الفاظ کی مخصوص ترتیب نہ ہو تو وہ اپنے معنی کھو دیتی ہے اور حسنِ بیان بھی۔ الغرض زبان اپنی مرضی اور نحوی قاعدوں پر ہی زندہ رہتی ہے۔ ماہرینِ نحویات کے نزدیک، اگر جملے میں موزونیت ہو تو وہ مصرع کہلائے جاسکتے ہیں۔ ان کے نزدیک کلام موضوع میں الفاظ کا الٹ پھیر جائز ہے۔ بشرطیکہ یہ الٹ پھیر با معنی ہو۔ معنی آفریں ترتیب بول چال کی ترتیب سے مختلف بھی ہو سکتی ہے۔

ماہرینِ نحویات نے نثر اور شاعری کا نحویاتی مطالعہ کرنے کے چند اصول و ضوابط مقرر کیے ہیں، جن پر عمل کرنا، نحوی تجزیہ کرنے کے لیے بہت ضروری ہے۔ سب سے پہلے نثر یا شعر کا معنی و مفہوم اچھی طرح سمجھ لیں۔ اس کے بعد اگر شعر ہے تو اس کی نثر بنا لیجئے۔ کلام میں جو بھی لفظ حذف کر دیا گیا ہے اس کو ضرورت کے تحت پورا کر لیجئے اور اس لفظ کو قوسین میں لکھیے۔ اس کے بعد یہ دیکھیں کہ یہ جملہ اسمیہ ہے یا جملہ فعلیہ۔ اور یہ کہ ان کے ساتھ ساتھ متعلقاتِ خبر اور متعلقاتِ فعل کون کون سے آئے ہیں۔ علامتِ فاعل اور مفعول کا پتا لگائیں۔ کون کون سے حروف جملے میں استعمال کیے گئے ہیں ان کا پتہ لگائیے۔ اور آخر میں جملے میں الفاظ کی ترتیب کو اس طرح سے پیش کریں کہ دیکھنے والا یا پڑھنے والا اس کے معنی و مفاہیم سے مکمل آگاہی حاصل کر سکے۔

مندرجہ بالا قواعد و ضوابط کو مد نظر رکھتے ہوئے باب چہارم میں بانگِ درا کی طویل نظموں "شمع اور شاعر"، "خضرِ راہ" اور "طلوعِ اسلام" کا نحویاتی مطالعہ کیا جائے گا اور لسانیات کی بنجر زمین کو اقبال کی مذکورہ نظموں کے نحویاتی مطالعہ سے سیر اب کیا جائے گا۔

شمع اور شاعر

(فروری ۱۹۱۲ء)

اقبال کی نظم "شمع اور شاعر" ایک تمثیلی اور اور مکالماتی نظم ہے۔ مذکورہ نظم ایسی جامع نظم ہے جس میں امتِ مسلمہ کی مشکلات کی تصویر اور ان مشکلات کے حل کا نسخہ درج ہے۔ مذکورہ نظم میں اقبال نے عالمِ اسلام کی نظر اس طرف کی ہے کہ تم اسلام کی عزت بڑھانے کے لیے پوری سرگرمی اور جدوجہد سے کام لو۔ اس نظم "شمع اور شاعر" کا پہلا بند مکمل فارسی زبان

میں ہے جو کہ شاعر کی زبان سے ادا ہوا ہے۔ اقبال کا مطمحِ نظر چونکہ عالمِ اسلام تھا جہاں اردو کی نسبت فارسی زبان زیادہ بولی اور سمجھی جاتی تھی۔ اس لیے اقبال نے بھی شاعر کی زبان سے ادا ہونے والے کلمات فارسی زبان میں ادا کروائے ہیں۔

نحوی پیرائے میں دیکھا جائے تو اردو اور فارسی کی نحویات کے قواعد و ضوابط ایک ہی ہیں۔ ایک جملے میں الفاظ کی جو ترتیب اردو زبان میں ہوتی ہے وہی ترتیب فارسی زبان میں بھی ہوتی ہے یعنی پہلے فاعل پھر مفعول اور آخر میں فعل۔ اسی طرح جملہ اسمیہ میں پہلے فعل ناقص پھر مبتدا اور پھر خبر۔ اس کے علاوہ متعلقاتِ فعل اور خبر دونوں زبانوں میں ایک جیسے ہی ہیں۔ مذکورہ نظم کا نحویاتی مطالعہ کرنے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے اس نظم کے اشعار کی نثر بنالی جائے۔

شاعر

اس نظم کا پہلا بند "شاعر" کے عنوان سے ہے، جو کہ مکمل فارسی زبان میں لکھا گیا ہے۔ اس بند میں شاعر "شمع" ہے یہ سوال کرتا ہے کہ تیرے اندر یہ سوزِ کلیمی کہاں سے آیا ہے؟ جو تیرے ارد گرد طواف کرنے والے پروانے کو جلا کر راکھ کر دیتا ہے۔ اقبال کی یہ نظم "شمع اور شاعر" ایسی جامع نظم ہے جس میں مشکلات کی تصویر اور اس کے حل کا نسخہ بھی درج ہے۔ اس نظم میں "شمع" کا کردار ایک ایسے دانش ور کی مانند ہے جو شعورِ خویشتن کے ساتھ ساتھ شعورِ دیگراں بھی رکھتا ہے۔ اس نظم کا آغاز شاعر کے سوالات سے ہو رہا ہے، جس کا نحویاتی مطالعہ کچھ اس طرح سے ہے۔

"بانگِ درا" کی طویل نظم "شمع اور شاعر" کا نحویاتی مطالعہ

دوش می گفتم بہ شمعِ منزلِ ویرانِ خویش — گیسوئے تو از پرِ پروانہ دارد شانہ اے

درجہاں مثلِ چراغِ لالۂ صحرا ستم — نے نصیبِ محفلے ،نے قسمتِ کاشانہ اے

مدتے مانندِ تو من ہم نَفَس می سوختم — در طوافِ شعلہ ام بالے نہ زد پروانہ اے

می تپد صد جلوہ درجانِ اَمَل فرسودِ من — برنمی خیزد ازیں محفل دلِ دیوانہ اے

از کُجا آتشِ عالم فروز اندوختی — کرمکِ بے مایہ را سوزِ کلیم آموختی (۱)

نثر:

(i) دوش بہ شمع منزل ویران خویش می گفتم (کہ) گیسوئے تو از پر پروانہ (بر) شانہ اے دارد۔

شمع گفتم ــــــــــــــــ فعل لازم

می ــــــــــــــــ فاعل

بہ ــــــــ حرفِ جار | متعلقات فعل

منزلِ ویران ـــ مجرور
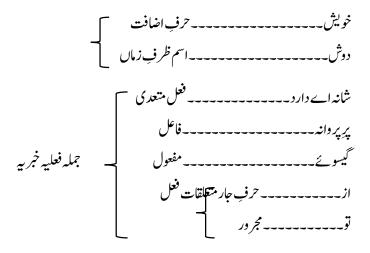
(جملہ فعلیہ خبریہ)

نثر:

(ii,iii) مثلِ چراغ لالۂ صحرا در جہان استم۔ نے نصیب محفلے (و) نے اے قسمتِ کاشانہ۔ ہم نفس من مدتے مانندِ تو می سوختم۔ در طواف شعلہ ام بالے نہ زد پروانہ اے۔

صحرا استم، سوختم، نہ زد۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ

محفلے، کاشانہ، من، ہم نفس۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا

چراغِ لالہ، نصیب، قسمت، مدتے مانندِ تو، پروانہ اے۔۔۔ خبر

در، در۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ جار

جہاں، طوافِ شعلہ۔۔۔ مجرور

متعلقات خبر

جملہ فعلیہ خبریہ

مثل، مانند۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ تشبیہ

نے، نے، نہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ نافیہ

اے، اے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ ندا

مذکورہ اشعار میں دوسرے شعر کی بات تیسرے شعر میں مکمل ہو رہی ہے، اس لیے ان اشعار کا نحویاتی مطالعہ اکٹھا کیا گیا ہے۔ مذکورہ اشعار میں شاعر اپنی دلی کیفیات کی خبر دے رہا ہے، اس لیے یہ اشعار جملہ اسمیہ خبریہ ہیں۔ ان اشعار میں مبتدا کی موجودگی نے اشعار کے معنی و مفاہیم کو وسعت عطا کی ہے۔

نثر:

(iv) در جانِ اَمَل فرسودِ من صد جلوہ می تپد۔ از یں محفل دلِ دیوانہ اے بر نمی خیزد۔

می تپد، خیزد۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ

جانِ امل، محفل دلِ دیوانہ اے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا

صد جلوہ، نمی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر

جملہ اسمیہ خبریہ

من، در، بر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ جار متعلقات خبر

فرسود، ازیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مجرور

نثر:

(v) ایں عالم فروز آتش از کجا اندوختی۔ کرمکِ بے مایہ را سوزِ کلیم آموختی۔

اندوختی، آموختی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ

آتش، کرمکِ بے مایہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا

عالم فروز، سوزِ کلیم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر

از۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ جار متعلقات خبر

کجا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مجرور

ایں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اسم اشارہ قریب

را۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ علامتِ مفعول

کجا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ استفہام

جملہ اسمیہ خبریہ

مذکورہ بند کا پہلا شعر، جملہ فعلیہ خبریہ ہے جس میں اقبال شمع سے سوال کر رہے ہیں۔ اس بند کے اگلے چار اشعار جملہ اسمیہ خبریہ ہیں۔ جس میں اقبال شمع سے اپنے دل کا حال بیان اور تڑپ کے بارے میں آگاہ کر رہے ہیں اور ساتھ یہ سوال بھی کر رہے ہیں کہ تُو (شمع) نے یہ عالم فروز آتش کہاں سے لی ہے جس نے ان ناچیز پروانوں کو سوزِ کلیمی سے شناسا کر رکھا ہے۔ مذکورہ اشعار جملہ اسمیہ خبریہ اور جملہ فعلیہ خبریہ کی احسن مثالیں ہیں۔

شمع

اس نظم کے پہلے بند میں "شاعر" شمع سے سوال کرتا ہے کہ تونے دنیا کو روشن کرنے والی آگ کہاں سے لی ہے؟، وہ آگ جس نے پروانوں کو سوزِ کلیمی سے آشنا کر رکھا ہے۔ میں (شاعر) بھی تیری طرح عشق کی آگ میں جل رہا ہوں، لیکن افسوس میرے گرد کوئی پروانہ نہیں ہے۔ بالفاظ دیگر میں تنہا ہوں اور میری قوم میری طرف توجہ نہیں دے رہی۔ اب مذکورہ سوال کا جواب "شمع" دیتی ہے۔ جواب کا آغاز اس نظم کو دوسرے بند سے شروع ہوتا ہے اور آخری بند تک چلتا ہے۔

مجھ کو جو موجِ نفس دیتی ہے پیغامِ اَجل لب اسی موجِ نفس سے ہے نوا پیرا ترا

میں تو جلتی ہوں کہ ہے مضمر مری فطرت میں سوز تُو فروزاں ہے کہ پروانوں کو ہو سودا ترا

گِریہ ساماں مَیں، کہ میرے دل میں ہے طوفان اشک شبنم افشاں تُو کہ، بزمِ گل میں ہو چرچا ترا

گل بہ دامن ہے مری شب کے لہو سے میری صبح / ہے ترے امروز سے ناآشنا فردا ترا

یوں تو روشن ہے مگر سوزِ دروں رکھتا نہیں / شعلہ ہے مثلِ چراغِ لالۂ صحرا ترا

سوچ تو دل میں ، لقب ساقی کا ہے زیبا تجھے؟ / انجمن پیاسی ہے اور پیمانہ بے صہبا ترا!

اور ہے ترا شعار ، آئینِ ملت اور ہے / زِشتِ روئی سے تری آئینہ ہے رسوا ترا

کعبہ پہلو میں ہے اور سودائی بت خانہ ہے / کس قدر شوریدہ سرہے شوقِ بے پرواہ ترا

قیس پیدا ہوں تری محفل میں! یہ ممکن نہیں / تنگ ہے صحرا ترا، محمل ہے بے لیلا ترا

اے دُرِ تابندہ ، اے پروردۂ آغوشِ موج! / لذّتِ طوفاں سے ہے نا آشنا دریا ترا

اب نَوا پیرا ہے کیا ، گلشن ہوا برہم ترا / بے محل تیرا ترنّم ، نغمہ بے موسم ترا (۲)

نثر:

(i) مجھ کو جو موجِ نفس پیغامِ اجل دیتی ہے۔ ترالب اسی موجِ نفس سے نوا پیرا ہے۔

جملہ اسمیہ خبریہ:
- دیتی ہے، ہے ---------------- افعال ناقصہ
- مجھ، ترالب ---------------------- مبتدا
- پیغامِ اجل، نوا پیرا ------------------ خبر

متعلقاتِ خبر:
- سے ---------- حرفِ جار
- موجِ نفس -------- مجرور
- کو -------------------- علامتِ مفعول
- جو -------------------- حرفِ شرط
- اسی ------------------ اسم اشارہ قریب

نثر:

(ii) میں تُو جلتی ہوں کہ مری فطرت میں سوزِ مضمر ہے۔ تُو فروزاں ہے کہ پروانوں کو ترا سودا ہو۔

جملہ فعلیہ خبریہ:
- جلتی ہوں، فروزاں ------------ فعل لازم
- میں، تُو -------------------- فاعل

نثر:
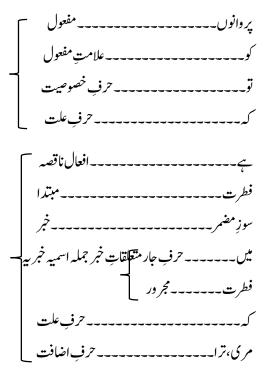
(iii) میں گریہ ساماں (ہوں) (اس لیے) کہ میرے دل میں طوفانِ اشک ہے۔ تُو شبنم افشاں ہے (اس لیے) ترا چرچہ بزمِ گل میں ہے۔

گریہ ساماں (ہوں)، شبنم افشاں ہے--------فعل لازم\
میں، تُو--------------------------------فاعل\
یہاں مفعول حذف کر دیا گیا ہے۔\
جملہ فعلیہ خبریہ

ہے، ہو----------------------------افعالِ ناقصہ\
میرے، ترا----------------------------مبتدا\
طوفانِ اشک، چرچا----------------------------خبر\
میں، میں---------حروفِ جار\
دل، بزمِ گل----------مجرور\
متعلقاتِ خبر\
(اس لیے)، کہ، کہ، (اس لیے)----------حروفِ علت\
جملہ اسمیہ خبریہ

مذکورہ بند کے دوسرے شعر کا مصرع اولی اور مصرع ثانی کا آدھا حصہ جملہ فعلیہ خبریہ پر مشتمل ہے جبکہ بقیہ آدھا حصہ دونوں مصرعوں کا جملہ اسمیہ خبریہ ہے۔ اقبال نے اس شعر میں شمع اور شاعر کے جلنے کے بارے میں یہ بتایا ہے کہ شمع اس لیے روشن ہوتی ہے کہ اس کی فطرت میں سوز رکھ دیا گیا ہے جبکہ شاعر قوم کے درد میں اس لیے جلتا ہے کہ وہ اپنی قوم کو اس درد میں

جلانا چاہتا ہے۔ شمع اور شاعر جو فعل سر انجام دیتے ہیں اس کے نتیجے میں جو کچھ ہوتا ہے وہ خبر ہے۔ یہ شعر جملہ فعلیہ خبریہ اور جملہ اسمیہ خبریہ کا خوبصورت امتزاج ہے۔

نثر:

(iv) میری صبح مری شب کے لہو سے گل بہ دامن ہے۔ ترا فردا ترے امروز سے ناآشنا ہے۔

جملہ اسمیہ خبریہ:
- ہے، ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ
- میری صبح، ترا فردا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا
- گل بہ دامن، ناآشنا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر
- متعلقاتِ خبر:
  - سے، سے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ جار
  - مری شب کے لہو، امروز۔۔۔۔ مجرور
- مری، کے، ترے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ اضافت

نثر:

(v) یوں تو ترا شعلہ مثلِ چراغِ لالۂ صحرا روشن ہے۔ مگر (تُو) سوزِ دروں رکھتا نہیں ہے۔

جملہ اسمیہ خبریہ:
- روشن ہے، رکھتا نہیں ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ
- ترا شعلہ، (تُو)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا
- مثلِ چراغِ لالۂ صحرا، سوزِ دروں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر
- مگر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ استدراک
- نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ نفی
- حرفِ تزئین۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ یوں تو

وہ کلمات جو کلام کی زینت بڑھانے کے لئے استعمال کیے جائیں اور ان کو معنی سے کوئی غرض نہ ہو، حروفِ تزئین کہلاتے ہیں۔ مذکورہ شعر میں "یوں تو" حروفِ تزئین ہیں۔ مندرجہ بالا شعر کے مصرع اولی کا تعلق مصرع ثانی سے ہے اس لیے نثر بناتے وقت مصرع ثانی کو پہلے بیان کیا گیا ہے اور مصرع اولیٰ کے ساتھ ملا دیا گیا ہے تاکہ نحوی مطالعہ میں آسانی ہو اور معنی و مفاہیم کی ترسیل بھی احسن طریقے سے ہو سکے۔

نثر:

(vi) (تُو) دل میں تو سوچ (کہ) ساقی کا لقب تجھے زیبا (دیتا) ہے؟ (تیری) انجمن پیاسی اور ترا پیمانہ بے صہبا ہے۔

جملہ اسمیہ خبریہ:
- سوچ، زیبا (دیتا) ہے، ہے۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ
- (تُو)، تجھے، انجمن، پیمانہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا
- ساقی کا لقب، پیاسی، بے صہبا۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر

میں۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ جار متعلقاتِ خبر

دل۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مجرور

تو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ تزئین

کا،(تری)،ترا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ اضافت

اور۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ عطف

مذکورہ شعر کے مصرع اولیٰ میں اگرچہ حرفِ استفہام استعمال نہیں کیا گیا مگر جملے کی ہئیت اور بالخصوص فعل ناقص ''زیبا (دیتا) ہے؟'' یہ بتارہاہے کہ جملہ سوالیہ انداز لیے ہوئے ہے۔

نثر:

(vii) تیرا شعار اور ہے، آئینِ ملّت اور ہے۔ تری زِشت روئی سے ترا آئینہ رسوا ہے۔

اور ہے، اور ہے، ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ

ترا، ترا آئینہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا

شعار، آئینِ ملّت، رسوا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر جملہ اسمیہ خبریہ

سے۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ جار متعلقاتِ خبر

زِشت روئی۔۔۔۔۔ مجرور

تری۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ اضافت

مندرجہ بالا شعر کے مصرع اولیٰ میں لفظ ''اور'' حرفِ عطف کے طور پر استعمال نہیں کیا گیا بلکہ یہاں لفظ ''اور'' سے مراد ''الگ یا مختلف ہونا'' ہے۔

نثر:

(viii) (تیرے) پہلو میں کعبہ ہے اور (تُو) سودائیِ بت خانہ ہے۔ ترا شوق بے پرواہ کس قدر شوریدہ سر ہے۔

ہے، ہے، ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ

(تیرے)،(تُو)، ترا شوق۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا

کعبہ، سودائیِ بت خانہ، بے پرواہ، شوریدہ سر۔۔۔۔ خبر

میں۔۔۔۔۔۔ حرفِ جار متعلقاتِ خبر جملہ اسمیہ خبریہ

پہلو۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مجرور

اور۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ عطف

کس قدر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ تاسف

افسوس کے موقع پر بولے جانے والے کلمات حرفِ تاسف کہلاتے ہیں۔مذکورہ شعر کے مصرع ثانی میں لفظ "کس قدر" افسوس کے طور پر استعمال کیے گئے ہیں کہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ ترا شوقِ بے پرواہ دیوانہ ہے۔اس شعر میں حرفِ تاسف کی موجودگی نے شعر کو وسعت عطا کی ہے۔

نثر:

(ix) تری محفل میں قیس پیدا ہوں یہ ممکن نہیں (ہے) (کیونکہ) ترا صحرا تنگ ہے (اور) ترا محمل بے لیلا ہے۔

جملہ اسمیہ خبریہ:

ہوں، (ہے)، ہے، ہے------------افعالِ ناقصہ

محفل، صحرا، محمل----------------مبتدا

قیس پیدا، یہ ممکن نہیں، تنگ، بے لیلا--------خبر

متعلقاتِ خبر:

میں---------حرفِ جار

محفل----------مجرور

(تری)، ترا، ترا-------------حروفِ اضافت

(کیونکہ)----------------حرفِ علت

(اور)-----------------حرفِ عطف

نثر:

(x) اے درِ تابندہ، اے پروردۂ آغوشِ موج! ترا دریا لذتِ طوفاں سے ناآشنا ہے۔

جملہ اسمیہ خبریہ:

ہے-------------------------فعل ناقص

اے درِ تابندہ، اے پروردۂ آغوشِ موج، ترا دریا-----مبتدا

ناآشنا---------------------------------خبر

متعلقاتِ خبر:

سے----------حرفِ جار

لذتِ طوفاں-------مجرور

اے، اے------------------------حروفِ ندا

نثر:

(xi) اب کیا نوا پیرا ہے، ترا گلشن (تو) برہم ہوا۔ تیرا ترنم بے محل (اور) ترا نغمہ بے موسم (ہے)

جملہ اسمیہ خبریہ:

نوا پیرا ہے، ہوا، (ہے)--------------افعالِ ناقصہ

ترا گلشن، تیرا ترنم، ترا نغمہ--------------مبتدا

برہم، بے محل، بے موسم-------------خبر

اب،(تو)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حروفِ خصوصیت
کیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ استفہام

مذکورہ بند نظم "شمع اور شاعر" کا پہلا بند ہے جو گیارہ اشعار پر مشتمل ہے۔ اس بند میں زیادہ تر اشعار جملہ اسمیہ خبریہ ہیں۔ شمع، شاعر کو جو جواب دے رہی ہے وہ جملہ اسمیہ خبریہ کے انداز میں ہے، جو اپنے اندر ندرت اور جدت سموئے ہوئے ہے۔

تھا جنہیں ذوقِ تماشا ، وہ تو رخصت ہو گئے　　لے کے اب تُو وعدۂ دیدارِ عام آیا تو کیا
انجمن سے وہ پرانے شعلہ آشام اٹھ گئے　　ساقیا! محفل میں تُو آتش بہ جام آیا تو کیا
آہ ، جب گلشن کی جمعیّت پریشاں ہو چکی　　پھول کو بادِ بہاری کا پیام آیا تو کیا
آخرِ شب دید کے قابل تھی بسمل کی تڑپ　　صبح دم کوئی اگر بالائے بام آیا تو کیا
بُجھ گیا وہ شعلہ جو مقصودِ ہر پروانہ تھا　　اب کوئی سودائیِ سوزِ تمام آیا تو کیا
پھول بے پروا ہیں ، تُو گرم نوا ہو یا نہ ہو　　کارواں بے حس ہے ، آوازِ درا ہو یا نہ ہو (۳)

نثر:

(i) جنہیں ذوقِ تماشا تھا، وہ تو رخصت ہو گئے۔ اب تُو وعدۂ دیدارِ عام لے کے آیا تو کیا(ہوا)۔

جملہ اسمیہ خبریہ:
تھا، ہو گئے، لے کے آیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ
جنہیں، تُو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا
ذوقِ تماشا، رخصت، وعدۂ دیدارِ عام۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خبر
وہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اسم اشارہ بعید
تو، تو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حروفِ خصوصیت
کیا(ہوا)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حروفِ تاسف

نثر:

(ii) وہ پرانے شعلہ آشام انجمن سے اٹھ گئے۔ ساقیا! تُو محفل میں آتش بہ جام آیا تو کیا(ہوا)۔

جملہ اسمیہ خبریہ:
گئے، آیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ
پرانے شعلہ آشام، ساقیا، تُو۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا
اُٹھ، آتش بہ جام۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خبر

سے، میں۔۔۔۔ حروفِ جار متعلقاتِ خبر
انجمن، محفل۔۔۔۔ مجرور
وہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اسم اشارہ بعید
تو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ خصوصیت
کیا(ہوا)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ تاسف

نثر:

(iii) آہ جب گلشن کی جمعیت پریشاں ہو چکی(تب) پھول کو بادِ بہاری کا پیام آیا تو کیا(ہوا)۔

ہو چکی، آیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ
گلشن کی جمعیت، پھول۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا
پریشاں، بادِ بہاری کا پیام۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر جملہ اسمیہ خبریہ
آہ، کیا(ہوا)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ تاسف
جب،(تب) ،تو۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ خصوصیت

نثر:

(iv) بسمل کی تڑپ آخر شب دید کے قابل تھی۔ اگر کوئی صبح دم بالائے بام آیا تو کیا(ہوا)۔

تھی، آیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ
بسمل کی تڑپ، کوئی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا
دید کے قابل، بالائے بام۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر
آخرِ شب، صبح دم۔۔۔۔۔۔اسم ظرفِ زماں جملہ اسمیہ خبریہ
اگر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ شرط
تو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ خصوصیت
کیا(ہوا)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ تاسف

نثر:

(v) وہ شعلہ بجھ گیا جو ہر پروانہ (کو) مقصود تھا۔ اب کوئی سودائیِ سوزِ تمام آیا تو کیا(ہوا)۔

بجھ گیا، تھا، آیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ
شعلہ، کوئی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا جملہ اسمیہ خبریہ
پروانہ (کو) مقصود، سودائیِ سوزِ تمام۔۔۔۔ خبر
کیا(ہوا)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ تاسف

وہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اسم اشارہ بعید
جو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ شرط
ہر، اب، تو۔۔۔۔۔۔۔۔حروفِ خصوصیت

نثر:

(vi) تُو گرم نوا ہو یا نہ ہو، پھول بے پروا ہیں۔ آوازِ درا ہو یا نہ ہو، کارواں بے حس ہے۔

جملہ فعلیہ خبریہ:
گرم نوا ہو، نہ ہو، ہو، نہ ہو۔۔۔۔۔۔۔افعالِ لازم
تُو، آوازِ درا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فاعل
یا، یا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حروفِ تردید
نہ، نہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حروفِ نفی

جملہ اسمیہ خبریہ:
ہیں، ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ
پھول، کارواں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا
بے پروا، بے حس۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خبر

دو چیزوں یا دو باتوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے والے کلمات کو حروفِ تردید کہتے ہیں۔ یعنی تُو سے مراد یہ ہے کہ اقبال نغمے الاپے یا نہ الاپے، روانگی کی گھنٹی بجائے یا نہ بجائے، تیری قوم بے پروا اور بے حس ہو چکی ہے۔ مذکورہ شعر جملہ فعلیہ خبریہ اور جملہ اسمیہ خبریہ کی عمدہ مثال ہے۔ جملے کی اس دو رنگی نے شعر کے حسن اور مفہوم کو واضح کر دیا ہے۔

مذکورہ بند کے پہلے پانچ اشعار جملہ اسمیہ خبریہ کی بہترین مثال ہیں۔ ان پانچ اشعار کا اختتام الفاظ "تو کیا" پر ہو رہا ہے۔ ان اشعار میں یہ "تو کیا" کے الفاظ فعل کے معنوں میں نہیں بلکہ افسوس کے معنوں میں استعمال ہو رہے ہیں۔ اس لیے مندرجہ بالا بند کے پہلے پانچ اشعار میں الفاظ "تو کیا" حروفِ تاسف ہیں۔ جنہوں نے اشعار میں معنی آفرینی پیدا کی ہے۔ قاری کے محسوسات اور جذبات شاعر (اقبال) کے جذبات و احساسات سے ہم آہنگ ہو جاتے ہیں۔ قاری اور لکھاری کی یہ ہم آہنگی فن کی اثر انگیزی کو بڑھا دیتی ہے۔

شمعِ محفل ہو کے تُو جب سوز سے خالی رہا — تیرے پروانے بھی اس لذّت سے بیگانے رہے
رشتۂ اُلفت میں جب اُن کو پِرو سکتا تھا تُو — پھر پریشاں کیوں تری تسبیح کے دانے رہے
شوقِ بے پروا گیا ، فکرِ فلک پیما گیا — تری محفل میں نہ دیوانے نہ فرزانے رہے
وہ جگر سوزی نہیں ، وہ شعلہ آشامی نہیں — فائدہ پھر کیا جو گرد شمع پروانے رہے

خیر ، تُو ساقی سہی لیکن پلائے گا کسے　　اب نہ وہ مے کش رہے باقی نہ مے خانے رہے

رو رہی ہے آج اک ٹوٹی ہوئیمینا اُسے　　کل تلک گردش میں جس ساقی کے پیمانے رہے

آج ہیں خاموش وہ دشتِ جنوں پرور جہاں　　رقص میں لیلیٰ رہی لیلیٰ کے دیوانے رہے

وائے ناکامی! متاعِ کارواں جاتا رہا　　کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا (۴)

نثر:

(i) جب تو شمعِ محفل ہو کے سوز سے خالی رہا۔ اس لذت سے تیرے پروانے بھی بیگانے رہے۔

جملہ اسمیہ خبریہ:
- ہو، رہا، رہے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعال ناقصہ
- تُو، تیرے پروانے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا
- شمعِ محفل، خالی، بیگانے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر
- متعلقاتِ خبر:
  - سے، سے ۔۔۔ حروفِ جار
  - سوز، لذت ۔۔۔ مجرور
- کے، تیرے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ اضافت
- جب ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ شرط

نثر:

(ii) جب تُو ان کو رشتۂ الفت میں پرو سکتا تھا۔ پھر کیوں تری تسبیح کے دانے پریشاں رہے۔

جملہ فعلیہ خبریہ:
- پرو سکتا تھا، پریشاں رہے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ متعدی
- تُو، تری تسبیح ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فاعل
- اُن، دانے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مفعول
- کو ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ علامتِ مفعول
- متعلقاتِ فعل:
  - میں ۔۔۔۔۔ حرفِ جار
  - رشتۂ الفت ۔۔۔ مجرور
- پھر ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ شرط
- کیوں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ استفہام
- کے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ اضافت

نثر:

(iii) (تیرا) شوق بے پرواگیا(اور) (تیرا) فکر فلک پیما گیا۔ تیری محفل میں نہ دیوانے (اور) نہ فرزانے رہے۔

جملہ اسمیہ خبریہ:
- گیا، گیا، رہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ
- شوق، فکر، تیری محفل۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا
- بے پروا، فلک پیما، نہ دیوانے، نہ فرزانے۔۔۔ خبر
- متعلقاتِ خبر:
  - میں۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ جار
  - محفل۔۔۔۔۔۔۔ مجرور
- (تیرا)، (تیرا)، تیری۔۔۔۔۔۔ حروفِ اضافت
- نہ، نہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ نفی
- (اور)، (اور)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ عطف

نثر:

(iv) وہ جگر سوزی نہیں(اور) وہ شعلہ آشامی نہیں (ہے)۔ پھر کیا فائدہ جو شمع (کے) گرد پروانے رہے۔

جملہ اسمیہ خبریہ:
- (ہے)، رہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ
- شمع۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا
- جگر سوزی نہیں، شعلہ آسامی نہیں، پروانے۔۔۔۔ خبر
- (اور)، پھر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ عطف
- وہ، وہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اسم اشارہ بعید
- کیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ استفہام
- جو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ شرط

مذکورہ شعر کے مصرع اولیٰ میں صرف خبر بیان کی گئی ہے لیکن یہ خبر ہی مبتدا اور فعل ناقص کا تعین کر رہی ہے اور اقبال کی فکر بہ طریقِ احسن پیش کر رہی ہے۔

نثر:

(v) تو ساقی سہی لیکن کسے پلائے گا۔ اب وہ مے کش نہ رہے (اور) مے خانے باقی نہ رہے۔

جملہ اسمیہ خبریہ:
- پلائے گا، رہے، رہے۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ
- تُو، مے کش، مے خانے۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا
- ساقی سہی، نہ رہے، باقی نہ رہے۔۔۔۔۔۔۔ خبر
- خیر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ تنبیہہ

کسے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ استفہام
لیکن۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ استثناء
وہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اسم اشارہ بعید

نثر:

(vi) آج اُسے اک ٹوٹی ہوئی مینا رو رہی تھی۔ کل تلک جس ساقی کے پیمانے گردش میں رہے۔

جملہ اسمیہ خبریہ

رہی ہے، رہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ
مینا، ساقی کے پیمانے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا
رو، گردش۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر
تلک، میں۔۔۔۔ حروفِ جار متعلقاتِ خبر
کل، گردش۔۔۔۔۔ مجرور
ٹوٹی ہوئی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اسمِ حالیہ
آج، کل۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اسم ظرفِ زماں
اک۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اسمِ عدد
جس۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ خصوصیت
اُسے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اسم اشارہ بعید

نثر:

(vii) آج وہ دشتِ جنوں پرور خاموش ہیں۔ جہاں (کبھی) رقص میں لیلیٰ رہی (اور) لیلیٰ کے دیوانے رہے۔

ہیں، رہی، رہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ
دشتِ جنوں پرور۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا
خاموش، لیلیٰ، لیلیٰ کے دیوانے۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر
میں۔۔۔۔۔۔ حرفِ جار متعلقاتِ خبر جملہ اسمیہ خبریہ
رقص۔۔۔۔۔۔ مجرور
آج۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اسم ظرفِ زماں
وہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اسم اشارہ بعید
جہاں، (کبھی)۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ خصوصیت

نثر:

(viii) وائے ناکامی! متاعِ کارواں جاتا رہا۔ کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا۔

جاتا رہا، جاتا رہا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ
کارواں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا
متاعِ کارواں، احساسِ زیاں۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر — جملہ اسمیہ خبریہ
سے۔۔۔ حرفِ جار — متعلقاتِ خبر
دل۔۔۔۔ مجرور
وائے ناکامی۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ تاسف

مذکورہ شعر کے مصرع اولیٰ میں حروفِ تاسف کی موجودگی نے امتِ مسلمہ کو یہ احساس دلایا ہے کہ انہوں نے اپنی عظمت، شان وشوکت اور حکومت گوادی ہے اور اس بہت بڑے نقصان کا انہیں احساس تک نہیں ہے۔ مذکورہ بند میں تمام اشعار عام نحوی پیرائے میں قلم بند کیے گئے ہیں۔ جس نے اقبال کی فکر اور فلسفے کو اسی صداقت سے پیش کیا ہے جو ان کا مطمح نظر تھا۔ اس عام نحوی ترتیب نے اشعار کو اثر انگیز بنادیا ہے۔

جن کے ہنگاموں سے تھے آباد ویرانے کبھی — شہر اُن کے مٹ گئے آبادیاں بن ہو گئیں
سطوتِ توحید قائم جن نمازوں سے ہوئی — وہ نمازیں ہند میں نذرِ برہمن ہو گئیں
دہر میں عیشِ دوام آئیں کی پابندی سے ہے — موج کو آزادیاں سامانِ شیون ہو گئیں
خود تجلّی کو تمنّا جن کے نظّاروں کی تھی — وہ نگاہیں نااُمیدِ نورِ ایمن ہو گئیں
اُڑتی پھرتی تھیں ہزاروں بُلبلیں گلزار میں — دل میں کیا آئی کہ پابندِ نشیمن ہو گئیں
وسعتِ گردُوں میں تھی ان کی تڑپ نظّارہ سوز — بجلیاں آسودۂ دامانِ خرمن ہو گئیں
دیدۂ خونبار ہو مِنّتکشِ گلزار کیوں — اشکِ پیہم سے نگاہیں گُل بہ دامن ہو گئیں
شامِ غم لیکن خبر دیتی ہے صبحِ عید کی — ظلمتِ شب میں نظر آئی کرن اُمّید کی (۵)

نثر:

(i) جن کے ہنگاموں سے ویرانے کبھی آباد تھے۔ ان کے شہر مٹ گئے (اور) آبادیاں بن ہو گئیں۔

آباد تھے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فعل متعدی
جن کے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فاعل — جملہ فعلیہ خبریہ
ویرانے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مفعول

سے ـــــ حرفِ جار متعلقاتِ فعل
ہنگامے ـــــ مجرور

گئے، ہو گئیں ـــــــــــــــــــــ افعالِ ناقصہ
شہر، آبادیاں ـــــــــــــــــــــ مبتدا
مٹ، بُن ـــــــــــــــــــــ خبر جملہ اسمیہ خبریہ
ان کے ـــــــــــــــــــــ مر اسم اشارہ بعید
(اور) ـــــــــــــــــــــ حرفِ عطف

نثر:

(ii) جن نمازوں سے سطوتِ توحید قائم ہوئی۔ وہ نمازیں ہند میں نذرِ برہمن ہو گئیں۔

ہوئیں، ہو گئیں ـــــــــــــــــــــ افعالِ ناقصہ
نمازوں، نمازیں ـــــــــــــــــــــ مبتدا
سطوتِ توحید قائم، نذرِ برہمن ـــــــــــــــــــــ خبر
سے، میں ـــــ حروفِ جار متعلقاتِ خبر جملہ اسمیہ خبریہ
نمازوں، ہند ـــــ مجرور
جن ـــــــــــــــــــــ حرفِ خصوصیت
وہ ـــــــــــــــــــــ اسم اشارہ بعید

نثر:

(iii) دہر میں آئیں کی پابندی سے عیش دوام ہے۔ موج کو آزادیاں سامانِ شیون ہو گئیں۔

ہے، ہو گئیں ـــــــــــــــــــــ افعالِ ناقصہ
آئیں، موج ـــــــــــــــــــــ مبتدا
عیش دوام، آزادیاں سامانِ شیون ـــــــــــــــــــــ خبر
میں، سے ـــــ حروفِ جار متعلقاتِ خبر جملہ اسمیہ خبریہ
دیر، پابندی ـــــ مجرور
کو ـــــــــــــــــــــ علامتِ مفعول
کی ـــــــــــــــــــــ حرفِ اضافت

نثر:

(iv) وہ نگاہیں جن کے نظاروں کی تمنا خود تجلی کو تھی۔(وہ) نورِ ایمن سے ناامید ہو گئیں۔

تھی، ہو گئیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ
نگاہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا
نظاروں کی تمنا، تجلی، ناامید۔۔۔۔۔۔۔۔۔خبر
سے۔۔۔۔۔حرفِ جار متعلقاتِ خبر جملہ اسمیہ خبریہ
نورِ ایمن۔۔۔۔مجرور
وہ، (وہ)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اسم اشارہ بعید
جن کے۔۔۔۔۔۔۔۔۔حروفِ خصوصیت
کو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔علامتِ مفعول

مذکورہ شعر کے مصرع ثانی میں موجود مبتدا "نگاہیں" کا تعلق مصرع اولیٰ کی خبر کے ساتھ ہے اس لیے مذکورہ مصرعوں کی نثر اکٹھی بنائی گئی ہے۔

نثر:

(v) ہزاروں بلبلیں گلزار میں اڑتی پھرتی تھیں۔(اُن کے) دل میں کیا آئی کہ پابندِ نشیمن ہو گئیں۔

اڑتی پھرتی تھیں۔۔۔۔۔۔فعل متعدی
بلبلیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فاعل جملہ فعلیہ خبریہ
گلزار میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مفعول
ہزاروں۔۔۔۔۔۔۔۔غیر معین اعداد

آئی، ہو گئیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ
یہاں مبتدا حذف کر دیا گیا ہے۔
پابندِ نشیمن۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خبر
میں۔۔۔حرفِ جار متعلقاتِ خبر جملہ اسمیہ خبریہ
دل۔۔۔۔مجرور
کہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ علت
کیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ استفہام

مندرجہ بالا شعر کا پہلا مصرع جملہ فعلیہ خبریہ ہے جبکہ دوسرا مصرع جملہ اسمیہ خبریہ۔ اس شعر کے دوسرے مصرع میں اگرچہ مبتدا حذف کر دیا گیا ہے، لیکن پہلے مصرع میں موجود فاعل "بلبلیں" ہی در حقیقت دوسرے مصرع میں مبتدا ہے۔ جو "بلبلیں" اڑنے پھرنے کا فعل سر انجام دیتی تھیں، ان کے دل میں یعنی "بلبلوں" کے دل میں کیا آئی کہ انہوں نے خود کو گھونسلوں کا قیدی بنالیا۔ اس لیے مذکورہ شعر میں فاعل اور مبتدا "بلبلیں" ایک ہی ہیں۔

نثر:

(vi) ان کی تڑپ وسعتِ گردوں میں نظارہ سوز تھی۔ (لیکن) (اب) بجلیاں آسودۂ دامانِ خرمن ہو گئیں۔

جملہ اسمیہ خبریہ:
- تھی، ہو گئیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ
- ان کی تڑپ، بجلیاں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا
- نظارہ سوز، آسودۂ دامانِ خرمن۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خبر
- متعلقاتِ خبر:
  - میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ جار
  - وسعتِ گردوں۔۔۔۔مجرور
- لیکن۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ استثناء
- اب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ خصوصیت

نثر:

(vii) (میرے) دیدۂ خونبار منت کشِ گلزار کیوں ہو۔ (میری) نگاہیں اشکِ پیہم سے گل بہ دامن ہو گئیں۔

جملہ اسمیہ خبریہ:
- ہو، ہو گئیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ
- دیدۂ خونبار، نگاہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا
- منت کشِ گلزار، گل بہ دامن۔۔۔۔۔۔۔۔خبر
- متعلقاتِ خبر:
  - سے۔۔۔۔۔حرفِ جار
  - اشکِ پیہم۔۔۔۔مجرور
- کیوں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ استفہام
- (میرے)، (میری)۔۔۔۔۔۔حروفِ اضافت

نثر:

(viii) لیکن شامِ غم صبحِ عید کی خبر دیتی ہے۔ امید کی کرن ظلمتِ شب میں نظر آئی (ہے)۔

جملہ اسمیہ خبریہ:
- دیتی ہے، آئی (ہے)۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ
- شامِ غم، امید کی کرن۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا
- صبحِ عید کی خبر، نظر آئی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خبر

میں۔۔۔۔۔حرفِ جار ⎫ متعلقاتِ خبر
ظلمتِ شب۔۔۔مجرور ⎭
لیکن۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ استثناء

مذکورہ شعر میں مبتدا کی موجودگی نے شعر کے لفظی اور معنوی حسن کو دوبالا کر دیا ہے۔

مژدہ اے پیمانہ بردارِ خُمستانِ حجاز! | بعد مدّت کے ترے رِندوں کو پھر آیا ہے ہوش
نقدِ خودداری بہائے بادۂ اغیار تھی | پھر دُکاں تیری ہے لبریزِ صدائے ناؤ نوش
ٹوٹنے کو ہے طلسمِ ماہِ سیمایانِ ہند | پھر سلیمیٰ کی نظر دیتی ہے پیغامِ خروش
پھر یہ غوغا ہے کہ لاساقی شرابِ خانہ ساز | دل کے ہنگامے مئے مغرب نے کر ڈالے خموش
نغمہ پیرا ہو کہ یہ ہنگامِ خاموشی نہیں | ہے سحر کا آسماں خورشید سے مِینا بدوش
در غمِ دیگر بسوزو دیگراں راہم بسوز | گُفتمت روشن حدیثے گر توانی دار گوش!
کہہ گئے ہیں شاعری جُزویست از پیغمبری | ہاں سُنا دے محفلِ ملت کو پیغامِ سروش
آنکھ کو بیدار کر دے وعدۂ دیدار سے | زندہ کر دے دل کو سوزِ جوہرِ گُفتار سے (۶)

نثر:

(i) اے پیمانہ بردارِ خمستانِ حجاز! مژدہ ترے رندوں کو مدت کے بعد پھر ہوش آیا ہے۔

جملہ اسمیہ خبریہ:
آیا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ
پیمانہ برادرِ خمستانِ حجاز، ترے رِندوں۔۔۔۔مبتدا
مژدہ، پھر ہوش۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خبر
کے بعد۔۔۔۔حروفِ جار ⎫ متعلقاتِ خبر
مدت۔۔۔۔۔۔مجرور ⎭

نثر:

(ii) بادۂ اغیار (کے لیے) نقدِ خودداری بہائے تھی۔ تیری دکاں صدائے ناؤنوش سے پھر لبریز ہے۔

جملہ اسمیہ خبریہ:
بہائے تھی، ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ
تیری دکاں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا

نقدِ خودداری، پھر لبریز۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر

متعلقاتِ خبر: کے لیے، سے۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ جار

بادۂ اغیار، صدائے نائونوش۔۔۔۔ مجرور

مذکورہ شعر کے مصرع اول میں مبتدا حذف کر دیا گیا ہے۔ لیکن مصرع کا مفہوم مبتدا کا تعین کر رہا ہے یعنی یہاں مسلمانوں کے بارے میں بات کی گئی ہے، جبکہ مصرع ثانی میں میں مبتدا اپنے اندر وسعت لیے ہوئے ہے۔ یعنی ''دکاں'' سے مراد پوری امتِ مسلمہ کے مسلمان ہیں۔

نثر:

(iii) ہند (کے) ماہِ سیمایان (کا) طلسم ٹوٹنے کو ہے۔ پھر سلیمیٰ کی نظر پیغامِ خروش دیتی ہے۔

جملہ اسمیہ خبریہ:

ہے، دیتی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ

ہند (کے) ماہِ سیمایان، سلیمیٰ کی نظر۔۔۔۔۔ مبتدا

طلسم ٹوٹنے، پیغامِ خروش۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر

کو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ علامتِ مفعول

(کے)، (کا)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ اضافت

پھر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ عطف

نثر:

(iv) پھر یہ غوغا ہے کہ ساقی شرابِ خانہ ساز لا۔ مئے مغرب نے دل کے ہنگامے خموش کر ڈالے۔

جملہ اسمیہ خبریہ:

ہے، لا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ

ساقی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا

غوغا، شراب خانہ ساز۔۔۔۔۔۔ خبر

یہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اسم اشارہ قریب

پھر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ عطف

کہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ علت

جملہ فعلیہ خبریہ:

خموش کر ڈالے۔۔۔۔۔۔ فعل متعدی

مئے مغرب۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فاعل

دل کے ہنگامے نے۔۔۔۔۔ مفعول

نے۔۔۔۔۔۔۔۔۔ علامتِ مفعول

مندرجہ بالا شعر کا پہلہ مصرع جملہ اسمیہ خبریہ ہے اور دوسرا مصرع جملہ فعلیہ خبریہ۔ مذکورہ شعر کے مصرع اول میں 'مبتدا' اور مصرع ثانی میں 'فاعل' کی موجودگی نے شعر کے معنی و مفہوم کو وسعت اور گہرائی عطا کی ہے۔اور شعر کی اثر انگیزی میں اضافہ کر دیا ہے۔

نثر:

(v) نغمہ پیرا ہو کہ یہ ہنگامِ خاموشی نہیں (ہے)۔ سحر کا آسماں خورشید سے مینابدوش ہے۔

نغمہ پیرا ہو۔۔۔۔۔۔۔ فعل لازم
یہاں فاعل حذف کر دیا گیا ہے
جملہ فعلیہ خبریہ

نہیں (ہے) ، ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ
سحر کا آسماں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا
ہنگامِ خاموشی، مینابدوش۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر
سے۔۔۔ حرفِ جار
خورشید۔۔۔۔ مجرور
متعلقاتِ خبر
کہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ علت
یہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اسم اشارہ قریب
جملہ فعلیہ خبریہ

مذکورہ شعر کے مصرع اولیٰ کا پہلا حصہ 'فعل' پر مشتمل ہے۔ یہاں فاعل اگرچہ حذف کر دیا گیا ہے لیکن فعل لازم، فاعل کا تعین بخوبی کر رہا ہے۔ یہاں "نغمہ پیرا ہو" سے مراد اقبال خود کو کہہ رہے ہیں کہ تو خوشی کے گیت گا اور پھر حرفِ علت کا استعمال کر کے اس فعل کی توجیہہ پیش کی گئی ہے کہ یہ چپ رہنے کا، سحر بہ لب ہونے کا وقت نہیں ہے۔ مصرع ثانی جملہ اسمیہ خبریہ کی خوب صورت مثال ہے۔ یہاں اقبال نے امتِ مسلمہ کو خوشی و انبساط کی خبر سنائی ہے کہ صبح کے آسمان نے سورج کی صراحی کندھے پر اٹھا رکھی ہے۔ عہدِ کہن جانے والا ہے اور صبحِ نو نمودار ہو رہی ہے۔

نثر:

(vi) (تُو) در غمِ دیگر بسوز و دیگراں راہم بسوز۔ (ایں) روشن حدیثے گُفتمت گر توانی دار گوش۔

دیگر بسوز۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فعل لازم
(تُو) ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فاعل
در۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ جار
غم۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مجرور
متعلقاتِ فعل
جملہ فعلیہ خبریہ

جملہ فعلیہ خبریہ
- ہم بسوز۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فعل متعدی
- (تُو) ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فاعل
- دیگراں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مفعول
- را۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ علامتِ مفعول
- و۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ عطف

جملہ اسمیہ خبریہ
- گفتمت، توانی دار گوش۔۔۔۔۔ فعل ناقص
- حدیثے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا
- روشن۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر
- (ایں) ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اسم اشارہ قریب
- گر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ شرط

نثر:

(vii) کہہ گئے ہیں (کہ) شاعری پیغمبری از جزویست۔ ہاں محفلِ ملّت کو پیغام سروش سنادے۔

جملہ اسمیہ خبریہ
- کہہ گئے ہیں، زیست، سنادے۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ
- شاعری، محفلِ ملّت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا
- جزوی، پیغامِ سروش۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر
- متعلقاتِ خبر
  - از۔۔۔۔۔ حرفِ جار
  - پیغمبری۔۔۔۔ مجرور
- (کہ)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ علت
- ہاں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ استدراک
- کو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ علامتِ مفعول

مذکورہ شعر کے پہلے مصرع کا آخری آدھا حصہ فارسی زبان میں لکھا گیا ہے جہاں "جزویست" کا لفظ مرکب ہے "جزوی" اور "است" کا۔ اس لیے نحوی مطالعہ کرتے وقت جزو کو علاحدہ علاحدہ کر دیا ہے تا کہ آسانی ہو۔

نثر:

(viii) آنکھ کو وعدۂ دیدار سے بیدار کر دے۔ دل کو جوہرِ گفتار (کے) سوز سے زندہ کر دے۔

جملہ فعلیہ خبریہ
- بیدار کر دے، زندہ کر دے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ متعدی
- یہاں فاعل حذف کر دیا گیا ہے۔

آنکھ، دل۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مفعول

سے، سے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حروفِ جار ⎫ متعلقاتِ فعل

وعدۂ دیدار، جوہرِ گفتار (کے) سوز۔۔۔۔مجرور ⎭

کو، کو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔علامتِ مفعول

(کے)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ جار

مذکورہ شعر میں فاعل حذف کر دیا گیا ہے لیکن فعل، مفعول اور متعلقاتِ فعل مل کر فاعل کا تعین کر رہے ہیں۔

رہزنِ ہمّت ہُوا ذوقِ تن آسانی ترا ۔۔۔ بحر تھا صحرا میں تُو ، گلشن میں مثلِ جُو ہُوا

اپنی اصلیت پہ قائم تھا تو جمعیّت بھی تھی ۔۔۔ چھوڑ کر گُل کو پریشاں کاروانِ بُو ہوا

زندگی قطرے کی سکھلاتی ہے اسرارِ حیات ۔۔۔ یہ کبھی گوہر ، کبھی شبنم ، کبھی آنسو ہوا

پھر کہیں سے اس کو پیدا کر ، بڑی دولت ہے یہ ۔۔۔ زندگی کیسی جو دل بیگانۂ پہلو ہوا

آبرو باقی تری ملّت کی جمعیت سے تھی ۔۔۔ جب یہ جمعیّت گئی ، دنیا میں رُسوا تُو ہوا

فرد قائم ربطِ ملّت سے ہے، تنہا کچھ نہیں ۔۔۔ موج ہے دریا میں اور بیرونِ دریا کچھ نہیں (۷)

نثر:

(i) ترا ذوقِ تن آسانی رہزنِ ہمت ہوا۔ تو صحرا میں بحر تھا (اور) گلشن میں مثلِ جو ہوا۔

ہوا، تھا، ہوا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ

ترا ذوق۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا ⎬ جملہ اسمیہ خبریہ

تن آسانی، رہزنِ ہمت، بحر مثلِ جو۔۔۔۔۔۔خبر

میں، میں۔۔۔۔حروفِ جار ⎫ متعلقاتِ خبر

صحرا، گلشن۔۔۔۔مجرور ⎭

(اور)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ عطف

نثر:

(ii) (جب) (تُو) اپنی اصلیت پہ قائم تھا تو جمعیت بھی تھی۔ (تو) گل کو پریشاں چھوڑ کر کاروانِ بُو ہوا۔

جملہ فعلیہ خبریہ

قائم تھا، چھوڑ کر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فعل لازم
تُو،تُو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فاعل
متعلقاتِ فعل
پہ گل۔۔۔۔۔ حرفِ جار
اصلیت۔۔۔۔۔ مجرور
اپنی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ اضافت
(جب)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ خصوصیت
کو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ علامتِ مفعول
پریشاں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اسمِ حالیہ

جملہ اسمیہ خبریہ

تھی،ہوا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ
تُو،تُو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا
جمعیت، کاروانِ بُو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر

مذکورہ شعر کے دونوں مصرعوں کے آدھے حصے جملہ فعلیہ خبریہ پر مشتمل ہیں اور اس فعل کے سرزد ہونے کے نتیجے میں جو نتیجہ مل رہا ہے وہ دراصل خبر ہے، جبکہ مبتدا اور فاعل دونوں مصرعوں میں ایک ہی ہے۔ لفظ "تُو" سے مراد "مسلمان" ہیں۔ جب تک مسلمان اپنی اصلیت پر قائم تھے تو اکٹھے تھے لیکن جب انہوں نے اسلامی تعلیمات سے منہ موڑا تو وہ پھول سے نکلی خوشبو کی مانند بکھر گئے۔ عام نحوی پیرائے میں بیان کی گئی فکر فصاحت و بلاغت کا اعلیٰ نمونہ ہے، جبکہ لفظ "پریشاں" اسم حالیہ ہے جو کہ "گل" کی حالت کو ظاہر کر رہا ہے۔ اس لیے یہ اسم حالیہ ہے۔

نثر:

(iii) قطرے کی زندگی اسرارِ حیات سکھلاتی ہے۔ کیونکہ یہ کبھی گوہر، کبھی شبنم (اور) کبھی آنسو ہوا۔

جملہ اسمیہ خبریہ

سکھلاتی ہے،ہوا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ
قطرے کی زندگی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا
اسرارِ حیات، گوہر، شبنم، آنسو۔۔۔۔۔ خبر

نثر:

(iv) یہ بڑی دولت ہے اس کو پھر کہیں سے پیدا کر۔ جو دل بیگانۂ پہلو ہوا (اُس کی) زندگی کیسی (ہو گی)۔

جملہ اسمیہ خبریہ

ہے، پیدا کر، ہوا، (ہو گی)۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ
دل، زندگی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا
بڑی دولت، بیگانۂ پہلو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر

اس کو، (اُس کی)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اسم اشارہ بعید

یہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اسم اشارہ قریب

پھر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ عطف

سے۔۔۔حرفِ جار ⎫ متعلقاتِ خبر

کہیں۔۔۔۔مجرور ⎭

کیسی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ استفہام

جو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ شرط

نثر:

(v) تری ملت کی آبرو جمعیت سے باقی تھی۔ جب یہ جمعیت گئی (تو) دنیا میں تُو رسوا ہوا۔

تھی، گئی، ہوا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ

ملت کی آبرو، جمعیت، تُو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا

باقی، رسوا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خبر

سے، میں۔۔۔۔حروفِ جار ⎫ متعلقاتِ خبر

جمعیت، دنیا۔۔۔۔مجرور ⎭

تری، کی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حروفِ اضافت

جب، (تو)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حروفِ خصوصیت

یہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اسم اشارہ قریب

جملہ اسمیہ خبریہ

نثر:

(vi) فرد ربطِ ملت سے قائم ہے تنہا کچھ نہیں (ہے)۔ دریا میں موج اور بیرونِ دریا کچھ نہیں ہے۔

ہے، (ہے)، ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ

فرد۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا

قائم، تنہا کچھ نہیں، موج، بیرونِ دریا کچھ نہیں۔۔۔خبر

سے، میں۔۔۔۔حروفِ جار ⎫ متعلقاتِ خبر

ربطِ ملت، دریا۔۔۔مجرور ⎭

کچھ، کچھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حروفِ خصوصیت

نہیں، نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حروفِ نفی

جملہ اسمیہ خبریہ

بعض اوقات جملے میں دی جانے والی خبر ایک لفظ پر مستعمل نہیں ہوتی بلکہ ایک سے زیادہ الفاظ مل کر خبر کی تشکیل اور ترسیل کرتے ہیں۔ جیسا کہ مذکورہ شعر کے مصرع ثانی میں "بیرونِ دریا کچھ نہیں" یہ تمام الفاظ مل کر خبر دے رہے ہیں۔ یعنی جب فرد ملت سے وابستہ رہتا ہے تو زندہ رہتا ہے اور جب ملت سے دور ہوتا ہے تو اس کا وجود ختم ہو جاتا ہے جیسے موج دریا سے جدا ہو کر اپنا وجود کھو دیتی ہے۔ مذکورہ شعر جملہ اسمیہ خبریہ کی عمدہ مثال ہے۔ اقبال کے پیشِ نظر قوم کی جمعیت تھی۔ انہوں نے اپنی فکر، جذبات، احساسات اور خدشات کا عام نحوی پیرائے میں اظہار کیا ہے۔

پردۂ دل میں محبت کو ابھی مستور رکھ — یعنی اپنی مئے کو رُسوا صورتِ مینا نہ کر
خیمہ زن ہوا وادیِ سینا میں مانندِ کلیم — شعلۂ تحقیق کو غارت گرِ کاشانہ کر
شمع کو بھی ہو ذرا معلوم انجامِ ستم — صَرفِ تعمیرِ سحر خاکسترِ پروانہ کر
تُو اگر خوددار ہے ، مِنَّتِ کشِ ساقی نہ ہو — عین دریا میں حباب آسانگوں پیمانہ کر
کیفیت باقی پرانے کوہ و صحرا میں نہیں — ہے جنوں تیرا نیا ، پیدا نیا ویرانہ کر
خاک میں تجھ کو مقدر نے ملایا ہے اگر — تو عصا اُفتاد سے پیدا مثالِ دانہ کر
ہاں، اسی شاخِ کُہن پر پھر بنا لے آشیاں — اہلِ گلشن کو شہیدِ نغمۂ مستانہ کر
اس چمن میں پیروِبُلبل ہو یا تلمیذِ گُل — یا سراپا نالہ بن جا یا نَوا پیدا نہ کر
کیوں چمن میں بے صدا مثلِ رمِ شبنم ہے تُو — لب کُشا ہو جا ، سرودِ بربطِ عالم ہے تُو (۸)

نثر:

(i) محبت کو پردۂ دل میں ابھی مستور رکھ یعنی اپنی مے کو صورتِ مینا رسوا نہ کر۔

جملہ فعلیہ خبریہ:
- مستور رکھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فعل متعدی
  یہاں فاعل حذف کر دیا گیا ہے۔
- محبت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مفعول
- متعلقاتِ فعل:
  - میں۔۔۔حرفِ جار
  - پردۂ دل۔۔۔مجرور
- کو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔علامتِ مفعول
- ابھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ عطف

جملہ اسمیہ خبریہ

نہ کر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فعل ناقص
مے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا
صورتِ مینار سوا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر
یعنی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ علامت
نہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ نفی

مذکورہ شعر کا پہلا مصرع جملہ فعلیہ خبریہ ہے۔ اور اس جملے میں فاعل حذف کر دیا گیا ہے۔ جملے کے باقی ارکان فعل متعدی، مفعول اور متعلقاتِ فعل اس بات کا تعین کر رہے ہیں کہ مذکورہ جملے میں فاعل کونسا ہے۔ اس شعر میں اقبال مسلمانوں کو دل میں محبت قائم رکھنے کا کہہ رہے ہیں اس لیے اس شعر میں فاعل مسلمان ہیں۔ مذکورہ شعر کا مصرع ثانی جملہ اسمیہ خبریہ ہے۔

نثر:

(ii) (تُو) وادیِ سینا میں مانندِ کلیم خیمہ زن ہو (اور) شعلۂ تحقیق کو غارت گرِ کاشانہ کر۔

جملہ فعلیہ خبریہ

خیمہ زن ہو، غارت گرِ، کر۔۔۔۔۔۔ افعالِ متعدی
(تُو)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فاعل
شعلۂ تحقیق، کاشانہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مفعول
متعلقاتِ فعل:
میں۔۔۔۔۔ حرفِ جار
وادیِ سینا۔۔۔۔۔ مجرور
کو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ علامت مفعول
مانندِ کلیم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ تشبیہ

نثر:

(iii) شمع کو بھی انجامِ ستم ذرا معلوم ہو۔ خاکسترِ پروانہ (کو) تعمیرِ سحر (میں) صَرف کر۔

جملہ اسمیہ خبریہ

ذرا معلوم ہو۔۔۔۔۔۔۔ فعل ناقص
شمع۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا
انجامِ ستم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر
بھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ عطف

جملہ فعلیہ خبریہ

صَرف کر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فعل متعدی
یہاں فاعل حذف کر دیا گیا ہے۔
خاکسترِ پروانہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مفعول
متعلقاتِ فعل:
میں۔۔۔۔۔ حرفِ جار

تعمیرِ سحر۔۔۔۔۔مجرور

(کو)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔علامتِ مفعول

نثر:

(iv) اگر تُو خود دار ہے (تو) منت کش ساقی نہ ہو۔ عین دریا میں حباب آسا پیمانہ نگوں کر۔

جملہ اسمیہ خبریہ:
- ہے، نہ ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ
- تُو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا
- خود دار، منت کشِ ساقی۔۔۔۔۔۔۔۔۔خبر
- اگر، (تو)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حروفِ شرط
- نہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ نفی

جملہ فعلیہ خبریہ:
- نگوں کر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فعل متعدی
- یہاں فاعل حذف کر دیا گیا ہے۔
- پیمانہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مفعول
- حباب آسا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حروف تشبیہہ
- عین۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ تاکید
- متعلقاتِ فعل:
  - میں۔۔۔حرفِ جار
  - دریا۔۔۔مجرور

نثر:

(v) پرانے کوہ و صحرا میں (وہ) کیفیت باقی نہیں (ہے)۔ تیرا جنوں نیا ہے (تُو) نیا ویرانہ پیدا کر۔

جملہ اسمیہ خبریہ:
- ہے، ہے، پیدا کر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ
- پرانے کوہ و صحرا، تیرا جنوں، (تُو)۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا
- کیفیت باقی نہیں، نیا، نیا ویرانہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خبر
- متعلقاتِ خبر:
  - میں۔۔۔۔۔۔۔حرفِ جار
  - کوہ و صحرا۔۔۔۔۔۔۔مجرور
- وہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اسم اشارہ بعید

نثر:

(vi) اگر تجھ کو مقدر نے خاک میں ملایا ہے تو (تُو) افتاد سے مثالِ دانہ عصا پیدا کر۔

- ملایا ہے، پیدا کر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فعل متعدی

مقدر، تُو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فاعل

تجھ، عصا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مفعول

میں، سے۔۔ حروفِ جار } متعلقاتِ فعل

خاک، افتاد۔۔۔ مجرور } جملہ فعلیہ خبریہ

کو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ علامتِ مفعول

اگر، تو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ شرط

مثالِ دانہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ تشبیہ

نے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ علامتِ فاعل

مذکورہ شعر میں فاعل "مقدر" کی موجودگی نے شعر کی معنی خیزی میں اضافہ کر دیا ہے۔ اگر اس شعر میں فاعل موجود نہ ہوتا تو شعر لفظی اور معنوی لحاظ سے اپنا حسن کھو دیتا۔

نثر:

(vii) ہاں، اسی شاخِ کہن پر پھر آشیاں بنالے (اور) اہلِ گلشن کو نغمۂ مستانہ (سے) شہید کر۔

آشیاں بنالے، شہید کر۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ متعدی

یہاں فاعل حذف کر دیا گیا ہے۔

شاخِ کہن، اہلِ گلشن۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مفعول

پر، سے، شاخِ کہن، نغمۂ مستانہ۔۔۔۔ متعلقاتِ فعل

ہاں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ استدراک

اسی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اسم اشارہ قریب

پھر، (اور)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ عطف

} جملہ فعلیہ خبریہ

نثر:

(viii) (تو) اس چمن میں پیرو بلبل ہو یا سراپا نالہ بن جا یا تلمیذِ گل (ہو) یا نو اپیدا کر یا نہ کر۔

پیروِ ہو، سراپا نالہ بن جا، تلمیذ (ہو)، نو پیدا نہ کر۔۔۔۔ افعالِ متعدی

(تُو)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فاعل

بلبل، گل۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مفعول

میں۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ جار } متعلقاتِ فعل

چمن۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مجرور

} جملہ فعلیہ خبریہ

یا، یا، یا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ تردید

اس۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اسم اشارہ قریب

مذکورہ شعر کے مصرع اولیٰ کے پہلے آدھے حصہ کو مصرع ثانی کے پہلے حصے سے مناسبت ہے اور مصرع اول کے آخری حصے سے مناسبت ہے۔اس لیے نثر بناتے وقت دونوں مصرعوں کو ملایا گیا ہے۔بہ صورتِ دیگر اقبال نے مذکورہ شعر عام نحوی پیرائے میں بیان کیا ہے۔اس شعر میں حرفِ تردید "یا" کا استعمال کیا گیا ہے۔حروفِ تردید وہ ہیں جو دو چیزوں یا دو باتوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کے موقع پر بولے جاتے ہیں۔یہاں اقبال مسلمانوں کو کسی ایک کام کے اختیار کرنے کی تلقین کر رہے ہیں۔کہ یا تو بلبل کی پیروی اختیار کر کے سراپا نالہ و فریاد بن جائے یا پھر پھول کی شاگردی اختیار کر کے آواز پیدا نہ کر بلکہ خاموش ہو جا۔بالفاظ دیگر امتِ مسلمہ سے یہ استدعا کی گئی ہے کہ تو اس چمن میں دوغلی پالیسی اختیار نہ کر بلکہ کوئی ایک راستہ زندگی گزارنے کے لیے اختیار کر۔

نثر:

(ix) تو چمن میں بے صدا مثلِ رمِ شبنم کیوں ہے۔تُو سرودِ بربطِ عالم ہے لب کشا ہو جا۔

جملہ اسمیہ خبریہ:

ہے، ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ

تُو، تُو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا

بے صدا رمِ شبنم، سرودِ بربطِ عالم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خبر

متعلقاتِ خبر:

میں۔۔۔۔۔۔۔حرفِ جار

چمن۔۔۔۔۔۔۔۔مجرور

کیوں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ استفہام

مثل۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ تشبیہہ

جملہ فعلیہ خبریہ:

لب کشا ہو جا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فعل لازم

تُو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فاعل

آشنا اپنی حقیقت سے ہو اے دہقاں ذرا — دانہ تُو ، کھیتی بھی تُو ، باراں بھی تُو ، حاصل بھی تُو

آہ ، کس کی جستجو آوارہ رکھتی ہے تجھے — راہ تُو ، رہرو بھی تُو ، رہبر بھی تُو ، منزل بھی تُو

کانپتا ہے دل ترا اندیشۂ طوفاں سے کیا — ناخدا تُو، بحر تُو، کشتی بھی تُو، ساحل بھی تُو

دیکھ آ کر کوچۂ چاک گریباں میں کبھی — قیس تُو، لیلیٰ بھی تُو، صحرا بھی تُو، محمل بھی تُو

وائے نادانی کہ تُو محتاج ساقی ہو گیا — مے بھی تُو، مینا بھی تُو، ساقی بھی تُو، محفل بھی تُو

شعلہ بن کر پھونک دے خاشاکِ غیر اللہ کو　　　　خوف باطل کیا کہ ہے غارت گرِ باطل بھی تُو

بے خبر! تُو جوہرِ آئینۂ ایام ہے　　　　تُو زمانے میں خدا کا آخری پیغام ہے(۹)

نثر:

(i)　اے دہقاں ذرا اپنی حقیقت سے آشنا ہو۔ تو دانہ بھی (اور) تو کھیتی بھی (ہے)، تو باراں بھی (اور) تو حاصل بھی (ہے)۔

جملہ اسمیہ خبریہ

ہو، (ہے)، (ہے) ــــــــــــــــ افعال ناقصہ
دہقاں، تُو، تُو، تُو، تُو ــــــــــــــــ مبتدا
آشنا، دانہ، کھیتی، باراں، حاصل ــــــــــــــــ خبر
سے ــــــــ حرفِ جار　متعلقاتِ خبر
حقیقت ــــــــ مجرور

نثر:

(ii)　آہ، تجھے کس کی جستجو آوارہ رکھتی ہے۔ راہ تو، رہرو بھی تو (ہے)، رہبر بھی تو (اور) منزل بھی تو (ہے)۔

جملہ اسمیہ خبریہ

رکھتی ہے، (ہے)، (ہے) ــــــــــــــــ افعالِ ناقصہ
تجھے، تُو، تُو، تُو، تُو ــــــــــــــــ مبتدا
جستجو، آوارہ، راہ، رہرو، رہبر، منزل ــــــــــــــــ خبر
آہ ــــــــــــــــ حرفِ تاسف
کسی ــــــــــــــــ حرفِ استفہام
بھی، بھی، (اور)، بھی ــــــــــــــــ حروفِ عطف

نثر:

(iii)　ترا دل اندیشہ طوفاں سے کیا کانپتا ہے۔ تُو ناخدا، تُو بحر، تُو کشتی بھی (اور) تُو ساحل بھی (ہے)۔

جملہ اسمیہ خبریہ

ہے، (ہے) ــــــــــــــــ افعال ناقصہ
ترا دل، تُو، تُو، تُو، تُو ــــــــــــــــ مبتدا
کانپتا، ناخدا، بحر، کشتی، ساحل ــــــــــــــــ خبر
سے ــــ حرفِ جار　متعلقاتِ خبر
اندیشہ طوفاں ــ مجرور

کیا ــــــــــــــــ حرفِ استفہام

بھی،(اور)، بھی۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ استفہام

نثر:

(iv) (تُو) کبھی کوچۂ چاکِ گریباں میں آکر دیکھ۔ تُو قیس (اور) تُو لیلیٰ بھی (ہے) تُو صحرا بھی (اور) تُو محمل بھی (ہے)۔

جملہ اسمیہ خبریہ:

- آکر دیکھ، (ہے)،(ہے)۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ
- (تُو) ،تُو،تُو،تُو،تُو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا
- کوچہ چاکِ گریباں، قیس، لیلیٰ، صحرا، محمل۔۔۔ خبر
- متعلقاتِ خبر:
  - میں۔۔۔۔ حرفِ جار
  - چاکِ گریباں۔۔ مجرور
- (اور)، بھی، بھی،(اور) ، بھی۔۔۔۔ حروفِ عطف
- کبھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ تاکید

نثر:

(v) وائے نادانی کہ تُو محتاجِ ساقی ہو گیا۔ تُو مے بھی (اور) تُو مینا بھی (ہے) تُو ساقی بھی (اور) تُو محفل بھی (ہے)۔

جملہ اسمیہ خبریہ:

- ہو گیا،(ہے) ،(ہے)۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ
- تُو،تُو،تُو،تُو،تُو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا
- محتاجِ ساقی، مے، مینا، ساقی، محفل۔۔۔۔۔۔ خبر
- وائے نادانی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ تاسف
- کہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ علت
- بھی،(اور) ، بھی، بھی،(اور) ، بھی۔ حروفِ عطف

نثر:

(vi) (تُو) خاشاکِ غیر اللہ کو شعلہ بن کر پھونک دے۔ باطل (کا) خوف کیا ہے کہ تُو غارت گرِ باطل بھی (ہے)۔

جملہ فعلیہ خبریہ:

- شعلہ بن، پھونک دے۔۔۔۔۔ فعل متعدی
- (تُو)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فاعل
- خاشاکِ غیر اللہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مفعول
- کو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ علامتِ مفعول
- کر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ عطف

ہے،(ہے)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ
باطل،تُو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا
خوف،غارت گرِ باطل۔۔۔۔۔۔۔۔۔خبر — جملہ اسمیہ خبریہ
کیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ استفہام
کہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ علت

نثر:

(vii) بے خبر! تو جوہرِ آئینہ ایام ہے۔تُو زمانے میں خدا کا آخری پیغام ہے۔

ہے،ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ
بے خبر،تُو،تُو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا
جوہرِ آئینہ ایام،خدا کا آخری پیغام۔۔۔۔۔۔خبر — جملہ اسمیہ خبریہ
میں۔۔۔۔حرفِ جار متعلقاتِ خبر
زمانے۔۔۔۔مجرور

مندرجہ بالا بند میں مبتدا "تُو" کی تکرار نے ذو معنویت پیدا کر دی ہے۔ مبتدا "تُو" کی تکرار نے جہاں صوتی آہنگ پیدا کیا ہے وہیں اس ذو معنوی تکرار نے امتِ مسلمہ کو جھنجھوڑنے کا فریضہ بھی ادا کیا کہ تُو اپنی ذات کو، اپنی ہستی کو، اپنے مقاصدِ تخلیقِ حیات کو پہچان جبکہ مذکورہ بند کے آخری شعر نے حجت تمام کر دی ہے یہ کہہ کر کہ مسلمان زمانے میں خدا کا آخری پیغام ہے۔ مسلمان کا اپنی تخلیق کے مقصد کو سمجھنا، اپنی خودی کا ادراک کرنا اور اس کائنات میں خدا کا وضع کیا گیا دین اسلام نافذ کرنا ہی اقبال کی فکر، فلسفہ اور شاعری کا مطمحِ نظر تھا۔ وہ نحوی ترکیب جو اردو قواعد کی رو سے ایک جملے کی ہوتی ہے، اقبال نے اسی نحوی پیرائے میں مذکورہ بند لکھا ہے۔ یہ اقبال کا فن ہے کہ انہوں نے بلیغ موضوع کو عام نحوی پیرائے میں اس طرح پیش کیا کہ شعر کے معنی و مفاہیم روزِ روشن کی طرح عیاں ہو گئے۔

اپنی اصلیت سے ہو آگاہ اے غافل کہ تُو — قطرہ ہے لیکن مثالِ بحر بےپایاں بھی ہے
کیوں گرفتارِ طلسمِ ہیچ مقداری ہے تُو — دیکھ تو پوشیدہ تجھ میں شوکتِ طوفاں بھی ہے
سینہ ہے تیرا امیں اُس کے پیامِ ناز کا — جو نظامِ دہر میں پیدا بھی ہے، پنہاں بھی ہے
ہفت کِشور جس سے ہو تسخیر بے تیغ و تفنگ — تُو اگر سمجھے تو تیرے پاس وہ ساماں بھی ہے
اب تلک شاہد ہے جس پر کوہِ فاراں کا سکوت — اے تغافل پیشہ! تجھ کو یاد وہ پیماں بھی ہے؟

تُو ہی ناداں چند کلیوں پر قناعت کر گیا ۔۔۔ ورنہ گلشن میں علاجِ تنگیِ داماں بھی ہے

دل کی کیفیت ہے پیدا پردۂ تقریر میں ۔۔۔ کِسوتِ مِینا میں مے مستور بھی ، عُریاں بھی ہے

پھونک ڈالا ہے مری آتش نوائی نے مجھے ۔۔۔ اور میری زندگانی کا یہی ساماں بھی ہے

راز اس آتش نوائی کا مرے سینے میں دیکھ ۔۔۔ جلوۂ تقدیر میرے دل کے آئینے میں دیکھ! (۱۰)

نثر:

(i) اے غافل! اپنی اصلیت سے آگاہ ہو کہ تُو قطرہ ہے لیکن مثالِ بحرِ بے پایاں بھی ہے۔

جملہ اسمیہ خبریہ:

- آگاہ ہو، ہے، ہے۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ
- اے غافل، تُو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا
- قطرہ، بحرِ بے پایاں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خبر
- متعلقاتِ خبر:
  - سے۔۔۔حرفِ جار
  - اصلیت۔۔۔مجرور
- اے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ ندا
- کہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ علت
- لیکن۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ استثناء
- مثال۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ تشبیہہ

نثر:

(ii) تُو ہیچ مقداری (کے) طلسم (میں) کیوں گرفتار ہے۔ دیکھ تُو، تجھ میں شوکتِ طوفاں پوشیدہ بھی ہے۔

جملہ اسمیہ خبریہ:

- ہے، ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ
- تُو، تجھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا
- ہیچ مقداری، گرفتار، شوکتِ طوفاں پوشیدہ۔۔۔۔۔خبر
- متعلقاتِ خبر:
  - (میں)، میں۔۔۔۔حروفِ جار
  - طلسم، تجھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔مجرور
- کیوں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ استفہام
- بھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ عطف

دیکھ تو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فعل لازم]۔جملہ فعلیہ خبریہ

مذکورہ شعر جملہ اسمیہ خبریہ کی عمدہ مثال ہے۔ مصرع ثانی میں موجود لفظ "دیکھ تو" فعل لازم ہے۔ فعل لازم وہ فعل ہے جو صرف فاعل کو چاہیے۔ مذکورہ مصرع میں فاعل اگرچہ حذف کر دیا گیا لیکن یہ فعل لازم ہے جس کا تعلق صرف فاعل سے ہے۔

نثر:

(iii) تیرا سینہ اس کے پیامِ ناز کا امیں ہے۔ جو نظامِ دہر میں پیدا بھی ہے (اور) پنہاں بھی ہے۔

جملہ اسمیہ خبریہ:

ہے، ہے، ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ
تیرا سینہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا
پیامِ ناز کا امیں، پیدا، پنہاں۔۔۔۔۔۔۔۔خبر
میں۔۔۔حرفِ جار } متعلقاتِ خبر
نظامِ دہر۔۔۔مجرور
جو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ شرط
بھی، (اور)، بھی۔۔۔۔۔۔۔۔حروفِ عطف

مذکورہ شعر مصرع ثانی عام نحوی ترکیب میں لکھا گیا ہے اس لیے اس کی نثر بنانے کی ضرورت نہیں ہے۔

نثر:

(iv) ہفت کشور بے تیغ و تفنگ جس سے تسخیر ہو۔ تُو اگر سمجھے تو تیرے پاس وہ ساماں بھی ہے۔

جملہ اسمیہ خبریہ:

ہو، ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ
ہفتِ کشور۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا
بے تیغ و تفنگ، تسخیر، وہ ساماں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خبر
سے، پاس۔۔۔حروفِ جار } متعلقاتِ خبر
جس، تیری۔۔۔مجرور
تُو، اگر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حروفِ شرط

جملہ فعلیہ خبریہ:

سمجھے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فعل لازم
تُو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فاعل

نثر:

(v) کوہِ فاراں کا سکوت اب تلک جس پر شاہد ہے۔اے تغافل پیشہ ! تجھ کو وہ پیماں یاد بھی ہے۔

جملہ اسمیہ خبریہ

ہے، ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ

کوہِ فاراں کا سکوت، تغافل پیشہ، تجھ۔۔۔۔۔۔ مبتدا

شاہد، پیماں یاد۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر

متعلقاتِ خبر:
تلک، پر۔۔۔ حروفِ جار
اب، جس۔۔۔ مجرور

اے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ ندا

نثر:

(vi) تُو ہی ناداں (ہے) (جو) چند کلیوں پر قناعت کر گیا۔ ورنہ علاجِ تنگیِ داماں گلشن میں بھی ہے۔

جملہ اسمیہ خبریہ

(ہے)، کر گیا، ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ

تُو علاج تنگیِ داماں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا

ناداں، قناعت، گلشن میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر

متعلقاتِ خبر:
پر، میں۔۔۔ حروفِ جار
کلیوں گلشن۔۔۔ مجرور

(جو)، ورنہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ شرط

ہی، چند۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ خصوصیت

نثر:

(vii) دل کی کیفیت پردۂ تقریر میں پیدا ہے۔ کسوتِ مینا میں مے مستور بھی (اور) عریاں بھی ہے۔

جملہ اسمیہ خبریہ

ہے، ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ

دل کی کیفیت، مے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا

پیدا، منشور، عریاں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر

متعلقاتِ خبر:
میں، میں۔۔۔۔۔ حروفِ جار
پردۂ تقریر، کسوتِ مینا۔۔ مجرور

بھی، (اور)، بھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ عطف

نثر:

(viii) میری آتش نوائی نے مجھے پھونک ڈالا ہے۔ اور یہی میری زندگانی کا سامان بھی ہے۔

ہے، ہے---------------- افعالِ ناقصہ
میری آتش نوائی، مجھے میری زندگانی---- مبتدا
پھونک ڈالا، ساماں------------------ خبر
نے------------------ علامتِ فاعل
اور، بھی---------------- حروفِ عطف
یہی------------------ اسم اشارہ قریب
مری، میری، کا------------- حروفِ اضافت

جملہ اسمیہ خبریہ

نثر:

(ix) میرے سینے میں اس آتش نوائی کا راز دیکھ۔ میرے دل کے آئینے میں جلوہ تقدیر دیکھ۔

دیکھ، دیکھ --------------- افعالِ ناقصہ
سینے، دل----------------- مبتدا
آتش نوائی کا راز، جلوہ تقدیر------------ خبر
میں، میں--- حروفِ جار — متعلقاتِ خبر
سینے، آئینے---- مجرورِ
اس------------------ اسم اشارہ قریب
مرے، کا ، میرے، کے----- حروفِ اضافت

جملہ اسمیہ خبریہ

آسماں ہو گا سحر کے نور سے آئینہ پوش ‌‌ ‌ اور ظلمت رات کی سیماب پا ہو جائے گی

اس قدر ہو گی ترنّم آفریں بادِ بہار ‌ ‌ نکہتِ خوابیدہ غنچے کی نوا ہو جائے گی

آ ملیں گے سینہ چاکانِ چمن سے سینہ چاک ‌ ‌ بزمِ گل کی ہم نفس بادِ صبا ہو جائے گی

شبنم افشانی مری پیدا کرے گی سوزو ساز ‌ ‌ اس چمن کی ہر کلی درد آشنا ہو جائے گی

دیکھ لو گے سطوتِ رفتار دریا کا مآل ‌ ‌ موجِ مُضطر ہی اسے زنجیر پا ہو جائے گی

پھر دلوں کو یاد آ جائے گا پیغامِ سجود ‌ ‌ پھر جبیں خاکِ حرم سے آشنا ہو جائے گی

نالۂ صیّاد سے ہوں گے نَوا ساماں طیور　　خونِ گُل چیں سے کلی رنگیں قبا ہو جائے گی

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے ، لب پہ آ سکتا نہیں　　محوِ حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

شب گریزاں ہو گی آخر جلوۂ خورشید سے　　یہ چمن معمور ہو گا نغمۂ توحید سے (۱۱)

نثر:

(i) آسماں سحر کے نور سے آئینہ پوش ہو گا۔ اور رات کی ظلمت سیماب پا ہو جائے گی۔

جملہ اسمیہ خبریہ:
- ہو گا، ہو جائے گی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ
- آسماں، رات کی ظلمت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا
- آئینہ پوش، سیماب پا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر
- متعلقاتِ خبر:
  - سے۔۔۔۔ حرفِ جار
  - سحر کے نور۔۔۔ مجرور
- اور۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ عطف
- کے، کی۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ اضافت

نثر:

(ii) بادِ بہار اس قدر ترنم آفریں ہو گی۔ غنچے کی نکہتِ خوابیدہ نوا ہو جائے گی۔

جملہ اسمیہ خبریہ:
- ہو گی، ہو جائے گی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ
- بادِ بہار، غنچے کی نکہتِ خوابیدہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا
- ترنم آفریں، نوا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر
- اس قدر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ خصوصیت

نثر:

(iii) سینہ چاک چمن (کے) سینہ چاکان سے آملیں گے۔ بادِ صبا بزمِ گل کی ہم نفس ہو جائے گی۔

جملہ اسمیہ خبریہ:
- گے، ہو جائے گی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ
- سینہ چاک۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا
- آملیں، بزمِ گل کی ہم نفس۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر
- متعلقاتِ خبر:
  - سے۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ جار
  - چمن (کے) سینہ چاکان۔۔۔ مجرور
- (کے) ، کی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ اضافت

نثر:

(iv) مری شبنم افشانی سوز و ساز پیدا کرے گی۔ اس چمن کی ہر کلی درد آشنا ہو جائے گی۔

کرے گی، ہو جائے گی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ
مری شبنم افشانی، چمن کی ہر کلی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا
سوز و ساز پیدا، درد آشنا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خبر
اس۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اسم اشارہ قریب

جملہ اسمیہ خبریہ

نثر:

(v) سطوتِ رفتارِ دریا کا مآل دیکھ لو گے۔ اسے موجِ مضطر ہی زنجیر پا ہو جائے گی۔

دیکھ لو گے، ہو جائے گی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ
سطوتِ رفتارِ دریا، موجِ مضطر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا
مآل، زنجیرپا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خبر
اسے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اسم اشارہ قریب
ہی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ خصوصیت

جملہ اسمیہ خبریہ

نثر:

(vi) کچھ دلوں کو پیغامِ سجود یاد آجائے گا۔ پھر جبیں خاکِ حرم سے آشنا ہو جائے گی۔

آجائے گا، ہو جائے گی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ
دلوں، جبیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا
پیغامِ سجود یاد، آشنا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خبر
سے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حروفِ جار
خاکِ جبیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مجرور
(متعلقاتِ خبر)
پھر، پھر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حروفِ عطف

جملہ اسمیہ خبریہ

مذکورہ شعر کے مصرع ثانی کی نثر بنانے کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ اقبال نے یہ مصرع عام نحوی پیرائے میں لکھا ہے۔

نثر:

(vii) طیور نالہ صیاد سے نوا ساماں ہوں گے۔ کلی خونِ گل جبیں سے رنگیں قبا ہو جائے گی۔

ہوں گے، ہو جائے گی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ
طیور، کلی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا
نوا ساماں، رنگین قبا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خبر

جملہ اسمیہ خبریہ

سے، سے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ جار ⎫ متعلقاتِ خبر
نالہ صیاد، خونِ گل جبیں۔۔۔۔ مجرور ⎭

نثر:

(viii) آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے، لب پہ آسکتا نہیں (ہے)۔ محوِ حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی۔

جملہ فعلیہ خبریہ:
کچھ دیکھتی ہے، محوِ حیرت ہوں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ لازم
آنکھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فاعل
جو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ شرط

جملہ اسمیہ خبریہ:
(ہے)، ہو جائے گی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ
دنیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا
آسکتا نہیں، کیا ہو جائے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر
یہ، سے۔۔۔۔ حروفِ جار ⎫ متعلقاتِ خبر
لب، کیا۔۔۔۔۔ مجرور ⎭
کہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ علت

مذکورہ شعر میں الفاظ کی وہی ترتیب ہے جو اردو زبان کے قواعد وضوابط کے مطابق ایک جملے میں ہوتی ہے۔ اس لیے اس شعر کی نثر بنانے کی چنداں ضرورت نہیں۔ مذکورہ شعر کے دونوں مصرعوں کے پہلے آدھے حصے جملہ فعلیہ خبریہ ہیں۔ آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے وہ دیکھ کے میں (اقبال) حیرت زدہ ہوں۔ آنکھ (فاعل) کا دیکھنا (فعل) اور محوِ حیرت ہونا دونوں کا تعلق فعل لازم سے ہے۔ جبکہ مذکورہ شعر کے دونوں مصرعوں کا بقیہ آدھا آدھا حصہ جملہ اسمیہ خبریہ کی عمدہ مثال ہیں۔

نثر:

(ix) آخر شب جلوہ خورشید سے گریزاں ہو گی۔ یہ چمن نغمہ توحید سے معمور ہو گا۔

جملہ اسمیہ خبریہ:
ہو گی، ہو گا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ
شب، چمن۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا
گریزاں، معمور۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر
سے، سے۔۔۔۔۔ حروفِ جار ⎫ متعلقاتِ خبر
جلوہ خورشید، نغمہ توحید۔۔ مجرور ⎭
آخر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ تزئین
یہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اسم اشارہ قریب

یہ نظم ''شمع اور شاعر'' ایک مکالماتی نظم ہے۔اس نظم میں شاعر، شمع سے یہ سوال کرتا ہے کہ تونے اس دنیا کو روشن کرنے والی، سوز و گداز سے بھرپور یہ آگ کہاں سے لی ہے؟ جس نے معمولی پروانوں کو سوزِ کلیمی بخشا ہے۔اس سوال کا جواب شمع مفصل انداز میں بیان کرتی ہے۔ شمع کی زبان سے ادا ہونے والے سارے جوابات جملہ اسمیہ خبریہ کی شکل میں پیش کیے گئے ہیں۔اور کچھ اشعار ایسے بھی ہیں جو جملہ فعلیہ خبریہ پر مشتمل ہیں کیونکہ ان اشعار میں مسلمانوں کو اپنی شکست اور تنزلی دور کرنے کے طریقے بتائے گئے ہیں۔ان اشعار میں چونکہ کچھ کام کرنے کا مشورہ دیا گیا ہے۔اس لیے یہ اشعار جملہ فعلیہ خبریہ کی احسن مثالیں ہیں۔اقبال نے اپنا پیغام امتِ مسلمہ کے دلوں تک پہنچانے کے لیے عام نحوی طریقہ اپنایا ہے جس سے کلام کی تاثیر دوگنی ہو گئی ہے۔

خضرِ راہ

علامہ اقبال نے یہ نظم ''خضرِ راہ'' جس دور میں لکھی۔ وہ دور عالم اسلام کی تنزلی اور شکست و ریخت کا دور تھا۔یورپی طاقتیں اپنے گھناؤنے عزائم اور سازشوں کے تحت مسلمانوں میں کامیاب طریقے سے پھوٹ ڈلوا چکی تھیں۔ یہ ۱۹۱۹ء کی بات ہے جب انگریزوں نے ظالمانہ رویہ اختیار کر کے عربوں اور ترکوں کے درمیان پھوٹ ڈلوا دی۔ عربوں نے انگریزوں کے فریب میں آ کر ترکوں سے غداری کی تھی۔ یہ نظم ''خضرِ راہ'' اسی حوالے سے لکھی گئی ہے۔ علامہ اقبال نے انجمن حمایت اسلام لاہور کے سالانہ جلسے میں شدید جذبے اور درد و سوز کے ساتھ پڑھی۔ یہ نظم پڑھتے وقت کئی مقامات پر آپ کی آواز رونے کے باعث گلو گیر ہو گئی اور سامعین کا بھی یہی حال رہا۔ نظم ''خضرِ راہ'' بھی ایک مکالماتی نظم ہے جس کے پہلے دو بند شاعر کی دلی کیفیات کی عکاسی کرتے ہیں اور ان بندوں میں شاعر، خضر سے سوال کرتے کہ زندگی، سلطنت اور سرمایہ و محنت کیا ہے؟ ان تمام سوالوں کا مفصل جواب نظم کے بقیہ تمام اشعار میں خضر کی زبان سے ادا کیے گئے ہیں۔ مذکورہ نظم کا نحویاتی مطالعہ کرنے کے لیے ضروری ہے کہ پہلے اشعار کا مفہوم اچھی طرح سمجھا جائے اس کے بعد اشعار کی نثر بنائی جائے۔ اشعار کی نثر بنانے کے بعد یہ دیکھا جائے کہ علمِ نحو کی رو سے یہ جملہ فعلیہ خبریہ ہے یا جملہ اسمیہ خبریہ یا پھر دونوں کا امتزاج۔ نظم ''خضرِ راہ'' کا نحویاتی مطالعہ کچھ اس طرح ہے۔

بانگِ درا کی طویل نظم ''خضرِ راہ'' کا نحویاتی مطالعہ

(شاعر)

ساحل دریا پہ میں اک رات تھا محو نظر　　گوشہ دل میں چھپائے اک جہان اضطراب

شب سکوت افزا ہوا آسودہ، دریا نرم سیر　　تھی نظر حیراں کہ یہ دریا ہے یا تصویرِ آب

جیسے گہوارے میں سو جاتا ہے طفل شیر خوار　　موج مضطر تھی کہیں گہرائیوں میں مست خواب

رات کے افسوں سے طائر آشیانوں میں اسیر　　انجم کم ضو گرفتارِ طلسم ماہتاب

دیکھتا کیا ہوں کہ وہ پیک جہاں پیما خضر　　جس کی پیری میں ہے مانند سحر رنگ شباب

کہہ رہا مجھ سے، اے جویائے اسرارِ ازل!　　چشم دل وا ہو تو ہے تقدیر عالم بے حجاب

دل میں یہ سن کر بپا ہنگامۂ محشر ہوا　　میں شہید جستجو تھا، یوں سخن گُستر ہوا (۱۲)

نثر:

میں اک رات ساحل دریا پہ اک جہاں اضطراب گوشہ دل میں چھپائے محو نظر تھا۔

محو نظر تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ
میں اک رات اک جہان۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا
اضطراب، چھپائے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خبر　　جملہ اسمیہ خبریہ
یہ، میں۔۔۔۔۔۔حروفِ جار　متعلقاتِ خبر
ساحل دریا، گوشہ دل۔۔مجرور
اک، اک۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔عدد معین

نثر:

(i) شب سکوت افزا، ہوا آسودہ (اور) دریا نرم سیر (تھا)۔ نظر حیراں تھی کہ یہ دریا ہے یا تصویرِ آب (ہے)۔

(تھا)، تھی، ہے، (ہے)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ
شب، ہوا، دریا، نظر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا
سکوت افزا، آسودہ، نرم سیر، حیراں، دریا، تصویر آب۔۔۔۔خبر　جملہ اسمیہ خبریہ
یا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ تردید

نثر:

(ii) جیسے گہوارے میں طفل شیر خوار سو جاتا ہے۔ موجِ مضطر کہیں گہرائیوں میں مست خواب تھی۔

جاتا ہے ، تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ
طفل شیر خوار، موجِ ضطر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا
سو، مست خواب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خبر　جملہ اسمیہ خبریہ
میں، میں۔۔۔۔۔حروفِ جار　متعلقاتِ خبر
گہوارے، گہرائیوں۔۔۔مجرور

جیسے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ تشبیہ

نثر:

(iii) طائرات کے افسوں سے آشیانوں میں اسیر (تھے)۔ (اور) انجم کم ضو طلسم ماہتاب (میں) گرفتار (تھے)۔

جملہ اسمیہ خبریہ:
- (تھے)، (تھے)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ
- طائر، انجم کم ضو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا
- اسیر، گرفتار۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر
- متعلقاتِ خبر:
  - سے، میں، (میں)۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ جار
  - افسوں، آشیانوں، طلسم ماہتاب۔۔۔ مجرور
- کے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ اضافت

نثر:

(iv) (میں) کیا دیکھتا ہوں کہ وہ خضر پیک جہاں پیما جس کی پیری میں سحر رنگ شباب کی مانند ہے۔ مجھ سے کہہ رہا ہے، اے جویائے اسرارِ ازل! (اگر) چشم دل وا ہو تو تقدیر عالم بے حجاب ہے۔

جملہ فعلیہ خبریہ:
- دیکھتا ہوں۔۔۔۔۔۔ فعل لازم
- (میں)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فاعل
- کیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ استفہام

جملہ اسمیہ خبریہ:
- ہے، کہہ رہا ہے، ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ
- خضر، سحر، اے جویائے اسرارِ ازل، چشم دل، تقدیر عالم۔۔۔۔۔ مبتدا
- پیک جہاں پیما، رنگ شباب، وا ہو، بے حجاب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر
- متعلقاتِ خبر:
  - میں، سے۔۔۔۔ حروفِ جار
  - پیری، مجھ۔۔۔۔۔۔ مجرور
- کہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ علّت
- وہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اسم اشارہ بعید
- مانند۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ تشبیہ
- جس کی، تو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ خصوصیت
- (اگر)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ شرط
- اے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ ندا

مذکورہ بند کے شعر نمبر پانچ میں اقبال جو کچھ کہہ رہے ہیں اس کا تعلق شعر نمبر چھے کے ساتھ ہے۔اس لیے مذکورہ اشعار کی نثر اکٹھی کی گئی ہے تاکہ معنی و مفہوم کو سمجھنے میں بھی آسانی ہو اور نحویاتی مطالعہ بھی احسن طریقے سے کیا جاسکے۔شعر نمبر پانچ کے مصرع اولیٰ کا پہلا نصف حصہ جملہ فعلیہ خبریہ ہے، جبکہ باقی تمام مصرعے جملہ اسمیہ خبریہ ہیں جو اقبال کی دلی کیفیات کی عکاسی کر رہے ہیں۔

نثر:

(v) یہ سن کر دل میں ہنگامہ محشر بپا ہوا۔میں شہید جستجو تھا، یوں سخن گستر ہوا۔

جملہ فعلیہ خبریہ:
- سن کر، سخن گستر ہوا۔۔۔افعال لازم
- یہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اسم اشارہ قریب
- یوں۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ خصوصیت

جملہ اسمیہ خبریہ:
- بپا ہوا، تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ
- میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا
- ہنگامحشر، شہید جستجو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خبر
- متعلقاتِ خبر:
  - میں۔۔۔حرفِ جار
  - دل۔۔۔۔۔مجرور
- یوں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ خصوصیت

مذکورہ شعر کے مصرع اولیٰ کا پہلا آدھا حصہ فعل لازم ہے۔وہاں اگرچہ فاعل حذف کر دیا گیا ہے لیکن مصرع ثانی میں موجود مبتدا "میں" کا تعلق جملہ فعلیہ خبریہ کے ساتھ ہے اور یہی مبتدا فاعل بھی ہے۔

اے تری چشم جہاں بیں پر وہ طوفاں آشکار ۔۔۔ جن کے ہنگامے ابھی دریا میں سوتے ہیں خموش

'کشتیِ مسکین' و 'جانِ پاک' و 'دیوارِ یتیم' ۔۔۔ علم موسیٰؑ بھی ہے تیرے سامنے حیرت فروش

چھوڑ کر آبادیاں رہتا ہے تو صحرا نورد ۔۔۔ زندگی تیری ہے بے روز و شب و فردا و دوش

زندگی کا راز کیا ہے ، سلطنت کیا چیز ہے ۔۔۔ اور یہ سرمایہ و محنت میں ہے کیسا خروش

ہو رہا ہے ایشیا کا خرقۂ دیرینہ چاک ۔۔۔ نوجواں اقوام نو دولت کے ہیں پیرایہ پوش

اگرچہ اسکندر رہا محروم آبِ زندگی ۔۔۔ فطرتِ اسکندری اب تک ہے گرمِ ناؤ نوش

پیچتا ہے ہاشمی ناموسِ دینِ مصطفیؐ خاک و خوں میں مل رہا ہے ترکمانِ سخت کوش

آگ ہے ، اولادِ ابراہیمؑ ہے، نمرود ہے کیا کسی کو پھر کسی کا امتحاں مقصود ہے! (۱۳)

نثر:

(i) اے تری چشمِ جہاں بیں (جن) پر وہ طوفاں آشکار (ہیں) جن کے ہنگامے ابھی دریا میں خموش سوتے ہیں۔

جملہ اسمیہ خبریہ:
- (ہیں) ، سوتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ
- تری چشم، طوفاں، ہنگامے۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا
- جہاں بیں، آشکار خموش۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر
- متعلقاتِ خبر:
  - پر، میں۔۔۔ حروفِ جار
  - (جن) ، دریا۔۔۔ مجرور
- اے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ ندا
- تری، کے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ اضافت
- وہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اسم اشارہ بعید
- ابھی، جن۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ خصوصیت

نثر:

(ii) کشتی مسکین و جان پاک و دیوارِ یتیم، علمِ موسیٰؑ بھی تیرے سامنے حیرت فروش ہے۔

جملہ اسمیہ خبریہ:
- ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ
- کشتی، جان، دیوار، علمِ موسیٰؑ۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا
- مسکین، پاک، یتیم، حیرت فروش۔۔۔۔۔۔ خبر
- و، و، بھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ عطف
- متعلقاتِ خبر:
  - سامنے۔۔۔ حرفِ جار
  - تیری۔۔۔۔ مجرور

نثر:

(iii) تو آبادیاں چھوڑ کر صحرا نورد رہتا ہے۔ تیری زندگی بے روز و شب و فردا و دوش ہے۔

جملہ اسمیہ خبریہ:
- چھوڑ کر، رہتا ہے، ہے۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ
- تو، آبادیاں، تیری زندگی۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا
- صحرا نورد، بے روز و شب، فردا و دوش۔۔۔۔۔ خبر

نثر:

(iv) زندگی کا راز کیا ہے (اور) سلطنت کیا چیز ہے۔ اور یہ سرمایہ و محنت میں کیسا خروش ہے۔

ہے، ہے، ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ	جملہ اسمیہ خبریہ
زندگی، سلطنت، سرمایہ و محنت۔۔۔۔۔۔ مبتدا	
راز، چیز، خروش۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر	
کیا، کیا، کیسا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ استفہام	

مذکورہ شعر در حقیقت سوالیہ ہے جس میں شاعر (اقبال) خضرؑ سے سوالات کر رہے ہیں۔ شاعر جہاں یہ خبر دے رہا ہے کہ زندگی راز ہے، سلطنت بھی کوئی خاصے کی چیز ہے اور سرمایہ و محنت میں فساد اور جھگڑا پایا جاتا ہے۔ لیکن شاعر ان خبروں کی وجہ خضر سے دریافت کرتا ہے۔ مذکورہ شعر میں حرفِ استفہام کی تکرار جہاں شاعر کی کم فہمی کو عیاں کر رہی ہے وہیں یہ سوالیہ انداز پورے شعر پر حاوی ہے۔ جس کی وجہ سے مذکورہ جملے استفہامیہ لگ رہے ہیں۔ مقالے کا تعلق علم نحو میں جملے کی بنیادی اقسام جملہ اسمیہ خبریہ اور جملہ فعلیہ خبریہ سے ہے اس لیے مذکورہ شعر کو جملہ اسمیہ خبریہ کے طور پر ہی لیا جائے گا۔

نثر:

(v) ایشیا کا خرقہ دیرینہ چاک ہو رہا ہے۔ نوجواں اقوام نو دولت کے پیرایہ پوش ہیں۔

ہو رہا ہے، ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ	جملہ اسمیہ خبریہ
ایشیا کا خرقہ دیرینہ، نوجواں۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا	
چاک، اقوام نو دولت کے پیرایہ پوش۔۔۔۔ خبر	
کا، کے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ اضافت	

نثر:

(vi) اگرچہ اسکندر آبِ زندگی (سے) محروم رہا۔ فطرتِ اسکندری اب تک گرم ناؤنوش ہے۔

رہا، ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ	جملہ اسمیہ خبریہ
اسکندر، فطرت اسکندری۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا	
محروم، گرم ناؤنوش۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر	
(سے)، تک۔۔۔ حروفِ جار متعلقاتِ خبر	
آبِ زندگی، اب۔۔۔ مجرور	
گرچہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ شرط	

نثر:

(vii) ہاشمی ناموسِ دینِ مصطفیٰ بیچتا ہے۔ ترکمانِ سخت کوش خاک و خون میں مل رہا ہے۔

بیچتا ہے، رہا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ
ہاشمی، ترکمانِ سخت کوش۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا
ناموسِ دینِ مصطفیٰ، مل رہا ہے۔۔۔۔۔۔۔ خبر
میں۔۔۔۔ حرفِ جار متعلقاتِ خبر
خاک وخون۔۔ مجرور
جملہ اسمیہ خبریہ

نثر:

(viii) آگ ہے، اولادِ ابراہیم ہے (اور) نمرود ہے۔ کیا کسی کو پھر کسی کا امتحاں مقصود ہے۔

ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ
آگ، اولادِ ابراہیم، نمرود، کسی کو، کسی کا۔۔۔۔ مبتدا
ہے، ہے، ہے، امتحاں مقصود۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر
کیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ استفہام
جملہ اسمیہ خبریہ

مذکورہ شعر کے پہلے مصرع میں لفظ "ہے" فعل ناقص کے طور پر نہیں بلکہ خبر کے معنوں میں آیا ہے۔ فعل ناقص وہ فعل ہوتا ہے جو کسی کام کے پورا ہونے کو ظاہر نہیں کرتا۔ مندرجہ بالا شعر میں "آگ ہے" بمعنی فعل ناقص نہیں بلکہ خبر دے رہی ہے کہ آگ موجود ہے، ابراہیم کی اولاد بھی موجود ہے اور نمرود بھی ہے اور مصرع ثانی میں یہ خبر دی جا رہی ہے کہ یہ ساری مصیبتیں موجود ہیں تو ابھی بھی مسلمانوں کی آزمائش مقصود ہے۔ عام نحوی پیرائے میں اقبال نے امتِ مسلمہ کی حالتِ زار ونزار کا جو نقشہ پیش کیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔

نظم "خضرِ راہ" کا دوسرا حصہ "جوابِ خضر" خضر کے جواب پر مشتمل ہے یہ ان سوالات کے جوابات ہیں جو شاعر نے اس نظم کے دوسرے بند کیے تھے۔

جوابِ خضر

صحرانوَردی

کیوں تعجب ہے مری صحرا نوردی پر تجھے ۔۔۔ یہ تگا پوئے دمادم زندگی کی ہے دلیل

اے رہینِ خانہ تُو نے وہ سماں دیکھا نہیں ۔۔۔ گونجتی ہے جب فضائے دشت میں بانگِ رحیل

ریت کے ٹیلے پہ وہ آہُو کا بے پرواخرام ۔۔۔ وہ خضر بے برگ و ساماں، وہ سفر بے سنگ و میل

وہ نمودِ اخترِ سیماب پا ہنگامِ صبح ۔۔۔ یا نمایاں بامِ گردُوں سے جبینِ جبرئیل

وہ سکوتِ شامِ صحرا میں غروبِ آفتاب — جس سے روشن تر ہوئی چشمِ جہاں بینِ خلیل

اور وہ پانی کے چشمے پر مقامِ کارواں — اہلِ ایماں جس طرح جنّت میں گِردِ سلسبیل

تازہ ویرانے کی سودائے محبت کو تلاش — اور آبادی میں تُو زنجیریِ کِشت و نخیل

پُختہ تر ہے گردشِ پیہم سے جامِ زندگی — ہے یہی اے بے خبر رازِ دوامِ زندگی (۱۴)

نثر:

(i) تجھے میری صحرا نوردی پر کیوں تعجب ہے۔ یہ تگاپوئے دمادم زندگی کی دلیل ہے۔

جملہ اسمیہ خبریہ:
- ہے، ہے ـــــــــ افعالِ ناقصہ
- تجھے، تگاپوئے دمادم ـــــــــ مبتدا
- تعجب، زندگی کی دلیل ـــــــــ خبر
- متعلقاتِ خبر:
  - پر ـــــــــ حرفِ جار
  - صحرا نوردی ـــ مجرور
- کیوں ـــــــــ حرفِ استفہام
- میری، کی ـــــــــ حروفِ اضافت
- یہ ـــــــــ اسم اشارہ قریب

نثر:

(ii) اے رہینِ خانہ تُونے وہ سماں نہیں دیکھا جب بانگِ رحیل فضائے دشت میں گونجتی ہے (اور) ریت کے ٹیلے پہ وہ آہو کا بے پرواخرام (اور) وہ خضر بے برگ و ساماں (اور) وہ سفر بے سنگ و میل (ہوتا ہے)۔

جملہ اسمیہ خبریہ:
- دیکھا، ہے، (ہوتا ہے) ـــــــــ افعالِ ناقصہ
- اے رہینِ خانہ تُو، بانگِ رحیل، آہو، خضر، سفر ـــــــــ مبتدا
- وہ سماں، گونجتی، بے پرواخرام، بے برگ و ساماں، بے سنگ و میل ـــ خبر
- متعلقاتِ خبر:
  - میں، پہ ـــــــــ حروفِ جار
  - فضائے دشت، ریت کے ٹیلے ـــ مجرور
- اے ـــــــــ حرفِ ندا
- وہ، وہ، وہ، وہ ـــــــــ اسم اشارہ بعید
- جب ـــــــــ حرفِ شرط

مذکورہ اشعار میں دوسرے شعر کی بات تیسرے شعر میں مکمل ہو رہی ہے اس لیے ان اشعار کی نثر اور نحوی مطالعہ اکٹھا کیا گیا ہے۔

نثر:

(iii) وہ ہنگامِ صبح نمودِ اخترِ سیماب پا یا بامِ گردوں سے جبینِ جبرئیل نمایاں (ہے)۔

جملہ اسمیہ خبریہ:

- (ہے)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فعلِ ناقصہ
- وہ ہنگامِ صبح، اختر، جبینِ جبرئیل۔۔۔۔۔۔ مبتدا
- نمود، سیماب پا، نمایاں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر
- متعلقاتِ خبر:
  - سے۔۔۔۔ حرفِ جار
  - بامِ گردوں۔۔۔ مجرور
- یا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ تردید

نثر:

(iv) سکوتِ شامِ صحرا میں وہ غروبِ آفتاب جس سے چشمِ جہاں بینِ خلیل روشن تر ہوئی۔

جملہ فعلیہ خبریہ:

- روشن تر ہوئی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فعل متعدی
- غروبِ آفتاب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فاعل
- چشمِ جہاں بینِ خلیل۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مفعول
- میں، سے، سکوتِ شامِ صحرا، جس۔۔۔۔۔ متعلقاتِ فعل
- وہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اسم اشارہ بعید

نثر:

(v) اور وہ پانی کے چشمے پر مقامِ کارواں جس طرح اہلِ ایماں جنت میں گردِ سلسبیل (ہیں)۔

جملہ اسمیہ خبریہ:

- (ہیں)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فعل ناقص
- کارواں، اہلِ ایماں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا
- مقام، گردِ سلسبیل۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر
- متعلقاتِ خبر:
  - پر، میں۔۔۔۔۔ حروفِ جار
  - پانی کے چشمے، جنت۔۔۔ مجرور
- جس طرح۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ تشبیہہ
- وہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اسم اشارہ بعید
- اور۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ عطف

نثر:

(vi) سودائے محبت کو تازہ ویرانے کی تلاش (ہے) اور تُو آبادی میں زنجیریِ کشت و نخیل (ہے)۔

جملہ اسمیہ خبریہ:
- (ہے) ،(ہے)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ
- سودائے محبت، تُو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا
- تازہ ویرانے کی تلاش، زنجیری کشت و نخیل۔۔۔۔۔۔خبر
- متعلقاتِ خبر:
  - میں۔۔۔۔۔حرفِ جار
  - آبادی۔۔۔۔۔مجرور
- کو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔علامتِ مفعول
- اور۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ عطف

نثر:

(vii) جامِ زندگی گردشِ پیہم سے پختہ تر ہے۔اے بے خبر یہی زندگی (کا) رازِ دوام ہے۔

جملہ اسمیہ خبریہ:
- ہے، ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ
- جامِ زندگی، اے بے خبر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا
- پختہ تر، یہی زندگی (کا) رازِ دوام۔۔۔۔۔۔۔۔خبر
- متعلقاتِ خبر:
  - سے۔۔۔۔حروفِ جار
  - گردشِ پیہم۔۔۔مجرور
- اے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ ندا

ایک وسیع اور سنجیدہ موضوع کو اقبال نے عام نحوی طرز سے پیش کیا ہے جس کے باعث اشعار کی تاثیر میں اضافہ ہو گیا ہے۔

زندگی

برتر از اندیشۂ سُود و زیاں ہے زندگی
ہے کبھی جاں اور کبھی تسلیمِ جاں ہے زندگی

تُو اسے پیمانۂ امروز و فردا سے نہ ناپ
جاوداں ، پیہم دواں، ہر دم جواں ہے زندگی

اپنی دنیا آپ پیدا کر اگر زِندوں میں ہے
سرِّ آدم ہے ، ضمیر کُن فکاں ہے زندگی

زندگانی کی حقیقت کوہ کن کے دل سے پوچھ
جوئے شیر و تیشہ و سنگِ گراں ہے زندگی

بندگی میں گھٹ کے رہ جاتی اک جوئے کم آب
اور آزادی میں بحر بے کراں ہے زندگی

آشکارا ہے یہ اپنی قوتِ تسخیر سے	گرچہ اک مٹی کے پیکر میں نہاں ہے زندگی
قلزمِ ہستی سے تو اُبھرا ہےمانند حباب	اس زِیاں خانے میں تیرا امتحاں ہے زندگی
خام ہے جب تک تو ہےمٹّی کا اک انبار تُو	پُختہ ہو جائے تو ہے شمشیر بےزنہار تُو (۱۵)

نثر:

(i) زندگی اندیشۂ سود وزیاں از برتر ہے۔ زندگی کبھی جاں ہے اور کبھی تسلیمِ جاں ہے۔

جملہ اسمیہ خبریہ:
- ہے، ہے، ہے ـــــــــــــــــــــــ افعالِ ناقصہ
- زندگی، زندگی ـــــــــــــــــــــــ مبتدا
- برتر، جاں، تسلیمِ جاں ـــــــــــــــــــ خبر
- متعلقاتِ خبر:
  - از ـــــــــــ حرفِ جار
  - اندیشۂ سود وزیاں ـــ مجرور
- کبھی، کبھی ـــــــــــــــــــــــ حروفِ تاکید
- و، اور ـــــــــــــــــــــــــ حروفِ عطف

نثر:

(ii) تُو اسے پیمانۂ امروز ز فردا سے نہ ناپ۔ زندگی جاوداں، پیہم دواں، ہر دم جواں ہے۔

جملہ اسمیہ خبریہ:
- نہ ناپ، ہے ـــــــــــــــــــ افعالِ ناقصہ
- تُو، زندگی ـــــــــــــــــــــ مبتدا
- جاوداں، پیہم دواں، ہر دم جواں ـــــــ خبر
- متعلقاتِ خبر:
  - سے ـــــــــ حرفِ جار
  - پیمانۂ امروز وفردا ـــ مجرور
- اسے ـــــــــــــــــــــ اسم اشارہ بعید

نثر:

(iii) اگر زندوں میں ہے (تو) اپنی دنیا آپ پیدا کر۔ زندگی سرِّ آدم ہے ضمیرِ کُن فکاں ہے۔

جملہ اسمیہ خبریہ:
- ہے، کر، ہے، ہے ـــــــــــــــــــ افعالِ ناقصہ
- زندوں، زندگی ـــــــــــــــــــــ مبتدا
- اپنی دنیا آپ پیدا، سرِّ آدم، ضمیرِ کُن فکاں ـــــ خبر

میں۔۔۔ حرفِ جار — متعلقاتِ خبر
زندوں۔۔۔ مجرور
اگر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ شرط
(تو)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ خصوصیت

نثر:

(iv) کوہ کن کے دل سے زندگانی کی حقیقت پوچھ۔ زندگی جوئے شیر و تیشہ و سنگِ گراں ہے۔

جملہ اسمیہ خبریہ:

پوچھ، ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ
کوہ کن، زندگی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا
زندگانی کی حقیقت، جوئے شیر و تیشہ و سنگِ گراں۔۔۔ خبر
سے۔۔۔۔۔۔ حرفِ جار — متعلقاتِ خبر
دل۔۔۔۔۔۔۔۔ مجرور
کے، کی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ اضافت

نثر:

(v) زندگی، بندگی میں گھٹ کے اک جوئے کم آب رہ جاتی ہے اور آزادی میں بحرِ بے کراں ہے۔

جملہ اسمیہ خبریہ:

رہ جاتی ہے، ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ
زندگی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا
گھٹ کے اک جوئے کم آب، بحرِ بے کراں۔۔۔۔۔ خبر
میں، میں۔۔۔۔۔۔ حروفِ جار — متعلقاتِ خبر
بندگی، آزادی۔۔۔۔۔۔ مجرور

نثر:

(vi) یہ اپنی قوتِ تسخیر سے آشکارا ہے۔ گرچہ زندگی اک مٹی کے پیکر میں نہاں ہے۔

جملہ اسمیہ خبریہ:

ہے، ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ
یہ، زندگی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا
آشکارا، نہاں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر
سے، میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ جار — متعلقاتِ خبر
اپنی قوتِ تسخیر، اک مٹی کے پیکر۔۔۔۔۔ مجرور

گرچہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ شرط
اپنی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ اضافت

نثر:

(vii) تُو قلزم ہستی سے مانندِ حباب ابھرا ہے۔ اس زیاں خانے میں تیرا امتحاں زندگی ہے۔

ہے، ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ
تُو، تیرا امتحاں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا
حباب ابھرا، زندگی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خبر
سے، میں۔۔۔۔۔۔۔حروفِ جار
قلزم ہستی، زیاں خانے۔۔۔مجرور } متعلقاتِ خبر
اس۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اسم اشارہ قریب

} جملہ اسمیہ خبریہ

نثر:

(viii) تُو مٹی کا اک انبار ہے جب تک تو خام ہے۔ (اگر) تُو پختہ ہو جائے تو شمشیر بے زنہار ہے۔

ہے، ہے، ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ
تُو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا
مٹی کا اک انبار، خام، شمشیر بے زنہار۔۔۔۔۔۔خبر
تک۔۔۔حرفِ جار
جب۔۔۔۔مجرور } متعلقاتِ خبر
(اگر)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ شرط
تو، تو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حروفِ خصوصیت
پختہ ہو جائے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فعل لازم
تُو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فاعل

} جملہ اسمیہ خبریہ

مذکورہ شعر کے مصرع ثانی میں "پختہ ہو جائے" فعل لازم ہے کیونکہ اس فعل کا تعلق صرف فاعل کے ساتھ ہے۔ مذکورہ بند کے تمام اشعار جملہ اسمیہ خبریہ کی عمدہ امثال ہیں۔

ہو صداقت کے لیے جس دل میں مرنے کی تڑپ — پہلے اپنے پیکر خاکی میں جاں پیدا کرے
پھونک ڈالے یہ زمین و آسمان مستعار — اور خاکستر سے آپ اپنا جہاں پیدا کرے

زندگی کی قوتِ پنہاں کو کر دے آشکار ۔۔۔ تا یہ چنگاری فروغ جاوداں پیدا کرے

خاکِ مشرق پر چمک جائے مثال آفتاب ۔۔۔ تا بدخشاں پھر وہی لعل گراں پیدا کرے

سوئے گردُوں نالۂ شب گیر کا بھیجے سفیر ۔۔۔ رات کے تاروں میں اپنے رازداں پیدا کرے

یہ گھڑی محشر کی ہے، تُو عرصۂ محشر میں ہے ۔۔۔ پیش کر غافل ، عمل کوئی اگر دفتر میں ہے! (۱۶)

نثر:

(i-ii) جس دل میں صداقت کے لیے مرنے کی تڑپ ہو (وہ) پہلے اپنے پیکرِ خاکی میں جاں پیدا کرے۔ یہ زمین و آسمان مستعار پھونک ڈالے اور آپ اپنا جہاں خاکستر سے پیدا کرے۔

جملہ اسمیہ خبریہ:
- ہو ---------------------- افعالِ ناقصہ
- دل ---------------------- مبتدا
- مرنے کی تڑپ ---------------------- خبر
- متعلقاتِ خبر:
  - میں، کے لیے ---- حروفِ جار
  - جس دل، صداقت ---- مجرور

جملہ فعلیہ خبریہ:
- جاں پیدا کرے، مستعار پھونک ڈالے، پیدا کرے --- فعل متعدی
- (وہ)، دل، آپ اپنے ---------------------- فاعل
- پیکر خاکی، زمین و آسمان، جہاں -------------- مفعول
- متعلقاتِ فعل:
  - میں، سے -------- حرفِ جار
  - خاکی، خاکستر ------ مجرور
- یہ ---------------------- اسم اشارہ قریب

مذکورہ اشعار کا چونکہ آپس میں تعلق ہے اس لیے ان اشعار کی نثر اکٹھی بنائی گئی ہے۔ پہلا اور دوسرا شعر جملہ اسمیہ خبریہ اور جملہ فعلیہ خبریہ کا ذو معنی امتزاج ہے۔ بنیادی طور پر مذکورہ اشعار میں مبتدا اور فاعل ایک ہی ہے "دل" یعنی جس دل میں حق کی خاطر قربانی کا جذبہ موجود ہو اسے چاہیے کہ پہلے اپنے مادی جسم میں جان پیدا کرے اور پھر اس زمین اور آسمان کو جلا کر راکھ کر دے پھر اس راکھ سے اپنے لیے نئی دنیا پیدا کرے۔ مذکورہ اشعار میں مبتدا اور فاعل "دل" کی موجودگی نے اشعار کی تاثیر میں اضافہ کر دیا ہے۔

نثر:

(iii) زندگی کی قوتِ پنہاں کو آشکار کردے تا(کہ) یہ چنگاری فروغ جاوداں پیدا کرے۔

جملہ فعلیہ خبریہ:
- آشکار کردے۔۔۔۔۔۔۔۔۔فعل متعدی
- یہاں فاعل حذف کر دیا گیا ہے۔
- زندگی کی قوتِ پنہاں۔۔۔۔۔۔۔۔مفعول
- کو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔علامتِ مفعول

جملہ اسمیہ خبریہ:
- پیدا کرے۔۔۔۔۔۔۔۔۔فعل ناقص
- چنگاری۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا
- فروغِ جاوداں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خبر
- تا(کہ)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حروفِ علت
- یہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اسم اشارہ قریب

مذکورہ شعر کے مصرع اولیٰ میں فاعل اگرچہ حذف کیا گیا ہے لیکن مصرع ثانی میں موجود مبتدا "چنگاری" بہ یک وقت فاعل بھی ہے اور مبتدا بھی۔

نثر:

(iv) خاکِ مشرق پر مثالِ آفتاب چمک جائے۔ تا(کہ) بدخشاں پھر وہی لعل گراں پیدا کرے۔

جملہ فعلیہ خبریہ:
- آفتاب چمک جائے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فعل متعدی
- یہاں فاعل حذف کر دیا گیا ہے۔
- خاک۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مفعول
- متعلقاتِ فعل:
  - پر۔۔۔۔۔۔۔حرفِ جار
  - مشرق۔۔۔۔۔۔مجرور
- مثال۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ تشبیہ

جملہ فعلیہ خبریہ:
- لعلِ گراں پیدا کرے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فعل لازم
- بدخشاں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فاعل
- تا(کہ)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ علت
- وہی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ خصوصیت

نثر:

(v) نالۂ شب گیر کا سوئے گردوں سفیر بھیجے۔ اپنے رازداں رات کے تاروں میں پیدا کرے۔

بھیجے، پیدا کرے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ
نالۂ شب گیر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا
سوئے گردوں سفیر، اپنے رازداں۔۔۔۔۔۔ خبر جملہ اسمیہ خبریہ
میں۔۔۔۔۔۔ حرفِ جار متعلقاتِ خبر
رات کے تاروں۔۔ مجرور
کا، اپنے، کے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ اضافت

نثر:

(vi) یہ گھڑی محشر کی ہے (اور) تُو عرصۂ محشر میں ہے۔ غافل! اگر کوئی عمل دفتر میں ہے (تو) پیش کر۔

ہے، ہے، ہے، پیش کر۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ
یہ گھڑی، تُو، غافل، کوئی عمل۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا
محشر، عرصۂ محشر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر جملہ اسمیہ خبریہ
میں، میں۔۔۔۔ حروفِ جار متعلقاتِ خبر
محشر، دفتر۔۔۔۔۔۔ مجرور
اگر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ شرط

مذکورہ بند میں اقبال نے خضر کی زبان سے اس سوال کا جواب دیا ہے جو شاعر نے اس نظم کے دوسرے بند میں کیا تھا کہ زندگی کیا ہے۔ اقبال نے اپنی فکر اور فلسفہ کو بیان کرنے کے لیے عام نحوی انداز اختیار کیا ہے، جس کی وجہ سے اشعار کی اثر پذیری میں اضافہ ہو گیا ہے۔

سلطنت

آ بتاؤں تجھ کو رمزِ آیۂ اِنَّ المُلُوک — سلطنت اقوامِ غالب کی ہے اِک جادُوگری
خواب سے بیدار ہوتا ہے ذرا محکوم اگر — پھر سُلا دیتی ہے اُس کو حکمراں کی ساحری
جادوئے محمود کی تاثیر سے چشمِ ایاز — دیکھتی ہے حلقۂ گردن میں سازِ دلبری
خونِ اسرائیل آجاتا ہے آخر جوش میں — توڑ دیتا ہے کوئی موسیٰ طلسمِ سامری

سروَری زیبا فقط اُس ذاتِ بے ہمتا کو ہے — حکمراں ہے اک وہی ، باقی بُتانِ آذری

از غلامی فطرتِ آزاد را رُسوا مکُن — تا تراشی خواجۂ از برہَمن کافرتری

ہے وہی سازِ کُہن مغرب کا جمہوری نظام — جس کے پردوں میں نہیں غیر از نوائے قیصری

دیوِ استبداد جمہوری قبا میں پائے کوب — تُو سمجھتا ہے یہ آزادی کی ہے نیلم پری

مجلسِ آئین و اصلاح و رعایات و حقوق — طبِّ مغرب میں مزے میٹھے، اثر خواب آوری

گرمی گفتارِ اعضائے مجالس ، الاماں! — یہ بھی اک سرمایہ داروں کی ہے جنگِ زرگری

اس سرابِ رنگ و بو کو گُلستاں سمجھا ہے تو — آہ اے ناداں ! قفس کو آشیاں سمجھا ہے تُو (۱۷)

نثر:

(i) آ تجھ کو رمزِ آیۂ انّ الملوک بتاؤں۔ (یہ) اقوامِ غالب کی سلطنت (کی) اک جادوگری ہے۔

جملہ اسمیہ خبریہ:
- آہ، بتاؤں، ہے ------------------ افعالِ ناقصہ
- آیۂ انّ الملوک، اقوامِ غالب کی سلطنت -------- مبتدا
- رمز، اک جادوگری ------------------- خبر
- (یہ) ------------------- اسم اشارہ قریب

نثر:

(ii) اگر محکوم ذرا خواب سے بیدار ہوتا ہے (تو) اس کو حکمراں کی ساحری پھر سُلا دیتی ہے۔

جملہ فعلیہ خبریہ:
- بیدار ہوتا ہے --------------- فعل لازم
- محکوم ---------------------- فاعل
- متعلقاتِ فعل:
  - سے ------ حرفِ جار
  - ذرا خواب ------ مجرور
- اگر -------------------- حرفِ شرط

جملہ فعلیہ خبریہ:
- سلا دیتی ہے --------------- فعل متعدی
- حکمراں کی ساحری ---------- فاعل
- اُس ------------------- مفعول

کو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔علامتِ مفعول
(تو)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ خصوصیت
پھر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ عطف

نثر:

(iii) چشمِ ایاز جادوئے محمود کی تاثیر سے حلقۂ گردن میں سازِ دلبری دیکھتی ہے۔

جملہ اسمیہ خبریہ
دیکھتی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فعل ناقص
چشمِ ایاز، جادوئے محمود۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا
سازِ دلبری۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خبر
سے، میں۔۔۔۔۔۔حروفِ جار متعلقاتِ خبر
تاثیر، حلقۂ گردن۔۔۔۔۔مجرور
کی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ اضافت

مصرع اولی کی بات مصرع ثانی میں پوری ہو رہی ہے۔اس لیے مذکورہ شعر کے دونوں مصرعوں کی نثر اکٹھی کی گئی ہے۔

نثر:

(iv) آخر خونِ اسرائیل جوش میں آجاتا ہے (اور) کوئی موسیٰ طلسمِ سامری توڑ دیتا ہے۔

جملہ اسمیہ خبریہ
ہے، ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ
خونِ اسرائیل، کوئی موسیٰ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا
آجاتا، طلسمِ سامری توڑ دیتا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خبر
میں۔۔۔۔۔۔حرفِ جار متعلقاتِ خبر
جوش۔۔۔۔۔۔مجرور
(اور)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ عطف
آخر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ خصوصیت

نثر:

(v) سروری فقط اُس ذاتِ بے ہمتا کو ہے۔ حکمراں اک وہی ہے، باقی بتانِ آزری (ہیں)۔

جملہ اسمیہ خبریہ
ہے، ہے، (ہیں)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ
ذاتِ بے ہمتا، حکمراں، باقی۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا
سروری، اک وہی، بتانِ آزری۔۔۔۔۔۔۔۔۔خبر
فقط، اک ' وہی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حروفِ خصوصیت

نثر:

(vi) (تُو) فطرت آزاد را از غلامی رسوا مکن۔ خواجہ تاتراشی از برہمن کافر تری۔

- مکن، تراشی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ
- (تُو) فطرتِ آزاد، تری۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا
- رسوا، برہمن کافر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر
- متعلقات خبر
  - از، از۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ جار
  - غلامی، خواجۂ۔۔۔ مجرور
- را۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ علامتِ مفعول
- تا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ وجہ وحاصل

جملہ اسمیہ خبریہ

فارسی زبان میں لفظ 'م' فارسی ابجد کا اٹھائیس واں (۲۸) حرف ہے۔ اگر لفظ 'م' حرف کے آخر میں آئے تو متکلم کے معنی دیتا ہے مثلاً دیدم (میں نے دیکھا) اور اگر حروف کے شروع میں آئے تو یہ حرفِ نفی کے معنی دیتا ہے مثلاً کُن سے مکن (مت کرو)۔ مذکورہ شعر کے مصرع اولیٰ میں لفظ 'مکن' جہاں فعل ناقص ہے وہیں یہ حرفِ نفی بھی ہے۔

نثر:

(vii) مغرب کا جمہوری نظام وہی سازِ کہن ہے۔ جس کے پردوں میں نوائے قیصری غیر از نہیں (ہے)۔

- ہے، (ہے)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ
- مغرب کا جمہوری نظام۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا
- سازِ کہن، نوائے قیصری غیر از نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر
- متعلقاتِ خبر
  - میں۔۔۔۔۔۔ حرفِ جار
  - پردوں۔۔۔۔۔۔ مجرور
- وہی، جس کے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ خصوصیت

جملہ اسمیہ خبریہ

نثر:

(viii) دیو استبداد جمہوری قبا میں پائے کوب (ہے) (اور) تُو سمجھتا ہے (کہ) یہ آزادی کی نیلم پری ہے۔

- ہے، سمجھتا ہے، ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ
- دیو استبداد، تُو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا
- پائے کوب، آزادی کی نیلم پری۔۔۔۔۔۔۔ خبر
- متعلقاتِ خبر
  - میں۔۔۔۔۔ حرفِ جار
  - جمہوری قبا۔۔۔۔ مجرور

جملہ اسمیہ خبریہ

(کہ)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ علت
یہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اسم اشارہ قریب
(اور)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ عطف

نثر:

(ix) طبِ مغرب میں مجلس آئین و اصلاح ور عایات و حقوق (کے) مزے میٹھے (ہیں) (اور) اثر خواب آوری (ہے)۔

جملہ اسمیہ خبریہ

(ہیں) ،(ہے)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ
مجلس آئین و اصلاح ور عایات و حقوق، اثر۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا
مزے میٹھے، خواب آوری۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر
متعلقاتِ خبر: میں۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ جار، طبِ مغرب۔۔۔۔۔ مجرور
(کے)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ اضافت
و، و، و، (اور)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ عطف

نثر:

(x) اعضائے مجالس میں گرمیِ گفتار، الاماں! یہ بھی سرمایہ داروں کی اک جنگِ زرگری ہے۔

جملہ اسمیہ خبریہ

ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فعل ناقص
اعضائے مجالس، سرمایہ داروں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا
گرمی گفتا، اک جنگِ زر گری۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر
الاماں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ تعجب
یہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اسم اشارہ قریب
بھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ عطف

مذکورہ شعر میں خضر قانون ساز مجلسوں کے اراکین کی دھواں دھار تقاریر پر تعجب کا اظہار کر رہے ہیں، اس لیے اس شعر میں "الاماں" حرف تعجب ہے۔ جس کی موجودگی نے شعر کے لفظی حسن کو دوبالا کر دیا ہے۔

نثر:

(xi) تُو اس سراب رنگ و بُو کو گلستاں سمجھا ہے۔ آہ اے ناداں! تُو قفس کو آشیا سمجھا ہے۔

جملہ اسمیہ خبریہ

سمجھا ہے، سمجھا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ
تُو، سرابِ رنگ و بو، تُو، قفس۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا

گلستاں، آشیاں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خبر
آہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ تاسف
اے ناداں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حروفِ ندا
اس۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اسم اشارہ قریب
کو، کو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔علامتِ مفعول

لفظ "کو" علامتِ مفعول ہے اور ہمیشہ مفعول کے ساتھ آتا ہے لیکن بعض اوقات یہ جملہ اسمیہ خبریہ میں بھی آتا ہے۔ جملے اور موضوع کی مناسبت سے عام طور پر زبانوں میں فاعل اور مفعول کے ساتھ کوئی علامت نہیں جڑی ہوتی اس لیے یہ جملے میں صرف اپنے مقام سے پہچانے جاتے ہیں۔ یہ اقبال کا فن ہے کہ وہ اپنی فکر اور فلسفے کے اظہار کے لیے موقع کی مناسبت سے حروفِ تاسف، حروفِ ندا اور حروفِ تعجب کا استعمال کرتے ہیں جو قاری پر شعر کے معنی و مفہوم کے ساتھ ساتھ شاعر کی دلی کیفیات کو بھی عیاں کر دیتا ہے اور قاری شاعر کی فکر کی تہہ تک پہنچ پاتا ہے۔ مذکورہ بند میں شاعر نے اپنی فکر اور فلسفے کو عام نحوی پیرائے میں بیان کیا ہے۔

سرمایہ و محنت

بندۂ مزدور کو جا کر مرا پیغام دے خضر کا پیغام کیا ، ہے یہ پیامِ کائنات
اے کہ تجھ کو کھا گیا سرمایہ دارِ حیلہ گر شاخِ آہُو پر رہی صدیوں تلک تیری برات
دستِ دولت آفریں کو مُزد یوں ملتی رہی اہلِ ثروت جیسے دیتے ہیں غریبوں کو زکات
ساحرِ اَلمُوط نے تجھ کو دیا برگِ حشیش اور تُو اے بے خبر سمجھا اسے شاخِ نبات
نسل ، قومیت ، کلیسا ، سلطنت ، تہذیب ، رنگ خواجگی نے خوب چُن چُن کے بنائے مُسکِرات
کٹ مرا ناداں خیالی دیوتاؤں کے لیے سُکر کی لّذت میں تُو لُٹوا گیا نقدِ حیات
مکر کی چالوں سے بازی لے گیا سرمایہ دار انتہائے سادگی سے کھا گیا مزدور مات
اُٹھ کہ اب بزمِ جہاں کا اور ہی انداز ہے مشرق و مغرب میں تیرے دَور کا آغاز (۱۸)

نثر:

(i) (تُو) جا کر مرا پیغام بندۂ مزدور کو دے۔ (یہ) خضر کا پیغام (ہی) کیا، یہ پیامِ کائنات (بھی) ہے۔

جاکر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فعل لازم
(تُو)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فاعل
} جملہ فعلیہ خبریہ

دے، ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ
بندہ مزدور، خضر کا پیغام۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا
مرا پیغام، (ہی) کیا، پیامِ کائنات۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خبر
(یہ) ، یہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اسم اشارہ قریب
ہی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ خصوصیت
} جملہ اسمیہ خبریہ

مذکورہ شعر میں "جاکر" فعل لازم ہے جس کا تعلق صرف فاعل "(تُو)" کے ساتھ ہے۔ فعل لازم میں فاعل مخصوص ہوتا ہے اور مفعول نہیں ہوتا، اس لیے مذکورہ شعر کے مصرع اولیٰ میں "(تُو)"، "جاکر" بالترتیب فعل لازم اور فاعل ہیں۔ جملہ فعلیہ خبریہ اور جملہ اسمیہ خبریہ کی دورنگی نے شعر کے حسن میں اضافہ کر دیا ہے۔

نثر:

(ii) اے کہ تجھ کو سرمایہ دارِ حیلہ گر کھا گیا۔ تیری بارات شاخِ آہو پر صدیوں تلک رہی۔

کھا گیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فعل متعدی
سرمایہ دارِ حیلہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فاعل
تجھ کو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مفعول
اے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ ندا
کہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ علت
کو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔علامتِ مفعول
} جملہ فعلیہ خبریہ

رہی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فعل ناقص
تیری برات۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا
صدیوں تلک۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خبر
پر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ جار
شاخِ آہو۔۔۔۔۔۔مجرور
} متعلقاتِ خبر
} جملہ اسمیہ خبریہ

نثر:

(iii) دستِ دولت آفریں کو مُزدیوں ملتی رہی جیسے اہلِ ثروت غریبوں کو زکات دیتے ہیں۔

رہی، دیتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ
دستِ دولت آفریں، اہلِ ثروت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا
مُزدیوں ملتی، غریبوں کو زکات۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خبر
جیسے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ تشبیہہ
کو، کو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔علامتِ مفعول
یوں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ خصوصیت

جملہ اسمیہ خبریہ

نثر:

(iv) تجھ کو ساحر الموط نے برگِ حشیش دیا اور تُو اے بے خبر اسے شاخِ نبات سمجھا۔

برگِ حشیش دیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فعل متعدی
ساحر الموط۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فاعل
تجھ کو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مفعول
نے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔علامتِ فاعل
کو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔علامتِ مفعول

جملہ فعلیہ خبریہ

سمجھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فعل ناقص
تُو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا
بے خبر، شاخِ نبات۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خبر
اے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ ندا
اسے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اسم اشارہ قریب
اور۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ عطف

جملہ اسمیہ خبریہ

نثر:

(v) خواجگی نے خوب چُن چُن کے مسکرات بنائے (جیسے) نسل، قومیت، کلیسا، سلطنت، تہذیب (اور) رنگ۔

مسکرات بنائے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فعل لازم
خواجگی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فاعل
نے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔علامتِ فاعل
(جیسے)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ تشبیہہ
نسل، قومیت، کلیسا، سلطنت، تہذیب، رنگ۔۔خبر

جملہ فعلیہ خبریہ

مذکورہ شعر کا مصرع اولیٰ خبر ہے جو مصرع ثانی میں موجود فعل کے سر انجام ہونے کے بعد حاصل ہوتی ہے، یعنی کہ حکمرانوں نے عوام کو محکوم رکھنے کے لیے نشہ آور چیزوں کی تفصیل ذیل میں دی ہے یعنی نسل، قومیت، کلیسا، سلطنت، تہذیب اور رنگ۔ اس لیے مذکورہ شعر کے مصرع اولیٰ کے تمام الفاظ خبر ہیں۔ اس شعر میں فاعل "خواجگی" کی موجودگی نے شعر کی ذو معنویت میں اضافہ کر دیا ہے۔

نثر:

(vi) ناداں خیالی دیوتاؤں کے لیے کٹ مرا۔ تُو نقدِ حیات سُکر کی لذت میں لٹوا گیا۔

جملہ فعلیہ خبریہ:
- کٹ مرا ---------------- فعل متعدی
- ناداں ------------------ فاعل
- خیالی دیوتاؤں -------------- مفعول

جملہ اسمیہ خبریہ:
- لٹوا گیا ---------------- فعل ناقص
- تُو ------------------ مبتدا
- نقدِ حیات ---------------- خبر
- متعلقاتِ خبر:
  - میں ------ حرفِ جار
  - سُکر کی لذت --- مجرور

مذکورہ شعر میں "ناداں" سے مراد "نادان قوم" ہے جو رنگ و نسل کے خیالی دیوتاؤں کے لیے لڑ لڑ کر اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔

نثر:

(vii) سرمایہ دار مکر کی چالوں سے بازی لے گیا (اور) مزدور انتہائے سادگی سے مات کھا گیا۔

جملہ اسمیہ خبریہ:
- لے گیا، کھا گیا ---------------------- افعالِ ناقصہ
- سرمایہ دار، مزدور ---------------------- مبتدا
- بازی، مات -------------------------- خبر
- متعلقاتِ خبر:
  - سے، سے ------------ حروفِ جار
  - مکر کی چالوں، انتہائے سادگی ----- مجرور

نثر:

(viii) اُٹھ کہ اب بزمِ جہاں کا انداز اور ہی ہے۔ تیرے دور کا مشرق و مغرب میں آغاز ہے۔

اُٹھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فعل لازم ⎫ جملہ فعلیہ خبریہ
یہاں فاعل حذف کر دیا گیا ہے ⎭

ہے، ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ
بزمِ جہاں، تیرے دور۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا
انداز اور ہی ہے، آغاز۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خبر
میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ جار ⎫ متعلقاتِ خبر — جملہ اسمیہ خبریہ
مشرق و مغرب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مجرور ⎭
کہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ علت
اب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ خصوصیت

مذکورہ شعر میں ''اُٹھ'' کا لفظ فعل لازم ہے اور ایک مکمل جملے کے معنی دے رہا ہے۔ اگرچہ یہاں فاعل حذف کر دیا گیا ہے لیکن پھر بھی یہ لفظ ''اُٹھ'' فعل لازم ہی ہے۔ یہ اقبال کا ہی اعجاز ہے کہ وہ ایک لفظ میں ہی معنی و مفاہیم کی مکمل ادائیگی کر دیتے ہیں۔ یہ لفظ ''اُٹھ'' جہاں اقبال کے فلسفہ حرکت کو پیش کر رہا ہے وہیں یہ فلسفہ خودی کو بھی بیان کر رہا ہے۔ فعل لازم ''اُٹھ'' کے بعد ''کہ'' حرفِ علت ہے جو کہ اس فعل کے سر انجام ہونے کی وجہ بیان کر رہا ہے کہ مزدور کے لیے اب ''اُٹھنا'' کیوں ضروری ہے۔ اس لیے کہ اب پوری دنیا میں تو بر سرِ اقتدار آنے والا ہے۔

ہمّت عالی تو دریا بھی نہیں کرتی قبول — غنچہ ساں غافل ترے دامن میں شبنم کب تلک
نغمۂ بیداری جمہور ہے سامان عیش — قصّۂ خواب آورِ اسکندر و جم کب تلک
آفتابِ تازہ پیدا بطن گیتی سے ہوا — آسماں ! ڈوبے ہوئے تاروں کا ماتم کب تلک
توڑ ڈالیں فطرتِ انساں نے زنجیریں تمام — دُوری جنت سے روتی چشم آدم کب تلک
باغبانِ چارہ فرما سے یہ کہتی ہے بہار — زخم گُل کے واسطے تدبیر مرہم کب تلک!
کرمک ناداں! طوافِ شمع سے آزاد ہو — اپنی فطرت کے تجلّی زار میں آباد ہو (۱۹)

نثر:

(i) ہمت عالی تو دریا بھی قبول نہیں کرتی۔ (اے) غافل ترے دامن میں غنچہ ساں شبنم کب تلک (رہے)۔

جملہ اسمیہ خبریہ

نہیں کرتی، (رہے)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ
ہمت عالی، غافل۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا
دریا بھی قبول، غنچہ ساں شبنم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خبر
میں، تلک۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حروفِ جار ┐ متعلقاتِ خبر
دامن، کب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مجرور ┘
ساں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ تشبیہہ
تُو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ خصوصیت
(اے)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ ندا
ترے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ اضافت
بھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ عطف

نثر:

(ii) جمہور (کا) نغمہ بیداری سامان عیش ہے۔ (تُو) اسکندر و جم (کے) قصہ خواب آور (میں) کب تلک (رہے گا)۔

جملہ اسمیہ خبریہ

ہے، رہے گا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ
جمہور کا نغمہ بیداری، (تُو)، اسکندر و جم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا
سامان عیش، قصہ خواب آور۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خبر
تلک۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ جار ┐ متعلقاتِ خبر
کب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مجرور ┘

نثر:

(iii) آفتابِ تازہ گیتی (کے) بطن سے پیدا ہوا۔ (اے) آسماں! (ہم) ڈوبے ہوئے تاروں کا ماتم کب تلک (کریں)۔

جملہ فعلیہ خبریہ

پیدا ہوا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فعل متعدی
آفتابِ تازہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فاعل
گیتی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مفعول
سے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرف جار ┐ متعلقاتِ خبر
بطن۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مجرور ┘

جملہ فعلیہ خبریہ

تاروں کا ماتم کریں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فعل لازم
(ہم)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فاعل
(اے) آسماں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حروفِ ندا
ڈوبے ہوئے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اسمِ حالیہ
تلک۔۔۔۔۔حرفِ جار
کب۔۔۔۔۔۔۔مجرور
متعلقاتِ خبر

مذکورہ شعر کے مصرع اولیٰ میں "پیدا ہوا" فعل متعدی ہے۔ فعل متعدی وہ فعل ہے جو فاعل اور مفعول دونوں سے مل کر انجام پاتا ہے۔ مذکورہ مصرع اولیٰ میں 'آفتابِ تازہ' فاعل اور 'گیتی' (دنیا) مفعول ہے۔ اور جملے کے باقی اجزا متعلقاتِ فعل میں سے ہیں۔ بالفاظ دیگر دنیا کے پیٹ سے نیا سورج طلوع ہو چکا ہے۔ مذکورہ شعر کے مصرع ثانی میں ماتم کرنے کا تعلق فاعل (ہم) کے ساتھ ہے، اس لیے مذکورہ مصرع میں فعل لازم پایا جاتا ہے۔ جبکہ 'ڈوبے ہوئے' اسم حالیہ ہے جو تاروں کی حالت کو ظاہر کر رہا ہے۔ اقبال نے عام نحویاتی پیرائے میں امتِ مسلمہ کو صبحِ نو کی نوید سنا رہے ہیں۔

نثر:

(iv) فطرتِ انساں نے تمام زنجیریں توڑ ڈالیں۔ چشم آدم دوری جنت سے کب تلک روتی (رہے)۔

جملہ فعلیہ خبریہ

توڑ ڈالیں، روتی (رہے)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فعل متعدی
فطرتِ انساں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فاعل
زنجیریں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مفعول
نے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔علامتِ فاعل
تمام۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ خصوصیت

جملہ فعلیہ خبریہ

روتی (رہے)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فعل لازم
چشم آدم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فاعل
سے، تلک۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حروفِ جار
دوری جنت، کب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مجرور
متعلقاتِ خبر

نثر:

(v) بہار باغبانِ چارہ فرما سے یہ کہتی ہے۔ (تُو) گُل کے زخم (کے) واسطے تدبیر مرہم کب تلک (کرتا رہے گا)۔

جملہ اسمیہ خبریہ

کہتی ہے، (کرتا رہے گا)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ
بہار، باغبان، (تُو)، گُل۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا

تدبیر مرہم---------------------------------خبر

سے، واسطے، تلک--------حروفِ جار ⎫ متعلقاتِ خبر

چارہ فرما، زخم، کب----------مجرور ⎭

یہ---------------------------اسم اشارہ قریب

کے، (کے)-------------------حروفِ اضافت

نثر:

(vi) (اے) کرمکِ ناداں! طوافِ شمع سے آزاد ہو (جا)۔ (تُو) اپنی فطرت کے تجلی زار میں آباد ہو (جا)۔

ہو (جا)، ہو (جا)-----------------افعالِ ناقصہ

کرمکِ ناداں، تُو----------------------مبتدا

آزاد، آباد------------------------------خبر

سے، میں-------------حروفِ جار ⎫ متعلقاتِ خبر

طوافِ شمع، فطرت کے تجلی زار---مجرور ⎭

(اے)------------------------حرفِ ندا

جملہ اسمیہ خبریہ

مذکورہ بند جو کہ "سرمایہ و محنت" کے نام سے ہے۔ اس میں اقبال نے سرمایہ دارانہ نظام اور مزدوری کی وضاحت عام نحوی پیرائے میں کی ہے، جس نے کلام کی اثر انگیزی اور دل کشی میں اضافہ کر دیا ہے۔ اگر اقبال اپنی فکر اور فلسفے کو بیان کرنے کے لیے عام نحویاتی طرزِ تحریر اختیار نہ کرتے تو سرمایہ دارانہ نظام اور مزدوروں کے حقوق کا پامال ہونا، جیسے موضوعات کو سمجھنا دقیق ہو جاتا۔

دنیائے اسلام

کیا سناتا ہے مجھے تُرک و عَرَب کی داستاں ۔۔۔ مجھ سے کچھ پنہاں نہیں اسلامیوں کا سوز و ساز

لے گئے تثلیث کے فرزند میراثِ خلیلؑ ۔۔۔ خِشتِ بنیادِ کلیسا بن گئی خاکِ حجاز

ہو گئی رُسوا زمانے میں کُلاہِ لالہ رنگ ۔۔۔ جو سراپا ناز تھے، ہیں آج مجبورِ نیاز

لے رہا ہے مے فروشانِ فرنگستاں سے پارس ۔۔۔ وہ مئے سرکش حرارت جس کی ہے مِینا گُداز

حکمتِ مغرب سے ملت کی یہ کیّفیت ہوئی ۔۔۔ ٹکڑے ٹکڑے جس طرح سونے کو کر دیتا ہے گاز

ہو گیا مانندِ آب ارزاں مسلماں کا لہو   مُضطرب ہے تُو کہ تیرا دل نہیں دانائے راز

گُفت رومی "ہر بنائے کہنہ کا بآداں کُنند"   می ندانی " اوّل آں بنیاد راویراں کنند" (۲۰)

نثر:

(i) (تُو) مجھے ترک و عرب کی داستاں کیا سناتا ہے۔ مجھ سے اسلامیوں کا سوز و ساز کچھ پنہاں نہیں ہے۔

جملہ اسمیہ خبریہ:

- ہے، (ہے)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ
- (تُو)، مجھے، تُرک و عرب، اسلامیوں کا سوز و ساز۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا
- داستاں کیا سناتا ہے، کچھ پنہاں نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خبر
- متعلقاتِ خبر:
  - سے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ جار
  - مجھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مجرور
- نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ نفی
- کیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ تعجب

نثر:

(ii) تثلیث کے فرزند میراثِ خلیل لے گئے (اور) خاکِ حجاز خشتِ کلیسا بن گئی۔

جملہ اسمیہ خبریہ:

- لے گئے، بن گئی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ
- تثلیث کے فرزند، خاکِ حجاز۔۔۔۔۔۔۔مبتدا
- میراثِ خلیل، خشتِ کلیسا۔۔۔۔۔۔۔۔۔خبر
- (اور)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ عطف

نثر:

(iii) کلاہِ لالہ رنگ زمانے میں رسوا ہو گئی۔ وہ جو سراپا ناز تھے (وہ) آج مجبورِ نیاز (ہیں)۔

جملہ اسمیہ خبریہ:

- ہو گئی، تھے، (ہیں)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ
- کلاہِ لالہ رنگ، (وہ)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا
- رسوا، سراپا ناز، مجبورِ نیاز۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خبر
- متعلقاتِ خبر:
  - میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ جار
  - زمانے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مجرور
- جو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ خصوصیت

آج۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اسم ظرفِ زماں
(وہ)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اسم اشارہ بعید

نثر:

(iv) پارس فروشانِ فرنگستاں سے مے لے رہا ہے۔ وہ مئے سرکش جس کی حرارتِ میناگداز ہے۔

جملہ اسمیہ خبریہ
لے رہا ہے، ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ
پارس، وہ مئے سرکش۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا
مے، حرارت میناگداز۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خبر
متعلقاتِ خبر
سے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ جار
فروشانِ فرنگستاں۔۔۔۔۔۔۔۔مجرور
جس کی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حروفِ علّت

نثر:

(v) ملّت کی یہ کیفیت حکمتِ مغرب سے ہوئی۔ جس طرح گاز سونے کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے۔

جملہ اسمیہ خبریہ
ہوئی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فعل ناقص
ملت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا
یہ کیفیت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خبر
متعلقاتِ خبر
سے۔۔۔۔۔۔۔حرفِ جار
حکمتِ مغرب۔۔۔۔مجرور
یہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اسم اشارہ قریب

جملہ فعلیہ خبریہ
ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فعل متعدی
گاز۔۔فاعل
سونے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مفعول
جس طرح۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حروفِ تشبیہہ
کو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔علامتِ مفعول

نثر:

(vi) مسلماں کا لہو آب ارزاں (کی) مانند ہو گیا (ہے)۔ تیرا دل مضطرب ہے (اس لیے) کہ تُو دانائے راز نہیں (ہے)۔

ہو گیا(ہے) ،ہے،(ہے)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ	جملہ اسمیہ خبریہ
مسلماں کا لہو، تیرا دل، تُو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا	
آبِ ارزاں، مضطرب، دانائے راز نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔خبر	
مانند۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ تشبیہہ	
(اس لیے) کہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حروفِ علت	
کا،(کی) ، تیرا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حروفِ اضافت	

نثر:

(vii) گفت رومی ہر کہنہ بنائے کا بآداں کنند۔ می ندانی اول آں بنیاد راویراں کنند۔

کنند، ندانی، کنند۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ	جملہ اسمیہ خبریہ
رومی، ہر کہنہ ،بنائے، می۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا	
گفت، بآداں، اول بنیاد راویراں۔۔۔۔۔۔خبر	
آں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اسم اشارہ بعید	

"ملک ہاتھوں سے گیا ملّت کی آنکھیں کھل گئیں" — حق ترا چشمے عطا کر دست غافل در نگر
مومیائی کی گدائی سے تو بہتر ہے شکست — مورِ بے پر ! حاجتے پیش سلیمانے مبر
ربط و ضبط ملّت بیضا ہے مشرق کی نجات — ایشیا والے ہیں اس نکتے سے اب تک بے خبر
پھر سیاست چھوڑ کر داخل حصارِ دیں میں ہو — ملک و دولت ہے فقط حفظ حرم کا اک ثمر
ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے — نیل کے ساحل سے لے کر تابہ خاکِ کاشغر
جو کرے گا امتیازرنگ و خوں مٹ جائے گا — تُرکِ خرگاہی ہو یا اعرابی والا گہر
نسل اگر مسلم کی مذہب پر مقدّم ہو گئی — اُڑ گیا دنیا سے تو مانندِ خاکِ رہ گزر
تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر اُستوار — لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر
اے کہ نشناسی خفی را از جلی ہشیار باش — اے گرفتارِ ابو بکرؓ و علیؓ ہشیار باش (۲۱)

نثر:

(i) ملک ہاتھوں سے گیا ملّت کی آنکھیں کھل گئیں۔(اے) غافل! تراحق چشمے عطا کر دست در نگر۔

جملہ اسمیہ خبریہ:

گیا، گئیں، عطا کر، نگر ـــــــــــــــــــــــ افعالِ ناقصہ
ملک، ملت کی آنکھیں، غافل، حق ـــــــــــــــــ مبتدا
کھل، چشمے ـــــــــــــــــــــــــــــــ خبر
متعلقاتِ خبر:
سے، در ـــــــــــــــ حروفِ جار
ہاتھوں، دست ـــــــــــــ مجرور
(اے) ـــــــــــــــــــــــــــــ حرفِ ندا

نثر:

(ii) مومیائی کی گدائی سے توشکست بہتر ہے۔(اے) مورِ بے پر! (تُو) حاجتے سلیمانے پیش مبر۔

جملہ اسمیہ خبریہ:

ہے، پیش مبر ـــــــــــــــــــــــــ افعالِ ناقصہ
مومیائی، مورِ بے پر، (تُو) ـــــــــــــــــــ مبتدا
شکست بہتر، حاجتے سلیمانے ـــــــــــــــــ خبر
متعلقاتِ خبر:
سے ـــــــــــــــ حرفِ جار
گدائی ـــــــــــــ مجرور
تو ـــــــــــــــــــــــــــــــ حرفِ شرط
(اے) ـــــــــــــــــــــــــــــ حرفِ ندا

نثر:

(iii) مشرق کی نجات ربط وضبط ملّت بیضا ہے۔ ایشیاوالے اس نکتے سے اب تک بے خبر ہیں۔

جملہ اسمیہ خبریہ:

ہے، ہیں ـــــــــــــــــــــــــ افعالِ ناقصہ
مشرق کی نجات، ایشیاوالے ـــــــــــــــــ مبتدا
ربط وضبط ملّت بیضا، بے خبر ـــــــــــــــ خبر
متعلقاتِ خبر:
سے، تک ـــــــــــــــ حروفِ جار
نکتے، اب ـــــــــــــ مجرور
اس ـــــــــــــــــــــــــــــ اسم اشارہ قریب

نثر:

(iv) (تُو) سیاست (کو) چھوڑ کر پھر حصارِ دیں میں داخل ہو (جا) ۔ ملک و دولت فقط حفظ حرم کا اک ثمر ہے۔

جملہ فعلیہ خبریہ
- چھوڑ کر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فعل متعدی
- (تُو)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فاعل
- سیاست۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مفعول
- (کو)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ علامتِ فاعل

جملہ اسمیہ خبریہ
- داخل ہو جا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فعل لازم
- (تُو) ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فاعل
- متعلقات خبر
  - میں۔۔۔۔۔۔ حرفِ جار
  - حصارِ دیں۔۔۔۔ مجرور
- پھر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ عطف

جملہ اسمیہ خبریہ
- ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فعل ناقص
- ملک و دولت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا
- حرم کا اک ثمر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر
- فقط۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ خصوصیت

مذکورہ شعر کے پہلے مصرع میں فعل متعدی اور فعل لازم پایا جاتا ہے جبکہ مصرع ثانی میں فعل ناقص کے ساتھ مبتدا اور خبر موجود ہے۔ اس شعر میں جملہ فعلیہ خبریہ اور جملہ اسمیہ خبریہ کے امتزاج نے معنی و مفاہیم کو وسعت عطا کی ہے۔

نثر:

(v) مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے نیل کے ساحل سے لے کر تابہ خاکِ کاشغر ایک ہوں۔

جملہ اسمیہ خبریہ
- ہوں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فعل ناقص
- مسلم حرم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا
- ایک ہوں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر
- متعلقاتِ خبر
  - کے لیے، سے، تابہ۔۔۔۔۔۔ حروفِ جار
  - پاسبانی، نیل کے ساحل، خاکِ کاشغر۔۔ مجرور

نثر:

(vi) تُرکِ خرگاہی ہو یا اعرابی والا گہر، جو رنگ و خوں (میں) امتیاز کرے گا، (وہ) مٹ جائے گا۔

جملہ اسمیہ خبریہ
- ہو، کرے گا، جائے گا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ
- ترکِ خرگاہی، اعرابی والا گہر، رنگ و خوں۔۔۔۔۔ مبتدا

امتیاز، مٹ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خبر

یا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ تردید

جو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ شرط

(وہ)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اسم اشارہ بعید

نثر:

(vii) اگر مسلم کی نسل مذہب پر مقدم ہو گئی تو دنیا سے مانندِ خاکِ رہ گزر اُڑ گیا۔

جملہ اسمیہ خبریہ

ہو گئی، اُڑ گیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ

مسلم کی نسل۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا

مقدم، مانندِ خاکِ رہ گزر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خبر

متعلقاتِ خبر
- پر، سے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حروفِ جار
- مذہب، دنیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مجرور

اگر، تو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حروفِ شرط

مانند۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ تشبیہ

نثر:

(viii) اسلاف کا قلب و جگر کہیں سے ڈھونڈ کر لا تا (کہ) خلافت کی بنا دنیا میں پھر استوار ہو۔

جملہ اسمیہ خبریہ

ڈھونڈ کر لا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فعل ناقص

یہاں فاعل حذف کر دیا گیا ہے۔

اسلاف کا قلب و جگر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خبر

متعلقاتِ خبر
- سے۔۔۔۔۔۔حرفِ جار
- کہیں۔۔۔۔۔۔مجرور

جملہ فعلیہ خبریہ

استوار ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فعل متعدی

یہاں فاعل حذف کر دیا گیا ہے۔

خلافت کی بنا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مفعول

متعلقاتِ خبر
- میں۔۔۔۔۔۔۔حرفِ جار
- دنیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔مجرور

تا (کہ)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ علّت

پھر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ عطف

مذکورہ شعر کے دونوں مصرعوں میں فاعل حذف کر دیا گیا ہے، لیکن فعل ناقص، خبر، فعل متعدی اور مفعول اور ان کے متعلقات فاعل کا بخوبی تعین کر رہے ہیں۔ اس شعر میں بیان کی گئی خبر اقبال کے فلسفے اور فکر کی ترسیل احسن انداز میں کر رہی ہے۔

نثر:

(ix) اے کہ نشناسی خفی را از جلی (تو) ہشیار باش۔ اے گرفتارِ ابو بکرؓ و علیؓ (تُو) ہشیار باش۔

نشناسی ـــــــــــــــ افعالِ ناقصہ
اے، اے ابو بکرؓ و علیؓ ـــــــــــــــ مبتدا
را، جلی ـــــــــــــــ خبر ـ جملہ اسمیہ خبریہ
کہ ـــــــــــــــ حرفِ وجہ
از ـــــــــــــــ حرفِ جار

ہشیار باش، ہشیار باش ـــــــــــــــ افعالِ لازم ـ جملہ فعلیہ خبریہ
(تُو)، (تُو) ـــــــــــــــ فاعل

مذکورہ شعر میں لفظ "اے" سے مراد "مسلمان" ہیں۔ علم نحو کی رو سے "اے" حرفِ ندا ہے لیکن مذکورہ شعر میں یہ مبتدا کے معنوں میں استعمال ہو رہا ہے۔ اور "ہشیار باش" فعل لازم ہے جس کا تعلق صرف اور صرف فاعل کے ساتھ ہے۔ مذکورہ شعر جملہ اسمیہ خبریہ اور جملہ فعلیہ خبریہ کی عمدہ مثال ہے جس نے بلیغ موضوع کو فصیح انداز میں پیش کیا ہے۔

عشق کو فریاد لازم تھی سو وہ بھی ہو چکی
اب ذرا دل تھام کر فریاد کی تاثیر دیکھ

تُو نے دیکھا سطوتِ رفتارِ دریا کا عروج
موجِ مضطر کس طرح بنتی ہے اب زنجیر دیکھ

عام حُرّیت کا جو دیکھا تھا خواب اسلام نے
اے مسلماں آج تُو اس خواب کی تعبیر دیکھ

اپنی خاکستر سمندر کو ہے سامان وجود
مر کے پھر ہوتا ہے پیدا یہ جہانِ پیر دیکھ

کھول کر آنکھیں مرے آئینہ گفتار میں
آنے والے دور کی دُھندلی سی اک تصویر دیکھ

آزمودہ فتنہ ہے اک اور بھی گردُوں کے پاس
سامنے تقدیر کے رُسوائیِ تدبیر دیکھ

مسلم استی سینہ را از آرزو آباددار
ہر زماں پیشِ نظر لایُخْلِفُ الْمِیْعَاد دار (۲۲)

نثر:

(i) عشق کو فریاد لازم تھی سو وہ بھی ہو چکی (ہے)۔ اب (تُو) ذرا دل تھام کر فریاد کی تاثیر دیکھ۔

جملہ اسمیہ خبریہ:

- تھی، (ہے) ، دیکھ ---------------- افعالِ ناقصہ
- عشق، وہ، (تُو) ------------------------ مبتدا
- فریاد لازم، ہو چکی، دل تھام کر فریاد کی تاثیر --------- خبر
- کو -------------------------- علامتِ مفعول
- سو ------------------------ حرفِ تسلسلِ کلام
- وہ ------------------------ اسم اشارہ بعید
- اب، ذرا -------------------- حروفِ خصوصیت
- بھی، کر ------------------------ حروفِ عطف

اقبال نے مذکورہ شعر عام نحویاتی انداز میں تحریر کیا ہے اس لیے اس شعر کی نثر بنانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس شعر کے پہلے مصرع میں لفظ ''سو'' استعمال ہوا ہے جو کہ حرفِ تسلسل کلام ہے۔ وہ حروف جو کلام میں ربط پیدا کرنے کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں، حروفِ تسلسل کلام کہلاتے ہیں۔ مذکورہ شعر جملہ اسمیہ خبریہ کی عمدہ مثال ہے۔

نثر:

(ii) تُو نے سطوتِ رفتارِ دریا کا عروج دیکھا (ہے)۔ موجِ مضطر کس طرح زنجیر بنتی ہے اب (تُو) دیکھ۔

جملہ اسمیہ خبریہ:

- بنتی ہے ------------------------ فعل ناقص
- موجِ مضطر ---------------------- مبتدا
- زنجیر -------------------------- خبر
- کس طرح ---------------------- حرفِ استفہام

جملہ فعلیہ خبریہ:

- عروج دیکھا، دیکھ ------------ فعل لازم
- تُو، (تُو) -------------------- فاعل
- سطوتِ رفتار، دریا کا -------- متعلقاتِ فعل
- نے -------------------- علامتِ فاعل
- اب ---------------- حرفِ خصوصیت

نثر:

(iii) اسلام نے عام حریت کا جو خواب دیکھا تھا۔ اے مسلماں! آج تو اُس خواب کی تعبیر دیکھ۔

خواب دیکھا تھا، خواب کی تعبیر دیکھ-------افعالِ لازم
اسلام، مسلماں-----------------فاعل
نے-------------------------علامتِ فاعل
اے-------------------------حرفِ ندا
جو-------------------------حرفِ شرط
آج-------------------------اسم ظرفِ زماں
عام حریت--------------------متعلقاتِ فعل
اُس-------------------------اسم اشارہ بعید

جملہ فعلیہ خبریہ

نثر:

(iv) سمندر کو اپنی خاکِستر سامان وجود ہے۔ یہ جہانِ پیر مر کے پھر پیدا ہوتا ہے (تُو) دیکھ۔

ہے، ہوتا ہے---------------------افعالِ ناقصہ
سمندر، جہانِ پیر---------------------مبتدا
خاکِستر سامان وجود، مر کے پھر پیدا--------------خبر
کو-------------------------علامتِ مفعول
اپنی، کے-------------------حروفِ اضافت
یہ-------------------------اسم اشارہ قریب

جملہ اسمیہ خبریہ

دیکھ---------فعل لازم
(تُو)----------فاعل

جملہ فعلیہ خبریہ

نثر:

(v) (تُو) مرے آئینہ گفتار میں آنکھیں کھول کر آنے والے دور کی اک دھندلی سی تصویر دیکھ۔

کھول کر، آنے والے، تصویر دیکھ-------------افعالِ لازم
(تُو)، آنکھیں، دور-----------------------فاعل
متعلقاتِ فعل:
میں-----------حرفِ جار
آئینہ گفتار----------مجرور
اک-------------------------عدد معین
سی-------------------------حرفِ تشبیہ

جملہ فعلیہ خبریہ

مرے، کی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ اضافت

دھندلی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اسمِ حالیہ

نثر:

(vi) گردوں کے پاس اک اور بھی آزمودہ فتنہ ہے۔ تقدیر سامنے رسوائی تدبیر (بھی) دیکھ۔

جملہ اسمیہ خبریہ

ہے، دیکھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ

گردوں، تقدیر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا

اک اور بھی آزمودہ فتنہ، رسوائیِ تدبیر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خبر

متعلقات خبر: پاس، سامنے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ جار

گردوں کے، کے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مجرور

اور، بھی، (بھی)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ عطف

نثر:

(vii) مسلم استی سینہ را آرزو از آباد دار۔ ہر زماں پیشِ نظر لا یخلف المیعاد دار۔

جملہ اسمیہ خبریہ

استی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ

یہاں مبتدا حذف کر دیا گیا ہے۔

مسلم، لایخلف المیعاد۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر

متعلقاتِ خبر: پیش۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ جار

نظر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مجرور

ہر زماں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اسم ظرفِ زماں

جملہ فعلیہ خبریہ

آباد دار۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فعل متعدی

یہاں فاعل حذف کر دیا گیا ہے۔

سینہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مفعول

متعلقاتِ فعل: از۔۔۔۔۔ حرفِ جار

آرزو۔۔۔۔۔۔ مجرور

را۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔علامتِ مفعول

اقبال کے نزدیک فارسی زبان میں اظہار زیادہ محیط اور قوی ہے، اس لیے مذکورہ شعر فارسی زبان میں لکھا گیا ہے۔ اقبال اپنی شاعری میں چونکہ پوری امتِ مسلمہ سے مخاطب ہیں جہاں اردو سے زیادہ فارسی زبان بولی اور سمجھی جاتی ہے، اس لیے اقبال کا

شاعری کا بڑا حصہ فارسی زبان میں موجود ہے۔ اقبال کا اردو کلام بھی فارسی زبان سے علاحدہ نہیں بلکہ یہاں بھی جابجا فارسی زبان نظر آئی گئی۔ یہی وجہ ہے کہ اقبال کی اردو بھی فارسی آمیز کہلائی جاتی ہے۔ مذکورہ شعر کے مصرع اولیٰ میں "مسلم استی" یعنی "تو مسلمان ہے"، یہ خبر دے کر اپنے دل کو تمنا سے آباد رکھنے کی تلقین کی جارہی ہے۔ مصرع اولیٰ کا بقیہ آدھا حصہ جملہ فعلیہ خبریہ ہے۔ اس شعر کے مصرع ثانی میں قرآنی آیت کا حوالہ دیا گیا ہے۔ "لا یخلف المیعاد" "اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا"۔ اقبال موضوع کی مطابقت سے جہاں کہیں بھی ضرورت پڑے قرآن اور احادیث نبویؐ کا حوالہ دیتے ہیں۔ اس طرزِ بیان سے اُن کی شاعری میں صداقت اور اثر آفرینی بڑھ گئی ہے۔

طلوعِ اسلام

نظم "طلوعِ اسلام" بانگِ درا کی آخری طویل نظم ہے۔ یہ ایک ایسا ترانہ سرمدی ہے جس نے عالم اسلام کو ایک روشن مستقبل کی نوید سنائی ہے۔ اس نظم "طلوعِ اسلام" کے پس منظر میں عصمت پاشا کا ستاریہ کی جنگ میں یونانیوں کو شکست دینا اور سمرنا کا فتح کرنا ہے۔ اس فتح پر مسلمانانِ ہند نے بہت خوشیاں منائیں۔ اقبال کی یہ نظم امتِ مسلمہ کو خودی، ہمت، حوصلہ کا درس دیتی ہے۔ نظم کا نام "طلوع اسلام" ہی اسلام کے دوبارہ روشن ہونے اور اسلام کا پرچم از سرِ نو بلند ہونے کی نوید سناتا ہے۔ مذکورہ نظم کا نحویاتی مطالعہ اس باب (چہارم) میں کیا جائے گا۔

"بانگِ درا" کی طویل نظم "طلوعِ اسلام" کا نحویاتی مطالعہ

دلیلِ صبحِ روشن ہے ستاروں کی تنک تابی — اُفق سے آفتاب اُبھرا ، گیا دورِ گراں خوابی

عُروقِ مُردۂ مشرق میں خونِ زندگی دوڑا — سمجھ سکتے نہیں اس راز کو سِینا وفا رابی

مسلماں کو مسلماں کر دیا طوفانِ مغرب نے — تلاطم ہائے دریا ہی سے ہے گوہر کی سیرابی

عطا مومن کو پھر درگاہِ حق سے ہونے والا ہے — شکوہِ ترکمانی ، ذہنِ ہندی، نطقِ اعرابی

اثر کچھ خواب کا غنچوں میں باقی ہے تو اے بلبل! — "نَوارا تلخ تر میزن چو ذوقِ نغمہ کمیابی"

تڑپ صحنِ چمن میں ، آشیاں میں ، شاخساروں میں — جُدا پارے سے ہو سکتی نہیں تقدیرِ سیمابی

وہ چشمِ پاک بیں کیوں زینتِ برگستواں دیکھے — نظر آتی ہے جس کو مردِ غازی کی جگر تابی

ضمیرِ لالہ میں روشن چراغِ آرزو کر دے — چمن کے ذرّے ذرّے کو شہیدِ جستجو کر دے (۲۳)

نثر:

(i) ستاروں کی تنک تابی دلیلِ صبحِ روشن ہے۔ افق سے آفتاب ابھرا (اور) دورِ گراں خوابی گیا۔

جملہ اسمیہ خبریہ:
- ہے، ابھرا، گیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ
- ستاروں کی تنک تابی، آفتاب، دور۔۔۔۔۔ مبتدا
- دلیلِ صبحِ روشن، گراں خوابی۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر
- متعلقاتِ خبر:
  - سے۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ جار
  - افق۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مجرور
- (اور)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ عطف

نثر:

(ii) مردہ مشرق (عروق) میں خونِ زندگی دوڑا۔ اس کو سیناو فارابی نہیں سمجھ سکتے۔

جملہ اسمیہ خبریہ:
- دوڑا، نہیں سمجھ سکتے۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ
- مردہ مشرق، سیناو فارابی۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا
- خونِ زندگی، راز۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر
- متعلقاتِ خبر:
  - میں۔۔۔۔۔۔ حرفِ جار
  - عروق۔۔۔۔۔۔۔ مجرور
- نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ نفی
- اس۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اسم اشارہ قریب
- کو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ علامتِ مفعول

نثر:

(iii) طوفانِ مغرب نے مسلماں کو مسلماں کر دیا۔ گوہر کی سیر ابی تلاطم ہائے دریا ہی سے ہے۔

جملہ فعلیہ خبریہ:
- مسلماں کر دیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فعل متعدی
- طوفانِ مغرب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فاعل
- مسلماں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مفعول
- نے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ علامتِ فاعل
- کو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ علامتِ مفعول

جملہ اسمیہ خبریہ

ہے---------------- فعل ناقص
گوہر کی سیر ابی------------- مبتدا
تلاطم ہائے دریا--------------- خبر
متعلقاتِ خبر
سے------ حرفِ جار
ہی-------- مجرور

نثر:

(iv) مومن کو پھر درگاہِ حق سے شکوہِ ترکمانی، ذہنِ ہندی (اور) نطقِ اعرابی عطا ہونے والا ہے۔

جملہ اسمیہ خبریہ

ہے---------------------------- فعل ناقص
مومن---------------------------- مبتدا
شکوہِ ترکمانی، ذہنِ ہندی، نطقِ اعرابی، عطا ہونے والا---- خبر
کو---------------------------- علامتِ مفعول
متعلقاتِ خبر
سے------------- حرفِ جار
درگاہِ حق------------ مجرور
پھر، (اور) ---------------------- حروفِ عطف

نثر:

(v) اے بلبل! غنچوں میں کچھ خواب کا اثر تو باقی ہے۔ چو ذوقِ نغمہ کم یابی (تُو) نوا را تلخ تر می زن۔

جملہ اسمیہ خبریہ

ہے، می زن------------------------ افعالِ ناقصہ
بلبل، ذوقِ نغمہ، (تُو)، نوا------------------ مبتدا
خواب کا اثر باقی، کم یابی، تلخ تر---------------- خبر
متعلقاتِ خبر
میں------------ حرفِ جار
غنچوں------------- مجرور
اے---------------------------- حرفِ ندا
چو---------------------------- حرفِ شرط
کچھ، تو---------------------- حروفِ خصوصیت

نثر:

(vi) (آج) صحنِ چمن میں، آشیاں میں (اور) شاخساروں میں تڑپ (ہے)۔ (جیسے) تقدیرِ سیمابی پارے سے جدا نہیں ہو سکتی۔

جملہ اسمیہ خبریہ:

(ہے)، ہو سکتی ------------------------ افعالِ ناقصہ

صحنِ چمن، آشیاں، شاخساروں، تقدیرِ سیمابی --------- مبتدا

تڑپ، جدا نہیں ------------------------ خبر

متعلقاتِ خبر:
- میں، میں، میں، سے -------- حروفِ جار
- چمن، آشیاں، شاخساروں، پارے --- مجرور

(آج) ------------------------ اسم ظرفِ زماں

(جیسے) ------------------------ حرفِ تشبیہہ

نثر:

(vii) وہ چشمِ پاک بین زینت برگستواں کیوں دیکھے۔ جس کو مردِ غازی کی جگر تابی نظر آتی ہے۔

جملہ فعلیہ خبریہ:

زینتِ برگستواں دیکھے ------- فعل لازم

چشمِ پاک بیں --------------- فاعل

کیوں --------------- حرفِ استفہام

وہ --------------- اسم اشارہ بعید

جملہ اسمیہ خبریہ:

نظر آتی ہے ------------- فعل ناقص

مردِ غازی --------------- مبتدا

جگر تابی --------------- خبر

جس کو ------------- حرفِ خصوصیت

نثر:

(viii) (تُو) چراغِ آرزو ضمیرِ لالہ میں روشن کر دے (اور) چمن کے ذرے ذرے کو شہیدِ جستجو کر دے۔

جملہ فعلیہ خبریہ:

روشن کر دے، شہیدِ جستجو کر دے ---------- افعالِ متعدی

(تُو) ------------------------------ فاعل

چراغِ آرزو، چمن کے ذرے ذرے ------------ مفعول

متعلقاتِ فعل:
- میں ---------- حرفِ جار
- ضمیرِ لالہ --------- مجرور

کو -------------------------- علامتِ مفعول

(اور) ------------------------ حرفِ عطف

مذکورہ شعر میں مفعول "چراغِ آرزو اور چمن کے ذرے ذرے" اور افعالِ متعدی "روشن کر دے" اور "شہیدِ جستجو" دونوں مل کر اقبال کے فلسفے اور فکر کی ترسیل عمدہ انداز میں کر رہے ہیں۔ اقبال نے اپنی شاعری کے ذریعے امتِ مسلمہ کو صرف جگایا نہیں ہے بلکہ عمل پر اُکسایا ہے۔ اللہ عزوجل کی ذات پر یقین اور سنتِ نبویؐ پر عمل، یہ ایسے افعال ہیں جن پر اقبال اپنی قوم کو عمل پیرا دیکھنا چاہتے تھے۔ اقبال نے اپنی قوم کو رجائیت کا پیغام دیا ہے۔ اقبال نے ایک سنجیدہ موضوع کو، سادہ نحویاتی پیرائے میں بیان کیا ہے تاکہ عام اذہان تک اقبال کی فکر اور فلسفہ بہ آسانی پہنچ جائے۔

سرشکِ چشمِ مسلم میں ہے نیساں کا اثر پیدا — خلیلؑ اللہ کے دریا میں ہوں گے پھر گُہر پیدا

کتابِ مِلَّتِ بیضا کی پھر شیرازہ بندی ہے — یہ شاخِ ہاشمی کرنے کو ہے پھر برگ و بر پیدا

ربود آں تُرکِ شیرازی دلِ تبریز و کابل را — صبا کرتی ہے بُوئے گُل سے اپنا ہم سفر پیدا

اگر عثمانیوں پر کوہِ غم ٹوٹا تو کیا غم ہے — کہ خونِ صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا

جہاں بانی سے ہے دشوار تر کارِ جہاں بینی — جگر خُوں ہو تو چشمِ دل میں ہوتی ہے نظر پیدا

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نُوری پہ روتی ہے — بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

نوا پیرا ہو اے بُلبل کہ ہو تیرے ترنّم سے — کبوتر کے تنِ نازک میں شاہیں کا جگر پیدا

ترے سینے میں ہے پوشیدہ رازِ زندگی کہہ دے — مسلماں سے حدیث سوز و سازِ زندگی کہہ دے (۲۴)

نثر:

(i) چشمِ مسلم (کے) سرشک میں نیساں کا اثر پیدا ہے۔ خلیلؑ اللہ کے دریا میں پھر گُہر پیدا ہوں گے۔

جملہ اسمیہ خبریہ:

- ہے، ہوں گے ------------------ افعالِ ناقصہ
- چشمِ مسلم، خلیلؑ اللہ ------------------ مبتدا
- نیساں کا اثر پیدا، گُہر پیدا ------------------ خبر
- متعلقاتِ خبر:
  - میں، میں ------------ حروفِ جار
  - سرشک، دریا ------------ مجرور
- (کے)، کا، کے ------------------ حروفِ اضافت
- پھر ------------------------ حرفِ عطف

نثر:

(ii) کتابِ مِلّتِ بیضا کی پھر شیرازہ بندی ہے۔ یہ شاخِ ہاشمی پھر برگ وبر پیدا کرنے کو ہے۔

جملہ اسمیہ خبریہ:
- ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فعل ناقص
- کتابِ مِلّتِ بیضا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا
- شیرازہ بندی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر
- پھر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ عطف
- کی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ اضافت

جملہ فعلیہ خبریہ:
- پیدا کرنے کو ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فعل لازم
- شاخِ ہاشمی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فاعل
- برگ وبر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مفعول
- کو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ علامتِ مفعول
- یہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اسم اشارہ قریب
- وہ، پھر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ عطف

نثر:

(iii) آں تُرکِ شیرازی دلِ تبریز و کابل را ربود۔ صبا اپنا ہم سفر بوئے گل سے پیدا کرتی ہے۔

جملہ فعلیہ خبریہ:
- ربود۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فعل متعدی
- ترکِ شیرازی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فاعل
- دلِ تبریز و کابل۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مفعول
- را۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ علامتِ مفعول
- آں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اسمِ اشارہ بعید

جملہ اسمیہ خبریہ:
- کرتی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فعل متعدی
- صبا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا
- ہم سفر، پیدا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر
- متعلقاتِ خبر:
  - سے۔۔۔۔۔۔ حرفِ جار
  - بوئے گل۔۔۔۔۔ مجرور
- اپنا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ اضافت

نثر:

(iv) اگر کوہِ غم عثمانیوں پر ٹوٹا ہے تو کیا غم ہے۔ کہ سحر خونِ صد ہزار انجم سے پیدا ہوتی ہے۔

جملہ فعلیہ خبریہ:

ٹوٹا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فعل متعدی
کوہِ غم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فاعل
عثمانیوں پر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مفعول
اگر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ شرط

جملہ اسمیہ خبریہ:

ہے، ہوتی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ
سحر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا
کیا غم، پیدا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر
متعلقاتِ خبر:
سے۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ جار
خونِ صد ہزار انجم۔۔۔ مجرور
کہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ علّت
صد ہزار۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اعداد اغیر معین
کیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ استفہام

مذکورہ شعر کے پہلے مصرعے میں فعل متعدی پایا جاتا ہے کیونکہ عثمانیوں پر کام ہو رہا ہے یعنی عثمانیوں پر، فاعل "کوہِ غم" کام کر رہا ہے اور بقیہ سارا حصہ جملہ اسمیہ خبریہ ہے جس میں اقبال عالمِ اسلام کو نوید سنا رہے ہیں کہ وہ ایک دن اپنا کھویا ہوا وقار اور مقام و مرتبہ ضرور حاصل کر لیں گے۔ مذکورہ شعر جملہ اسمیہ خبریہ اور فعلیہ خبریہ کی بہترین مثال ہے۔

نثر:

(v) کارِ جہاں بینی، جہاں بانی سے دشوار تر ہے۔ (جب) جگر خوں ہو تو چشمِ دل میں نظر پیدا ہوتی ہے۔

جملہ اسمیہ خبریہ:

ہے، ہوتی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ
کارِ جہاں بینی، چشم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا
دشوار تر، نظر پیدا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر
متعلقاتِ خبر:
سے، میں۔۔۔۔۔ حروفِ جار
جہاں بینی، دل۔۔۔۔۔ مجرور
تو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ خصوصیت

خوں ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فعل لازم
جگر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فاعل   جملہ فعلیہ خبریہ
(جب) ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ خصوصیت

مذکورہ شعر کے مصرع ثانی میں "جگر خوں ہونا" وہ فعل لازم ہے جس کا تعلق صرف اور صرف فاعل "جگر" کے ساتھ ہے۔ اگر یہ مذکورہ فعل سر انجام پائے گا تو چشمِ دل میں نظر پیدا ہو گی۔ مذکورہ شعر کے باقی تمام اجزا جملہ فعلیہ خبریہ اور جملہ اسمیہ خبریہ کی دو رنگی نے شعر کے حسن میں اضافہ کر دیا ہے۔

نثر:

(vi) نرگس ہزاروں سال اپنی بے نوری پہ روتی ہے۔ دیدہ ور چمن میں بڑی مشکل سے پیدا ہوتا ہے۔

ہے، ہوتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ
نرگس، دیدہ ور۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا
ہزاروں سال روتی، پیدا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر   جملہ اسمیہ خبریہ
پہ، میں، سے۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ جار متعلقاتِ خبر
بے نوری، چمن، بڑی مشکل۔۔۔ مجرور
اپنی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ اضافت

نثر:

(vii) اے بلبل نوا پیرا ہو کہ تیرے ترنم سے کبوتر کے تنِ نازک میں شاہیں کا جگر پیدا ہو۔

نوا پیرا ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فعل لازم
بلبل۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فاعل   جملہ فعلیہ خبریہ
اے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ ندا

شاہیں کا جگر پیدا ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فعل متعدی
تیرے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فاعل
کبوتر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مفعول
سے، میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ جار   متعلقاتِ خبر   جملہ فعلیہ خبریہ
ترنم، تنِ نازک۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مجرور
کہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ علّت
کے، کا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ اضافت

مذکورہ شعر کے دونوں مصرعے جملہ فعلیہ خبریہ ہیں لیکن "نوا پیرا ہو اے بلبل" میں فعل لازم پایا جاتا ہے کیونکہ شعر کے اس حصے میں مفعول موجود نہیں ہے۔ شعر کے بقیہ حصہ میں فعل متعدی پایا جاتا ہے کیونکہ اس میں "کبوتر" مفعول ہے جس پر کام ہو رہا ہے۔ مذکورہ شعر کے دونوں مصرعوں کی آپس میں مطابقت ہے اس لیے دونوں مصرعوں کی نثر اکٹھی کی گئی ہے۔

نثر:

(viii) رازِ زندگی تیرے سینے میں پوشیدہ ہے (تُو) کہہ دے۔ (تُو) مسلماں سے حدیث سوز و ساز زندگی کہہ دے۔

جملہ اسمیہ خبریہ

ہے ------------------ فعل ناقص

رازِ زندگی ---------------- مبتدا

پوشیدہ ------------------ خبر

میں ------ حرفِ جار } متعلقاتِ خبر

سینے -------- مجرور

تیرے ------------- حرفِ اضافت

جملہ فعلیہ خبریہ

کہہ دے، کہہ دے ---------- افعالِ لازم

(تُو)، تُو -------------------- فاعل

سے ------- حرفِ جار } متعلقاتِ فعل

مسلماں ------ مجرور

حدیثِ سوز و ساز ---------------- خبر

خدائے لم یزل کا دستِ قدرت تُو، زباں تو ہے
یقیں پیدا کر اے غافل کہ مغلوبِ گُماں تُو ہے

پرے ہے چرخِ نیلی فام سے منزل مسلماں کی
ستارے جس کی گردِ راہ ہوں، وہ کارواں تُو ہے

مکاں فانی، مکیں آنی، ازل تیرا، ابد تیرا
خدا کا آخری پیغام ہے تُو، جاوداں تُو ہے

حنا بندِ عروسِ لالہ ہے خونِ جگر تیرا
تری نسبت بَراہیمی ہے، معمارِ جہاں تُو ہے

تری فطرت امیں ہے ممکناتِ زندگانی کی
جہاں کے جوہرِ مضمر کا گویا امتحاں تُو ہے

جہانِ آب و گِل سے عالمِ جاوید کی خاطر
نبوّت ساتھ جس کو لے گئی وہ ارمغاں تُو ہے

یہ نکتہ سرگزشت ملّت بیضا سے ہے پیدا — کہ اقوام زمین ایشیا کا پاسباں تُو ہے

سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا — لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا (۲۵)

نثر:

(i) تُو خدائے لم یزل کا دست قدرت (ہے) تُو زباں ہے۔ اے غافل (یہ) یقیں پیدا کر کہ تُو مغلوبِ گماں ہے۔

جملہ اسمیہ خبریہ:
- (ہے)، ہے، پیدا کر، ہے ------------------ افعالِ ناقصہ
- تُو، تُو، اے غافل، تُو ------------------ مبتدا
- خدائے لم یزل کا دست قدرت، زباں، یقیں، مغلوبِ گماں --- خبر
- اے ------------------ حرفِ ندا
- (یہ) ------------------ اسم اشارہ قریب

نثر:

(ii) مسلماں کی منزل چرخِ نیلی فام سے پرے ہے۔ تُو وہ کارواں ہے جس کی گردِ راہ ستارے ہوں۔

جملہ اسمیہ خبریہ:
- ہے، ہے، ہوں ------------------ افعالِ ناقصہ
- مسلماں کی منزل، تُو ------------------ مبتدا
- پرے، کارواں، گردِ راہ ستارے ------------------ خبر
- متعلقاتِ خبر:
  - سے ---------- حرفِ جار
  - چرخِ نیلی فام -------- مجرور
- وہ ------------------ اسم اشارہ بعید
- جس کی ------------------ حروفِ خصوصیت

نثر:

(iii) مکاں فانی (اور) مکیں آنی (ہے) ازل تیرا (اور) ابد تیرا (ہے)۔ تُو خدا کا آخری پیغام ہے تُو جاوداں ہے۔

جملہ اسمیہ خبریہ:
- (ہے)، (ہے)، ہے، ہے ------------------ افعالِ ناقصہ
- مکاں، مکیں، ازل، ابد، تُو، تُو ------------------ مبتدا
- فانی، آنی، تیرا، تیرا، خدا کا آخری پیغام، جاوداں -------- خبر
- (اور)، (اور) ------------------ حروفِ عطف
- تیرا، تیرا، کا ------------------ حروفِ اضافت

مذکورہ شعر میں لفظ 'تیرا' بہ طور خبر استعمال کیا گیا ہے۔ یہ دنیا اور اس کے باشندے فانی ہیں لیکن مسلمان عشقِ حقیقی کے جذبے سے سرشار ہونے کے باعث لافانی رہتا ہے۔ دین اسلام اور سنتِ نبویؐ کا حقیقی اور باعمل پیروکار ہونے کے باعث ازل اور ابد سب 'تیرا' یعنی مسلمان کا ہے۔ علمِ نحو کی رو سے دیکھا جائے تو لفظ "تیرا" حرفِ اضافت ہے جو دو اسموں کے تعلق کو ظاہر کرتا ہے۔ لیکن مذکورہ شعر میں یہ حرفِ اضافت خبر کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ مندرجہ بالا شعر جملہ اسمیہ خبریہ ہے۔

نثر:

(iv) تیرا خونِ جگر حنابندِ عروسِ لالہ ہے۔ تری نسبت بَراہیمی ہے تُو معمارِ جہاں ہے۔

جملہ اسمیہ خبریہ:
- ہے، ہے، ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ
- خونِ جگر، نسبت، تُو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا
- حنابند عروسِ لالہ، براہیمی، معمارِ جہاں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خبر
- تیرا، تیری۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حروفِ اضافت

نثر:

(v) تری فطرت ممکناتِ زندگانی کی امیں ہے۔ گویا تُو جہاں کے جوہرِ مضمر کا امتحاں ہے۔

جملہ اسمیہ خبریہ:
- ہے، ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ
- تری فطرت، تُو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا
- ممکناتِ زندگانی کی امیں، جہاں کے جوہرِ مضمر کا امتحاں۔۔۔خبر
- گویا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ تشبیہہ

نثر:

(vi) تُو وہ ارمغاں ہے جس کو جہان آب و گِل سے عالمِ جاوید کی خاطر نبوّت ساتھ لے گئی۔

جملہ اسمیہ خبریہ:
- ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فعل ناقص
- تُو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا
- ارمغاں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خبر
- وہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اسم اشارہ بعید

جملہ فعلیہ خبریہ:
- ساتھ لے گئی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فعل متعدی
- نبوت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فاعل
- جس کو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مفعول

سے، کی خاطر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ جار متعلقاتِ خبر

جہان آب و گِل، عالمِ جاوید۔۔۔۔ مجرور

کو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ علامتِ مفعول

مذکورہ شعر میں مصرع اولیٰ کی بات مصرع ثانی میں مکمل ہو رہی ہے اس لیے دونوں مصرعوں کی نثر اکٹھی بنائی گئی ہے۔ جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ کے حسین امتزاج نے شعر کے لفظی و معنوی حسن میں اضافہ کر دیا ہے۔ جس کی وجہ سے شعر کی اثر انگیزی میں اضافہ ہوا ہے۔

نثر:

(vii) ملت بیضا (کی) سرگزشت سے یہ نکتہ پیدا ہے کہ تُو زمین ایشیا (کی) اقوام کا پاسباں ہے۔

جملہ اسمیہ خبریہ

ہے، ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ

ملت بیضا، تُو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا

نکتہ پیدا، زمین ایشیا (کی) اقوام کا پاسباں۔۔۔۔۔ خبر

سے۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ جار متعلقاتِ خبر

سرگزشت۔۔۔۔۔۔۔ مجرور

یہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اسم اشارہ قریب

کہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ علّت

(کی)، (کی)، کا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ اضافت

نثر:

(viii) (تُو) صداقت کا، عدالت کا، (اور) شجاعت کا سبق پھر پڑھ (کیونکہ) تجھ سے دنیا کی امامت کا کام لیا جائے گا۔

جملہ فعلیہ خبریہ

سبق پڑھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فعل لازم

(تُو)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فاعل

صداقت، عدالت، شجاعت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ متعلقاتِ فعل

کا، کا، کا، پھر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ اضافت

(اور)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ عطف

جائے گا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فعل ناقص

دنیا کی امامت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا

مذکورہ شعر میں اقبال نے جو متعلقاتِ فعل استعمال کیے ہیں انہوں نے شعر کی ذو معنویت کو بڑھادیا ہے۔ متعلقاتِ فعل اقبال کی فکر کا مکمل طور پر اظہار کر رہے ہیں کہ آخر اقبال امتِ مسلمہ کو کیا پڑھانا اور کیا سکھانا چاہتے ہیں؟ صداقت، عدالت اور شجاعت وہ اسباق ہیں جو اقبال عالمِ اسلام کو از سرِ نو پڑھانا چاہتے ہیں۔ مذکورہ بند کے زیادہ تر اشعار جملہ اسمیہ خبریہ ہیں۔ اقبال مسلمانوں کو اس نظم میں اسلام کا پرچم بلند ہونے کی اور مسلمانوں کا کھویا ہوا وقار اور مقام و مرتبہ دوبارہ حاصل ہونے کی نوید سنا رہے ہیں۔ رجائیت سے بھرپور مذکورہ بالا اشعار طلوعِ اسلام اور صبحِ نو کی خبر دے رہے ہیں۔

یہی مقصودِ فطرت ہے، یہی رمزِ مسلمانی ۔۔۔ اخوّت کی جہاں گیری، محبّت کی فراوانی
بُتانِ رنگ و خوں کو توڑ کر ملّت میں گم ہو جا ۔۔۔ نہ تُورانی رہے باقی نہ ایرانی نہ افغانی
میانِ شاخساراں صحبتِ مرغِ چمن کب تک! ۔۔۔ ترے بازو میں ہے پروازِ شاہینِ قہستانی
گمان آبادِ ہستی میں یقیں مردِ مسلماں کا ۔۔۔ بیاباں کی شبِ تاریک میں قندیلِ رہبانی
مٹایا قیصر و کسریٰ کے استبداد کو جس نے ۔۔۔ وہ کیا تھا، زورِ حیدرؓ، فقرِ بوذرؓ، صدقِ سلمانیؓ
ہوئے احرارِ ملّت جادہ پیما کس تجمّل سے ۔۔۔ تماشائی شگافِ در سے ہیں صدیوں کے زندانی
ثباتِ زندگی ایمانِ محکم سے ہے دنیا میں ۔۔۔ کہ المانی سے بھی پائندہ تر نکلا ہے تُورانی
جب اس انگارۂ خاکی میں ہوتا ہے یقیں پیدا ۔۔۔ تو کرلیتا ہے یہ بال و پرِ رُوح الامیں پیدا(۲۶)

نثر:

(i) یہی مقصودِ فطرت ہے (اور) یہی رمزِ مسلمانی (ہے) (کہ) اخوت کی جہاں گیری (اور) محبت کی فراوانی (ہو)۔

ہے، (ہے)، (ہو) ---------------افعالِ ناقصہ
فطرت، مسلمانی، اخوت، محبت-------------مبتدا
مقصود، رمز، جہاں گیر، فراوانی-------------خبر ۔۔۔ جملہ اسمیہ خبریہ

یہی، یہی ـــــــــــــــــــــــــــــــــــ اسم اشارہ قریب

(کہ) ــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ حرفِ علّت

(اور)، (اور) ــــــــــــــــــــــــ حروفِ عطف

کی، کی ــــــــــــــــــــــــــــــــــ حروفِ اضافت

نثر:

(ii) (تُو) بُتانِ رنگ وخوں کو توڑ کر ملّت میں گم ہو جا (تاکہ) نہ تُورانی، نہ ایرانی (اور) نہ افغانی باقی رہے۔

جملہ فعلیہ خبریہ:

توڑ کر، گم ہو جا ـــــــــــــــــــــــ فعل متعدی

(تُو) ــ فاعل

بتانِ رنگ وخوں ــــــــــــــــــــــــــــ مفعول

متعلقاتِ خبر:

میں ــــــــــــ حرفِ جار

ملّت ــــــــــــ مجرور

کو ـــ علامتِ مفعول

جملہ اسمیہ خبریہ:

رہے ـــــــــــــــــــــــــ فعل ناقص

تورانی، ایرانی، افغانی ــــــــــــ مبتدا

باقی ــــــــــــــــــــــــــ خبر

نہ، نہ، نہ ــــــــــــــــ حروفِ نفی

(تاکہ) ـــــــــــــــــــ حرفِ علّت

نثر:

(iii) (تُو) صحبتِ مرغِ چمن میانِ شاخساراں کب تک (رہے)۔ ترے بازو میں شاہین قہستانی (کی) پرواز ہے۔

جملہ فعلیہ خبریہ:

(رہے) ـــــــــــــــــــ فعل متعدی

(تُو) ـــــــــــــــــــــــ فاعل

صحبتِ مرغِ چمن ــــــــــ مفعول

متعلقاتِ فعل:

میان ـــــ حرفِ جار

شاخساراں ـــــ مجرور

کب تک ــــــــــــ حرفِ استفہام

جملہ اسمیہ خبریہ

ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فعل ناقص
شاہین قہستانی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا
پرواز۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خبر
میں۔۔۔۔۔حرفِ جار ⎫ متعلقاتِ خبر
بازو۔۔۔۔۔۔۔مجرور ⎭
ترے،(کی) ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حروفِ اضافت

نثر:

(iv) گمان آباد ہستی میں مردِ مسلماں کا یقیں، بیاباں کی شب تاریک میں قندیل رہبانی (کی طرح) (ہے)۔

جملہ اسمیہ خبریہ

(ہے) ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فعل ناقص
مردِ مسلماں کا یقیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا
قندیل رہبانی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خبر
میں، میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حروفِ جار ⎫ متعلقاتِ خبر
گمان آبادِ ہستی، بیاباں کی شب تاریک۔۔مجرور ⎭
(کی طرح) ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حروفِ تشبیہ

نثر:

(v) قیصر و کسریٰ کے استبداد کو جس نے مٹایا، وہ کیا تھا؟ زورِ حیدرؓ، فقر بوذرؓ یا صدق سلمانیؓ۔

جملہ فعلیہ خبریہ

مٹایا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فعل متعدی
جس۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فاعل
قیصر و کسریٰ کے استبداد۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مفعول
کو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔علامتِ مفعول
نے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔علامتِ فاعل

جملہ اسمیہ خبریہ

تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فعل ناقص
حیدرؓ، بوذرؓ، سلمانیؓ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا
زور، فقر، صدق۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خبر
کیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ استفہام

وہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اسم اشارہ بعید

نثر:

(vi) احرارِ ملّت کس تجمّل سے جادہ پیما ہوئے۔ صدیوں کے زندانی شگافِ در سے تماشائی ہیں۔

جملہ فعلیہ خبریہ:
- جادہ پیما ہوئے، تماشائی ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ لازم
- احرارِ ملت، صدیوں کے زندانی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فاعل
- متعلقاتِ فعل:
  - سے، سے۔۔۔۔۔۔۔۔۔حروفِ جار
  - تجمّل، شگافِ در۔۔۔۔۔۔۔۔۔مجرور
- کس۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ استفہام

نثر:

(vii) ثباتِ زندگی دنیا میں ایمانِ محکم سے ہے۔ کہ تورانی، المانی سے بھی پائندہ تر نکلا ہے۔

جملہ اسمیہ خبریہ:
- ہے، نکلا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ
- زندگی، تورانی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا
- ثبات، پائندہ تر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خبر
- متعلقاتِ خبر:
  - میں، سے، سے۔۔۔۔۔۔۔حروفِ جار
  - دنیا، ایمانِ محکم، المانی۔۔۔۔۔مجرور

نثر:

(viii) جب یقیں اس انگارۂ خاکی میں پیدا ہوتا ہے تو یہ روح الامیں (جیسے) بال و پر پیدا کرلیتا ہے۔

جملہ اسمیہ خبریہ:
- ہے، کرلیتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ
- یقیں، یہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا
- پیدا ہوتا، روح الامیں (جیسے) بال و پر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خبر
- متعلقاتِ خبر:
  - میں۔۔۔۔۔۔۔حرفِ جار
  - انگارۂ خاکی۔۔۔۔۔۔مجرور
- جب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ شرط
- اس، یہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اسم اشارہ قریب
- تو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ خصوصیت
- (جیسے)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ تشبیہہ

مذکورہ شعر کے دونوں مصرعوں کا معنی و مفہوم کے لحاظ سے آپس میں تعلق ہے۔ اس لیے مذکورہ شعر کی نثر اکٹھی کی گئی ہے۔ مصرع اولیٰ میں موجود مبتدا "یقیں" ہی مصرع ثانی میں مبتدا ہے۔ مصرع ثانی میں لفظ "یہ" ویسے تو اسم اشارہ قریب ہے لیکن بمعنی مبتدا بھی ہے۔ اقبال کے نزدیک اگر دنیا میں مضبوط و محکم زندگی گزارنے کے خواہش مند ہو تو اپنے اندر یقین اور ایمان کی طاقت پیدا کر لو۔ اقبال نے ایک بلیغ موضوع کو عام نحوی طرز میں بیان کیا ہے۔ مذکورہ شعر جملہ اسمیہ خبریہ کی عمدہ مثال ہے۔

غلامی میں نہ کام آتی ہیں شمشیریں نہ تدبیریں   جو ہو ذوقِ یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اُس کے زورِ بازو کا!   نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

ولایت، پادشاہی، علمِ اشیا کی جہاں گیری   یہ سب کیا ہیں، فقط اک نکتۂ ایماں کی تفسیریں

براہیمی نظر پیدا مگر مشکل سے ہوتی ہے   ہَوس چُھپ چُھپ کے سینوں میں بنا لیتی ہے تصویریں

تمیزِ بندہ و آقا فسادِ آدمیّت ہے   حذَر اے چیرہ دستاں! سخت ہیں فطرت کی تعزیریں

حقیقت ایک ہے ہر شے کی، خاکی ہو کہ نُوری ہو   لہو خورشید کا ٹپکے اگر ذرّے کا دل چیریں

یقیں محکم، عمل پیہم، محبّت فاتحِ عالم   جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

چہ باید مرد را طبعِ بلندے، مشربِ نابے   دلِ گرمے، نگاہِ پاک بینے، جانِ بیتابے (۲۷)

نثر:

(i) غلامی میں نہ شمشیریں (اور) نہ تدبیریں کام آتی ہیں۔ جو ذوقِ یقیں پیدا تو زنجیریں کٹ جاتی ہیں۔

جملہ اسمیہ خبریہ:
- آتی ہیں، ہو، جاتی ہیں ---------------- افعالِ ناقصہ
- شمشیریں، تدبیریں، ذوقِ یقیں، زنجیریں -------- مبتدا
- کام، پیدا، کٹ --------------------------- خبر
- متعلقاتِ خبر:
  - میں ------------ حرفِ جار
  - غلامی ------------ مجرور
- نہ، نہ ------------------------- حروفِ نفی
- جو -------------------------- حرفِ شرط

نثر:

(ii) کوئی اس کے زورِ بازو کا اندازہ کر سکتا ہے۔ نگاہِ مردِ مومن سے تقدیریں بدل جاتی ہیں۔

جملہ فعلیہ خبریہ:

- اندازہ کر سکتا ہے، بدل جاتی ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ متعدی
- کوئی، نگاہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فاعل
- اس کے زورِ بازو، تقدیریں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مفعول
- متعلقاتِ فعل:
  - سے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ جار
  - مردِ مومن۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مجرور

مذکورہ شعر میں "کوئی" سے مراد کوئی انسان ہے جو مردِ مومن کے بازو کی قوت کا اندازہ نہیں کر سکتا۔ پہلے مصرعے میں حرفِ نفی کا استعمال نہیں کیا گیا لیکن جملے میں الفاظ کی ترتیب اور معنی و مفہوم اس بات کا تعین کر رہے ہیں کہ مردِ مومن کی طاقت کا اندازہ کوئی انسان نہیں کر سکتا۔ اقبال نے اپنے فلسفۂ مردِ مومن کو عام نحوی پیرائے میں پیش کیا ہے۔ فاعل کی موجودگی نے شعر کی اثر انگیزی میں اضافہ کر دیا ہے۔

نثر:

(iii) علم اشیا کی جہاں گیری، ولایت (اور) پادشاہی یہ سب کیا ہیں؟ فقط اک نقطۂ ایماں کی تفسیریں (ہیں)۔

جملہ اسمیہ خبریہ:

- ہیں، (ہیں)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ
- علم اشیا، ولایت، پادشاہی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا
- جہاں گیری، اک نقطۂ ایماں کی تفسیریں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خبر
- کیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ استفہام
- یہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اسم اشارہ قریب
- سب، فقط، اک۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حروفِ خصوصیت

نثر:

(iv) مگر براہیمی نظر مشکل سے پیدا ہوتی ہے۔ ہوس چھپ چھپ کے سینوں میں تصویریں بنا لیتی ہے۔

جملہ اسمیہ خبریہ:

- ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فعل ناقص
- براہیمی نظر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا
- پیدا ہوتی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خبر
- متعلقاتِ خبر:
  - سے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ جار
  - مشکل۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مجرور
- مگر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ استثناء

- بنا لیتی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فعل متعدی

ہوس۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فاعل جملہ فعلیہ خبریہ

سینوں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مفعول

چھپ چھپ کے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اسم حالیہ

میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ جار } متعلقاتِ فعل

سینوں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مجرور

مذکورہ شعر میں مبتدا "براہیمی نظر" اور فاعل "ہوس" نے شعر کے باطنی مفہوم کو وسعت عطا کی ہے۔ جس کی وجہ سے شعر کی اثر پذیری میں اضافہ ہو گیا ہے۔

نثر:

(v) بندہ و آقا میں تمیز فسادِ آدمیت ہے۔ اے چیرہ دستاں! حذر، فطرت کی تعزیریں سخت ہیں۔

ہے، حذر، ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ

بندہ و آقا، اے چیرہ دستاں، فطرت کی تعزیریں۔۔۔۔۔۔مبتدا

تمیز فسادِ آدمیت، سخت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خبر

اے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ ندا

} جملہ اسمیہ خبریہ

نثر:

(vi) ہر شے کی حقیقت ایک ہے (خواہ) (وہ) خاکی ہو کہ نوری ہو۔ اگر ذرے کا دل چیریں تو خورشید کا لہو ٹپکے گا۔

ہے، ہو، ہو، ٹپکے گا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقص

شے کی حقیقت، خورشید۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا

ایک، خاکی، نوری، لہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خبر

کہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ علّت

خواہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ استدراک

} جملہ اسمیہ خبریہ

چیریں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فعل متعدی

یہاں فاعل محذوف ہے۔

ذرے کا دل۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مفعول

اگر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ شرط

تو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ خصوصیت

} جملہ فعلیہ خبریہ

نثر:

(vii) یقیں محکم، عمل پیہم (اور) محبت فاتحِ عالم (ہے)۔ جہادِ زندگانی میں مردوں کی شمشیریں ہیں۔

جملہ اسمیہ خبریہ:

(ہے)، ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فعل ناقص
یقیں، عمل، محبت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا
محکم، پیہم، فاتحِ عالم، مردوں کی شمشیریں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر
میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ جار متعلقاتِ خبر
جہادِ زندگانی۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مجرور
یہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اسم اشارہ قریب

اقبال نے مذکورہ شعر میں امتِ مسلمہ کو اپنا کھویا ہوا مقام و مرتبہ حاصل کرنے اور دنیا پر اسلام کا جھنڈا دوبارہ گاڑھنے کا گُر بتایا ہے۔ اقبال نے عام نحویاتی پیرائے میں ایسا نسخۂ کیمیا ملتِ بیضا کے سامنے رکھا ہے جس پر عمل کرکے وہ دنیا کو فتح کر سکتی ہے۔ یہ نسخۂ کیمیا مضبوط و محکم یقیں، پیہم جہد و عمل اور دنیا کو فتح کرنے والی محبت سے مل کر تیار کیا گیا ہے۔ اقبال کے نزدیک زندگی کے جہاد میں یہ مردوں اور بہادروں کی تلواریں ہیں۔ یہ اقبال کا اعجاز ہے کہ انھوں نے اپنے تین فلسفے مختصر اور جامع الفاظ میں مذکورہ شعر میں بیان کر دیے ہیں۔ یقیں محکم اور محبت فاتح عالم 'فلسفۂ عشق' عمل پیہم "فلسفۂ حرکت" اور جہادِ زندگانی میں مردوں کی شمشیریں "فلسفۂ مردِ مومن" ہے۔ اقبال نے اپنے فلسفے اور فکر کی ترسیل کے لیے فصیح اور بلیغ الفاظ کو سادہ نحویاتی پیرائے میں بیان کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مذکورہ شعر آج بھی اذہان و قلوب کو متاثر کرتا ہے۔

نثر:

(viii) مرد راچہ باید، طبعِ بلندے (و) مشربِ نابے، دلِ گرمے (و) نگاہِ پاک بینے (و) جانِ بیتابے۔

جملہ اسمیہ خبریہ:

باید۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فعلِ ناقص
مرد، طبع، مشرب، دل، نگاہ، جان۔۔۔۔۔۔ مبتدا
بلندے، نابے، گرمے، پاک بینے، بیتابے۔۔۔۔ خبر
را۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ علامتِ مفعول
چہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ استفہام
(و)،(و)،(و) ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ عطف

مذکورہ شعر فارسی زبان میں لکھا گیا ہے۔ اقبال نے اپنے خیالات اور محسوسات کو امتِ مسلمہ تک پہنچانے کے لیے دقیق اور گنجلک الفاظ کا استعمال نہیں کیا بلکہ فارسی زبان میں ادا کیے گئے خیالات بھی عام فارسی نحو میں بیان کیے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایک عام قاری بھی اقبال کے مطمعِ نظر تک بآسانی پہنچ سکتا ہے۔

عقابی شان سے جھپٹے تھے جو، بے بال و پر نکلے — ستارے شام کے خونِ شفق میں ڈوب کر نکلے

ہوئے مدفونِ دریا زیرِ دریا تیرنے والے — طمانچے موج کے کھاتے تھے جو، بن کر گُہر نکلے

غُبارِ رہ گزر ہیں، کیمیا پر ناز تھا جن کو — جبینیں خاک پر رکھتے تھے جو، اِکسیر گر نکلے

ہمارا نرم رَو قاصد پیامِ زندگی لایا — خبر دیتی تھیں جن کو بجلیاں وہ بے خبر نکلے

حرم رُسوا ہوا پیرِ حرم کی کم نگاہی سے — جوانانِ تتاری کس قدر صاحب نظر نکلے

زمیں سے نُوریانِ آسماں پرواز کہتے تھے — یہ خاکی زندہ تر، پائندہ تر، تابندہ تر نکلے

جہاں میں اہلِ ایماں صورتِ خورشید جیتے ہیں — اِدھر ڈوبے اُدھر نکلے، اُدھر ڈوبے اِدھر نکلے

یقیں افراد کا سرمایۂ تعمیرِ مِلّت ہے — یہی قوت ہے جو صورت گرِ تقدیرِ مِلّت ہے (۲۷)

نثر:

(i) جو عقابی شان سے جھپٹے تھے (وہ) بے بال و پر نکلے۔ شام کے ستارے خونِ شفق میں ڈوب کر نکلے۔

تھے، نکلے، ڈوب کر ------------------- افعالِ ناقصہ
جو، شام کے ستارے ------------------- مبتدا
جھپٹے، بے بال و پر، نکلے ------------------- خبر
متعلقاتِ خبر:
سے، میں ------------- حروفِ جار
عقبی شان، خونِ شفق --------- مجرور
جو ------------------------- حرفِ شرط
(وہ) ----------------------- اسم اشارہ بعید

جملہ اسمیہ خبریہ

علمِ حرف کی رُو سے دیکھا جائے تو لفظ "جو" حرفِ شرط ہے، لیکن مذکورہ شعر میں لفظ "جو" سے مراد وہ "یونانی لوگ" ہیں جو یورپیوں کی شہ پر، ترکیوں پر عقابی شان سے حملہ آور ہوئے تھے اور اللہ رب العزت نے انہیں شکست سے دوچار کیا تھا۔ اس لیے مذکورہ شعر میں لفظ "جو" معنی و مفہوم کے لحاظ سے مبتدا بھی ہے۔

نثر:

(ii) زیرِ دریا تیرنے والے مدفونِ دریا ہوئے۔ جو طمانچے موج کے کھاتے تھے (وہ) گہر بن کر نکلے۔

جملہ فعلیہ خبریہ
مدفونِ دریا ہوئے ------------ فعل متعدی
تیرنے والے ---------------- فاعل
زیرِ دریا ------------------ مفعول

جملہ اسمیہ خبریہ
تھے، نکلے ---------------- افعالِ ناقصہ
جو، (وہ) ----------------- مبتدا
طمانچے موج کے کھاتے، گہر بن کر ----- خبر
جو ---------------------- حرفِ شرط
(وہ) -------------------- اسم اشارہ بعید

نثر:

(iii) جن کو کیمیا پر ناز تھا (وہ) غبارِ رہ گزر ہیں۔ جو جبینیں خاک پر رکھتے تھے (وہ) اِکسیر گر نکلے۔

جملہ اسمیہ خبریہ
تھا، ہیں، نکلے -------------------------- افعالِ ناقصہ
جن کو، (وہ)، (وہ) ----------------------- مبتدا
ناز، غبارِ رہ گزر، اِکسیر گر --------------------- خبر
متعلقاتِ خبر
پر ------------------ حرفِ جار
کیمیا ---------------- مجرور

جملہ فعلیہ خبریہ
رکھتے تھے ---------------------- فعل متعدی
جو ---------------------------- فاعل
جبینیں ------------------------- مفعول
متعلقاتِ فعل
پر ------------- حرفِ جار
خاک ----------- مجرور

نثر:

(iv) ہمارا نرم رَو قاصد پیامِ زندگی لایا۔ جن کو بجلیاں خبر دیتی تھیں وہ بے خبر نکلے۔

مذکورہ شعر کے مصرع ثانی میں "جن کو" سے مراد وہ یونانی لوگ ہیں جن کو بجلیاں خبر دیتی تھیں لیکن وہ بے خبر ثابت ہوئے۔ اس شعر میں فاعل کی موجودگی نے شعر کے حسن میں اضافہ کر دیا ہے۔

نثر:

(v) پیرِ حرم کی کم نگاہی سے حرم رسوا ہوا (اور) جوانانِ تتاری کس قدر صاحب نظر نکلے۔

جملہ اسمیہ خبریہ:

- ہوا، نکلے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ
- پیرِ حرم، حرم، جونانِ تتاری۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا
- رسوا، صاحبِ نظر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خبر
- متعلقاتِ خبر:
  - سے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ جار
  - کم نگاہی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مجرور
- کس قدر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حروفِ تعجب
- (اور)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ عطف

نثر:

(vi) نوریانِ آسماں پرواز میں سے کہتے تھے۔ یہ خاکی زندہ تر، پائندہ تر (اور) تابندہ تر نکلے۔

جملہ اسمیہ خبریہ:

- کہتے تھے، نکلے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ
- نوریانِ آسماں پرواز، یہ خاکی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا
- زندہ تر، پائندہ تر، تابندہ تر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خبر
- متعلقاتِ خبر:
  - سے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ جار

زمیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مجرور

یہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اسم اشارہ قریب

نثر:

(vii) اہلِ ایماں جہاں میں صورتِ خورشید جیتے ہیں، اِدھر ڈوبے اُدھر نکلے، اُدھر ڈوبے اِدھر نکلے۔

ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فعلِ ناقصہ		جملہ اسمیہ خبریہ
اہلِ ایماں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا		
صورتِ خورشید جیتے، ڈوبے، نکلے، ڈوبے، نکلے۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر		
میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ جار	متعلقاتِ خبر	
جہاں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مجرور		
اِدھر، اِدھر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اسم اشارہ قریب		
اُدھر، اُدھر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اسم اشارہ بعید		
صورت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ تشبیہہ		

نثر:

(viii) افراد کا سرمایۂ تعمیرِ مِلّت یقیں ہے۔ یہی (وہ) قوت ہے جو تقدیرِ ملت کی صورت گر ہے۔

ہے، ہے، ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ	جملہ اسمیہ خبریہ
افراد کا سرمایۂ تعمیرِ ملت، قوت، تقدیرِ ملت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا	
یقیں، صورت گر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر	
یہی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ خصوصیت	
(وہ) ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اسم اشارہ بعید	
جو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ شرط	

تُو رازِ کُن فکاں ہے، اپنی آنکھوں پر عیاں ہو جا — خودی کا رازداں ہو جا، خدا کا ترجماں ہو جا

ہَوَس نے کر دیا ہے ٹکڑے ٹکڑے نوعِ انساں کو — اُخوّت کا بیاں ہو جا، محبّت کی زباں ہو جا

یہ ہندی، وہ خُراسانی، یہ افغانی، وہ تُورانی — تُو اے شرمندۂ ساحل! اُچھل کر بے کراں ہو جا

غُبار آلودۂ رنگ و نسب ہیں بال و پر تیرے — تُو اے مُرغِ حرم! اُڑنے سے پہلے پَر فشاں ہو جا

خودی میں ڈوب جا غافل! یہ سرِّ زندگانی ہے ... نکل کر حلقۂ شام و سحر سے جاوداں ہو جا

مصافِ زندگی میں سیرتِ فولاد پیدا کر ... شبستانِ محبّت میں حریروپرنیاں ہو جا

گزر جا بن کے سیلِ تُند رَو کوہ و بیاباں سے ... گلستاں راہ میں آئے تو جُوئے نغمہ خواں ہو جا

ترے علم و محبّت کی نہیں ہے انتہا کوئی ... نہیں ہے تجھ سے بڑھ کر سازِ فطرت میں نَوا کوئی(۲۹)

نثر:

(i) تُو رازِ کُن فکاں ہے اپنی آنکھوں پر عیاں ہو جا، خودی کا رازداں ہو جا (اور) خدا کا ترجماں ہو جا۔

جملہ اسمیہ خبریہ:

- ہے، ہو جا، ہو جا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ
- تُو، خودی، خدا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا
- رازِ کُن فکاں، عیاں، رازداں، ترجماں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خبر
- متعلقاتِ خبر:
  - پر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ جار
  - آنکھوں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مجرور
- اپنی، کا، کا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حروفِ اضافت
- (اور)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ عطف

مذکورہ شعر عام نحوی ترکیب میں لکھا گیا ہے اس لیے اس کی نثر بنانے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ شعر جملہ اسمیہ خبریہ کی بہترین مثال ہے۔

نثر:

(ii) ہوس نے نوعِ انساں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے۔ (تُو) اخوت کا بیاں ہو جا (اور) محبّت کی زباں ہو جا۔

جملہ فعلیہ خبریہ:

- ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔۔۔۔۔۔۔فعل متعدی
- ہوس۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فاعل
- نوعِ انساں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مفعول
- نے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔علامتِ فاعل
- کو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔علامتِ مفعول

جملہ اسمیہ خبریہ:

- ہو جا، ہو جا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ
- (تُو)، اخوت، محبت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا
- بیاں، زباں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خبر

کا، کی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ اضافت

نثر:

(iii) یہ ہندی (اور) وہ خُراسانی (ہے) یہ افغانی (اور) وہ تُورانی (ہے)۔ اے شرمندۂ ساحل! تُو اُچھل کر بے کراں ہو جا۔

جملہ اسمیہ خبریہ
(ہے)، (ہے)، ہو جا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ
شرمندۂ ساحل۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا
ہندی، خراسانی، افغانی، تُورانی، بے کراں۔۔۔۔۔۔ خبر
یہ، یہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اسم اشارہ قریب
وہ، وہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اسم اشارہ بعید
اے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ ندا

جملہ فعلیہ خبریہ
اُچھل کر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فعل لازم
تُو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فاعل

مذکورہ شعر کے مصرع اولیٰ میں لفظ "یہ" اور "وہ" بالترتیب اسم اشارہ قریب اور اسم اشارہ بعید ہیں۔ لیکن یہ مصرع اولیٰ میں مبتدا بھی ہیں، جو خبر کی طرف اشارہ کر رہے ہیں اور خبر کی ترسیل بھی کر رہے ہیں۔ یہ اقبال کا فن ہے کہ وہ مختصر اور جامع الفاظ میں ایک وسیع و بلیغ موضوع کو سمو سکتے ہیں۔ مذکورہ شعر کے مصرع اولیٰ میں موجود الفاظ "تُو اُچھل کر" جملہ فعلیہ خبریہ ہے جس میں "اُچھل کر" وہ فعل لازم ہے جس کا تعلق فاعل "تُو" کے ساتھ ہے۔

نثر:

(iv) تیرے بال و پر رنگ و نسل سے غبار آلودہ ہیں۔ تُو اے مرغِ حرم! اڑنے سے پہلے پَر فشاں ہو جا۔

جملہ اسمیہ خبریہ
ہیں، ہو جا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ
بال و پر، تُو، مرغِ حرم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا
غبار آلودہ، پہلے پَر فشاں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر
(سے)، سے۔۔۔۔۔ حروفِ جار متعلقاتِ خبر
رنگ و نسب، اڑنے۔۔۔۔ مجرور
اے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ ندا
تیرے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ اضافت

نثر:

(v) غافل! خودی میں ڈوب جا۔ یہ سرِّ زندگانی ہے۔ حلقۂ شام وسحر سے نکل کر جاوداں ہو جا۔

جملہ اسمیہ خبریہ:
- جا، ہے، ہو جا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ
- غافل، یہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا
- ڈوب، سرِّ زندگانی، نکل کر جاوداں۔۔۔۔۔۔ خبر
- متعلقاتِ خبر:
  - میں، سے۔۔۔۔۔ حروفِ جار
  - خودی، حلقۂ شام وسحر۔۔ مجرور

نثر:

(vi) سیرتِ فولاد مصافِ زندگی میں پیدا کر۔ شبستانِ محبت میں حریر وپرنیاں ہو جا۔

جملہ اسمیہ خبریہ:
- کر، ہو جا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ
- سیرتِ فولاد، شبستانِ زندگی۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا
- پیدا، حریر وپرنیاں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر
- متعلقاتِ خبر:
  - میں، میں۔۔۔۔۔۔ حروفِ جار
  - مصافِ زندگی، محبت۔۔۔ مجرور

نثر:

(vii) (تُو) کوہ وبیاباں سے سیلِ تُندرَو بن کے گزر جا۔ (اگر) گلستاں راہ میں آئے تو جوئے نغمہ خواں ہو جا۔

جملہ اسمیہ خبریہ:
- بن کے گزر جا، ہو جا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ
- (تُو)، گلستاں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا
- سیلِ تُندرَو، آئے، جوئے نغمہ خواں۔۔۔۔۔۔ خبر
- متعلقاتِ خبر:
  - سے، میں۔۔۔۔۔ حروفِ جار
  - کوہ وبیاباں، راہ۔۔۔۔ مجرور
- (اگر) ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ شرط
- تو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ خصوصیت

مذکورہ شعر کے مصرع ثانی "گلستاں راہ میں آئے" میں لفظ "آئے" فعل ناقص نہیں بلکہ خبر کے معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔ گلستاں کا آنا خبر ہے فعل نہیں۔ مذکورہ شعر رجائیت سے بھرپور جملہ اسمیہ خبریہ کی عمدہ مثال ہے۔

نثر:

(viii) ترے علم ومحبت کی انتہا کوئی نہیں ہے۔ تجھ سے بڑھ کر سازِ فطرت میں نَوا کوئی نہیں ہے۔

- ہے، ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ

علم و محبت کی انتہا، نَوا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا

کوئی نہیں، کوئی نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر

سے، کر، میں۔۔۔۔ حروفِ جار } متعلقاتِ خبر ــــــ جملہ اسمیہ خبریہ

تجھ، بڑھ، سازِ فطرت۔۔۔ مجرور

نہیں، نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ نفی

کوئی، کوئی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ خصوصیت

مذکورہ شعر میں "کوئی نہیں" حروفِ نفی ہیں اور یہی حروفِ نفی خبر کی ترسیل بھی کر رہے ہیں کہ اس دنیا میں مسلمان کے علم اور محبت کی انتہا کوئی نہیں ہے یعنی بے مثال ہے۔ یہاں علم سے مراد وہ علم ہے جو انبیاء کرام سے مسلمانوں کو حاصل ہوا اور محبت سے مراد عشقِ حقیقی یعنی رب العزت سے محبت ہے۔

ابھی تک آدمی صیدِ زبونِ شہریاری ہے ــــ قیامت ہے کہ انساں نوعِ انساں کا شکاری ہے

نظر کو خیرہ کرتی ہے چمک تہذیبِ حاضر کی ــــ یہ صنّاعی مگر جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری ہے

وہ حِکمت ناز تھا جس پر خردمندانِ مغرب کو ــــ ہوَس کے پنجۂ خونیں میں تیغِ کارزاری ہے

تدبُّر کی فسوں کاری سے محکم ہو نہیں سکتا ــــ جہاں میں جس تمدّن کی بِنا سرمایہ داری ہے

عمل سے زندگی بنتی ہے جنّت بھی، جہنم بھی ــــ یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نُوری ہے نہ ناری ہے

خروش آموزِ بُلبل ہو، گِرہ غنچے کی وا کر دے ــــ کہ تُو اس گلستاں کے واسطے بادِ بہاری ہے

پھر اُٹھّی ایشیا کے دل سے چنگاری محبّت کی ــــ زمیں جولاں گہِ اطلس قبایانِ تتاری ہے

بیا پیدا خریدارست جانِ ناتوانے را ــــ "پس از مدّت گزار افتاد برما کاروانے را"(۳۰)

نثر:

(i) آدمی ابھی تک صیدِ زبونِ شہریاری ہے۔ قیامت ہے کہ انساں نوعِ انساں کا شکاری ہے۔

ہے، ہے، ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ

آدمی، انساں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا

صیدِ زبونِ شہریاری، قیامت، نوعِ انساں کا شکاری۔۔۔۔۔۔ خبر ــــــ جملہ اسمیہ خبریہ

تک۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ جار } متعلقاتِ خبر

ابھی-------------- مجرور

کہ----------------------------- حرفِ علت

نثر:

(ii) تہذیبِ حاضر کی چمک نظر کو خیرہ کرتی ہے۔ مگر یہ صناعی جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری ہے۔

جملہ فعلیہ خبریہ

خیرہ کرتی ہے------------- فعل متعدی

تہذیبِ حاضر کی چمک----------- فاعل

نظر----------------------- مفعول

کو--------------------- علامتِ فاعل

جملہ اسمیہ خبریہ

ہے------------------ فعل ناقص

صناعی--------------------- مبتدا

جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری--------- خبر

یہ---------------- اسم اشارہ قریب

مذکورہ شعر کے مصرع اولیٰ میں "تہذیبِ حاضر کی چمک" فاعل ہے جو کہ "نظر" مفعول پر کام کر رہی ہے۔ اس مصرعے میں چونکہ فاعل کے ساتھ مفعول بھی موجود ہے اس لیے یہ مصرع جملہ فعلیہ خبریہ ہے۔ مذکورہ شعر کے مصرع ثانی میں یہ خبر دی جا رہی ہے کہ یہ زیب و زینت اور سجاوٹ جھوٹے نگوں کی ہے۔ مغربی تہذیب دیکھنے میں بڑی پر کشش ہے لیکن در حقیقت کھوکھلی اور انسانیت سے عاری ہے۔ مذکورہ شعر جملہ اسمیہ خبریہ اور جملہ فعلیہ خبریہ کا عمدہ امتزاج ہے۔

نثر:

(iii) وہ حکمت جس پر خردمندانِ مغرب کو ناز تھا۔ ہوس کے پنجۂ خونیں میں تیغِ کارزاری ہے۔

جملہ فعلیہ خبریہ

ناز تھا--------------- فعل متعدی

خردمندانِ مغرب---------- فاعل

حکمت----------------- مفعول

متعلقاتِ خبر

پر----- حرفِ جار

جس----- مجرور

وہ--------------- اسم اشارہ بعید

ہے--------------- فعل ناقص

ہوس---------------- مبتدا

تیغِ کارزاری۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر جملہ اسمیہ خبریہ

میں۔۔۔۔۔ حرفِ جار
پنجۂ خونیں۔۔۔۔ مجرور
} متعلقاتِ خبر

مذکورہ شعر کا دوسرا مصرع اقبال نے عام نحویاتی ترکیب میں لکھا ہے اس لیے اس مصرع کی نثر بنانے کی ضرورت نہیں ہے۔

نثر:

(iv) تدبر کی فسوں کاری سے محکم ہو نہیں سکتا۔ جس تمدن کی بنا جہاں میں سرمایہ داری ہے۔

ہو سکتا، ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ
تدبر، تمدن کی بنا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا
محکم نہیں، سرمایہ داری۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر
سے، میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ جار
فسوں کاری، جہاں۔۔۔۔۔۔ مجرور
} متعلقاتِ خبر
} جملہ اسمیہ خبریہ

نثر:

(v) زندگی عمل سے جنت بھی (اور) جہنم بھی بنتی ہے۔ یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے۔

ہے، ہے، ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افعالِ ناقصہ
زندگی، خاکی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا
جنت، جہنم، نہ نوری، نہ ناری۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر
سے، میں۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ جار
عمل، فطرت۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مجرور
} متعلقاتِ خبر
بھی، (اور)، بھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ عطف
اپنی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ اضافت
نہ، نہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حروفِ نفی
یہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اسم اشارہ قریب
} جملہ اسمیہ خبریہ

نثر:

(vi) (اے) بلبل خروش آموز ہو (اور) غنچے کی گرہ وا کر دے۔ کہ تو اس گلستاں کے واسطے بادِ بہاری ہے۔

خروش آموز ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فعل لازم
بلبل۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فاعل
} جملہ فعلیہ

واکر دے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فعل متعدی
بلبل۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فاعل
غنچے کی گرہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مفعول

جملہ فعلیہ

ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فعل ناقص
تُو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا
بادِ بہاری۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خبر

جملہ اسمیہ خبریہ

واسطے۔۔۔۔۔حرفِ جار
گلستاں کے۔۔۔۔۔مجرور
متعلقاتِ خبر
کہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ علّت
اس۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اسم اشارہ قریب

مذکورہ شعر کے مصرع اولیٰ میں فاعل لازم اور فعل متعدی دونوں پایا جاتا ہے۔ بلبل کا گیت گانا (خروش آموز ہونا) وہ فعل لازم ہے جس کا تعلق صرف اور صرف فاعل ''بلبل'' کے ساتھ ہے، اور بلبل کا ''غنچے کی گرہ واکر دے'' میں فعل متعدی پایا جاتا ہے کیونکہ یہاں ''غنچے کی گرہ'' پہ کام ہو رہا ہے اس لیے ''غنچے کی گرہ'' مفعول ہے اور ''واہونا'' فعل متعدی ہے اور مصرع میں موجود ''بلبل'' فاعل ہے۔ یہ اقبال کا فن ہے کہ وہ ایک ہی مصرع میں جملہ فعلیہ خبریہ کی دونوں اقسام بیان کر رہے ہیں۔

نثر:

(vii) ایشیا کے دل سے محبت کی چنگاری پھر اٹھی۔ اطلس قبایانِ تتاری (کی) زمیں جولاں گہ ہے۔

اٹھی، ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ
ایشیا، اطلس قبایانِ تتاری۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا
محبت کی چنگاری، زمیں جولاں گہ۔۔۔۔۔۔۔خبر
سے۔۔۔۔۔۔حرفِ جار
دل۔۔۔۔۔۔مجرور
متعلقاتِ خبر

جملہ اسمیہ خبریہ

نثر:

(viii) بیا جانِ ناتوانے را خریدار است پیدا۔ پس از مدت افتاد بر ما کاروانے را گذار۔

خرید راست، گذار۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افعالِ ناقصہ
جانِ ناتوانے، مدت افتاد۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبتدا

پیدا، برما کاروانے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر

پس از۔۔۔۔ حروفِ جار ⎫ متعلقاتِ خبر ⎪ جملہ اسمیہ خبریہ
مدت۔۔۔۔۔۔۔ مجرور ⎭

بیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حرفِ ندا

را، را۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ علامتِ مفعول

مذکورہ شعر فارسی زبان میں لکھا گیا ہے اور اس کا دوسرا مصرع فارسی زبان کے شاعر نظیرؔی نیشاپوری کا پورا شعر یوں ہے۔

بہر جنسے کہ می گیرند اخلاص ووفا خوب است
پس از عمرے گذار افتاد برما کاروانے را

(ڈاکٹر خواجہ حمید یزدانی: "شرح بانگِ درا"، ص ۴۶۲)

اس شعر میں اقبال نے مسلمانوں کو یہ امید دلائی ہے کہ اُٹھو تمہاری کمزور ہستی کا ہمدرد پیدا ہوا ہے۔ مصیبتوں اور پریشانیوں کا ایک لمبا عرصہ گزرنے کے بعد ہماری طرف سے ایک قافلہ گذر رہا ہے۔ یہاں قافلہ سے مراد وہ ترکی ہیں جنہوں نے یونانیوں کو ستاریہ کی جنگ میں شکست دی تھی اور سمرنا فتح کر لیا تھا۔ مذکورہ شعر میں اقبال چونکہ امتِ مسلمہ کو رجائیت کا پیغام دے رہے ہیں اس لیے فارسی زبان کی عام نحویاتی ترکیب میں یہ شعر لکھا گیا ہے۔ یہ شعر جملہ اسمیہ خبریہ کی عمدہ مثال ہے۔

بیا ساقی! نوائے مُرغِ زار از شاخسار آمد ‏ ‏ بہار آمد، نگار آمد، نگار آمد قرار آمد

کشید ابرِ بہاری خیمہ اندر وادی و صحرا ‏ ‏ صدائے آبشاراں از فرازِ کوہسار آمد

سرت گردم توہم قانونِ پیشیں سازدہ ساقی ‏ ‏ کہ خیلِ نغمہ پردازاں قطار اندر قطار آمد

کنار از زاہداں برگیر و بےباکانہ ساغر کش ‏ ‏ پس از مدّت ازیں شاخِ کُہن بانگِ ہزار آمد

بہ مشتاقاں حدیثِ خواجۂ بدروحنین آور ‏ ‏ تصُّرف ہائے پنہانش بچشمم آشکار آمد

دگر شاخِ خلیلاز خونِ مانم ناکمیگردد ‏ ‏ ببازارِ محبّت نقدِ ما کامل عیار آمد

سرِ خاکِ شہیدے برگ ہائے لالہ می پاشم ‏ ‏ کہ خونش بانہالِ مِلّتِ ما سازگار آمد

"بیاتا گُل بیفشانیم و مے در ساغر اندازیم ‏ ‏ فلک را سقف بشگافیم و طرحِ دیگر اندازیم" (۳۱)

نثر:

(i) بیاساقی! از شاخسار مرغِ زار آمد (کہ) بہار آمد نگار آمد (و) نگار آمد قرار آمد۔

آمد، آمد، آمد، آمد ------------------ افعالِ ناقصہ
ساقی، مرغ زار، ------------------ مبتدا
نوائے، بہار، نگار، قرار ------------- خبر
از --------- حرفِ جار } متعلقاتِ خبر
شاخسار --------- مجرور
بیا ------------------------- حرفِ ندا
} جملہ اسمیہ خبریہ

(کہ) ------------------------- حرفِ وجہ
(و) ------------------------- حرفِ عطف

نثر:

(ii) ابرِ بہاری اندر وادی و صحرا خیمہ کشید۔ از فرازِ کوہسار صدائے آبشاراں آمد۔

کشید، آمد ------------------------- افعالِ ناقصہ
ابرِ بہاری، فرازِ کوہسار ------------------ مبتدا
خیمہ، آبشاراں ------------------------ خبر
اندر، از ------------ حروفِ جار } متعلقاتِ خبر
وادی و صحرا، صدائے --------- مجرور
} جملہ اسمیہ خبریہ

نثر:

(iii) (اے) ساقی! سرت گردم توہم قانونِ پیشیں سازدہ۔ کہ خیلِ نغمہ پردازاں قطار اندر قطار آمد۔

سرت گرم، آمد ------------------------ افعالِ ناقصہ
ساقی، نغمہ پردازاں ------------------ مبتدا
توہم قانون پیشیں سازدہ، خیل، قطار اندر قطار -------- خبر
(اے) ------------------------- حرفِ ندا
کہ ------------------------- حرفِ وجہ
} جملہ اسمیہ خبریہ

نثر:

(iv) (تُو) از زاہداں کنار (و) برگیر و بے باکانہ ساغر کش۔ از یں شاخِ کہن پس از مدت بانگِ ہزار آمد۔

کنار، ساغر کش ------------------------ فعل لازم
تُو ------------------------------ فاعل
از ------------- حرفِ جار } متعلقاتِ خبر
} جملہ فعلیہ خبریہ

زاہداں، برگیر و بے باکانہ۔۔۔۔ مجرور

آمد۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فعل ناقص

شاخِ کہن۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا

بانگِ ہزار۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر

ازیں، پس از۔۔۔۔ حرفِ جار

مدت۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مجرور

متعلقاتِ خبر

جملہ اسمیہ خبریہ

نثر:

(v) حدیثِ خواجۂ بدر و حنین بہ مشتاقاں (را) آور۔ بچشم آشکار تصرف ہائے پنہانش آمد۔

بہ آور۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فعل متعدی

حدیثِ خواجۂ بدر و حنین۔۔۔۔۔۔ فاعل

مشتاقاں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مفعول

(را) ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ علامتِ مفعول

جملہ فعلیہ خبریہ

آشکار آمد۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فعل لازم

بچشم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فاعل

تصرف ہائے پنہانش۔۔۔۔۔۔ متعلقاتِ فعل

جملہ فعلیہ خبریہ

نثر:

(vi) شاخِ خلیل از خونِ ما د گر نم ناک می گردد۔ بانقدِ ما (از) زار محبت کامل عیار آمد۔

می گرد۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فعل متعدی

خونِ ما۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فاعل

شاخِ خلیل۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مفعول

از۔۔۔۔۔ حرفِ جار

نم ناک۔۔۔۔۔ مجرور

متعلقاتِ فعل

جملہ فعلیہ خبریہ

آمد۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فعل ناقص

مانقدِ محبت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مبتدا

بازار کامل عیار۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خبر

جملہ اسمیہ خبریہ

نثر:

(vii) سرِ خاکِ شہیدے برگ ہائے لالہ می پاشم کہ خونش بانہال ملّت ماساز گار آمد۔

برگ ہائے لالہ پاشم، ساز گار آمد۔۔۔۔۔فعل متعدی
می، خونش۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فاعل
سرِ خاکِ شہید، بانہال ملّت۔۔۔۔۔۔۔۔۔مفعول
کہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ وجہ
ما۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ ضمیر
(جملہ فعلیہ خبریہ)

نثر:

(viii) بیا تا گُل بیفشانیم و در ساغرمے (را) اندازیم۔ سقف فلک رابشگافیم وطرحِ دیگر اندازیم۔

بشگافیم، مے اندازیم، شگافیم، اندازیم۔۔۔۔۔افعالِ متعدی
بیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فاعل
گل، ساغر، سقف فلک را، طرحِ دیگر۔۔۔۔۔۔۔۔۔مفعول
در۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ جار
مے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مجرور
(متعلقاتِ فعل)
(را)، را۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔علامتِ مفعول
و، و۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حروفِ عطف
تا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ وجہ
بیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حرفِ ندا
(جملہ فعلیہ خبریہ)

مذکورہ بند نظم ''طلوعِ اسلام'' کا آخری بند ہے اور مکمل فارسی زبان میں لکھا گیا ہے۔ اس نظم کے اختتام پر چونکہ امید اور خوشی کا پیغام دیا جارہا ہے اور مخاطب ساری امتِ مسلمہ ہے، اس لیے اقبال نے مذکورہ بند فارسی زبان میں لکھا ہے۔ سارا بند خوشی اور سرشاری کی کیفیت بیان کر رہا ہے اور مخاطب ''مسلمان'' ہیں۔ ''بیا ساقی'' استعارہ ہے مسلمان کا۔ اس بند میں مسلمان کو ''اے ساقی'' کہہ کر پکارا گیا ہے۔ اس بند میں ''بیا'' بمعنی (اے) جہاں حرفِ ندا ہے وہیں یہ فاعل اور مبتدا کے معنوں میں بھی استعمال کیا گیا ہے۔ مذکورہ بند کے پہلے شعر میں بہار اور محبوب کی آمد کی خبر سنائی گئی ہے۔ اس کے بعد مسلما نوں کو مجاہدوں کا ساز چھیڑنے، عشقِ حقیقی کا جام پینے، عاشقوں کو جنگِ بدر و حنین کے سردارؐ کا ذکر سنانے اور گلزارِ ابراہیمی کے تحفظ کی خاطر جان قربان کرنے جیسے افعال کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ افعال، فعل لازم اور فعل متعدی دونوں پر مشتمل ہیں۔ مذکورہ بند کا آخری شعر حافظ شیرازیؒ کی ایک غزل کا مطلع ہے۔ اس غزل کا مقطع یوں ہے:

سخن دانی و خوش خوانی نمی و رزند در شیراز

بیا حافظ کہ تا خود را بہ مُلکے دیگر اندازیم

(ڈاکٹر خواجہ حمید یزدانی: "شرحِ بانگِ درا"، ص۴۶۳)

مذکورہ بند کے اشعار جملہ اسمیہ خبریہ اور جملہ فعلیہ خبریہ کا عمدہ امتزاج ہیں۔ نظم "طلوعِ اسلام" میں اردو اور فارسی زبان کی دورنگی نے شعر کے حسن اور اثر پذیری میں اضافہ کر دیا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ محمد اقبال: "بانگِ درا" فضلی سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ، کراچی، ۲۰۰۵ء، ص۲۷۸

۲۔ ایضاً، ص۲۸۰ - ۲۷۹

۳۔ ایضاً، ص۲۸۱–۲۸۰

۴۔ ایضاً، ص۲۸۲–۲۸۱

۵۔ ایضاً، ص۲۸۳–۲۸۲

۶۔ ایضاً، ص۲۸۴–۲۸۳

۷۔ ایضاً، ص۲۸۴

۸۔ ایضاً، ص۲۸۶ - ۲۸۵

۹۔ ایضاً، ص۲۸۶

۱۰۔ ایضاً، ص۲۸۷

۱۱۔ ایضاً، ص۲۸۸

۱۲۔ ایضاً، ص۳۶۹–۳۶۸

۱۳۔ ایضاً، ص۳۷۰ - ۳۶۹

۱۴۔ ایضاً، ص۳۷۱ - ۳۷۰

۱۵۔ ایضاً، ص۳۷۲–۳۷۱

۱۶۔ ایضاً، ص۳۷۳

۱۷۔ ایضاً، ص۳۷۴–۳۷۳

۱۸۔ ایضاً، ص۳۷۵

۱۹۔ ایضاً، ص۳۷۶

۲۰۔ ایضاً، ص۳۷۷

۲۱۔ ایضاً، ص۳۷۸

۲۲۔ ایضاً، ص۳۷۹

۲۳۔ ایضاً، ص۳۸۱۔۳۸۰

۲۴۔ ایضاً، ص۳۸۲۔۳۸۱

۲۵۔ ایضاً، ص۳۸۳۔۳۸۲

۲۶۔ ایضاً، ص۳۸۴۔۳۸۳

۲۷۔ ایضاً، ص۳۸۵۔۳۸۴

۲۸۔ ایضاً، ص۳۸۶۔۳۸۵

۲۹۔ ایضاً، ص۳۸۷۔۳۸۶

۳۰۔ ایضاً، ص۳۸۸۔۳۸۷

۳۱۔ ایضاً، ص۳۸۹۔۳۸۸

باب پنجم

بانگِ درا کی طویل نظموں کے نحویاتی مطالعے کا مجموعی تجزیہ

صفتِ برق چمکتا ہے مرا فکرِ بلند
کہ بھٹکتے نہ پھریں ظُلمتِ شب میں راہی(۱)

علامہ محمد اقبالؒ ایک عہد شناس اور عہد ساز شاعر اور فلسفی تھے۔ اک ایسا ترجمانِ حقیقت، جس کی شاعری اک خاص نظامِ فکر سے اکتساب فیض حاصل کرتی ہے۔ اقبال نے یہ خاص نظامِ فکر مشرق اور مغرب کے تہذیبی، سیاسی، معاشرتی اور روحانی حالات وواقعات کا عمیق مطالعہ کرنے کے بعد مرتب کیا تھا۔ امتِ مسلمہ کی بدحالی ایک ایسا سانحہ تھا جو اقبال کو بہت مضطرب رکھتا تھا۔ علامہ امتِ مسلمہ کے اس زوال کے اسباب سے بخوبی واقف تھے۔ اقبال چونکہ عظمتِ آدم کے علمبر دار تھے، اس لیے انہوں نے عالمِ اسلام کو سدھارنے اور اسے ترقی کی راہ پر گامزن کرنے کے لیے اپنی شاعری کو وسیلہ بنایا۔ اسی وجہ سے آپ کی شاعری کو مقصدیت کی حامل شاعری کہا جاتا ہے۔ آپ نے اسلامی افکار، عشقِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، خودی، عقل وعشق، مردِ مومن اور حرکت وعمل کو اپنی فکر وفلسفے کی بنیاد بنایا اور انہی تصورات کی بدولت اپنے کلام کے ذریعے اقوامِ مشرق پر چھائی کاہلی اور جمود کو نہ صرف توڑا بلکہ براعظم کی مسلم مملکت میں ایسا صور پھونکا جس نے ان کے عروقِ مردہ میں خونِ زندگی از سرِ نو دوڑا دیا۔ کلامِ اقبال اور فکرِ اقبال نے جہاں برصغیر کے باشندوں کی روح خوابیدہ کو بیدار کیا وہیں علمی وادبی تحریکیں بھی متاثر ہوئیں اور معاشی وسیاسی افکار میں بھی تغیر رونما ہوا۔ اقبال نے عالمِ اسلام بالخصوص برصغیر کے مسلمانوں کو یہ درس دیا کہ دوسروں کی بخشی ہوئی جنت کی بجائے اپنے خونِ جگر سے خود اپنی جنت بنائی جائے۔ تقلید کی روش کو خودکشی قرار دیتے ہوئے، آپ نے اپنی دنیا آپ پیدا کر اگر زندوں میں ہے، کو حیات آفریں قرار دیا۔ یہ اقبال کا ہی کہنا تھا کہ اقوام مشرق کی زندگی اپنے حویلی میں انقلاب پیدا نہیں کر سکتی۔ کوئی نئی دنیا اس وقت تک خارجی وجود نہیں حاصل کر سکتی جب تک اس کی اندرونی گہرائیوں میں انقلاب نہ پیدا ہو۔ جو عشق کی لَے آپ کے سینے میں موجزن تھی، اسی لَے اور آہنگ میں آپ نے اپنا فکر اور کلام پیش کیا۔ اقبال کے مفکرانہ کلام میں سوز اور جذبے کا گہرا گداز شامل ہے جس کے باعث ان کے دل سے نکلی ہوئی ''آہ'' کو ایسی طاقتِ پرواز عطا ہوئی جو نہ صرف سیاسی، جغرافیائی اور نسلی حدود عبور کر کے سارے عالم کو روشن کر گئی بلکہ بارگاہِ جناب میں قبولیت کا درجہ بھی پا گئی۔

پروفیسر محمد منور، اقبال کے فکر وفن پر اپنے خیالات کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں:

> ''علامہ اقبال کے فکر وفن کا شجرہ طیبہ آناً فاناً پروان نہیں چڑھا۔ انہوں نے اسے سالہا سال خون جگر سے سینچا تھا۔ انہوں نے وحی کے سراجِ منیر سے بھی اکتسابِ نور کیا اور عقل کی شمع ہدایت سے بھی روشنی حاصل کی۔ دِنوں کی تڑپ اور راتوں کے گداز کے کٹھن مرحلے

ثابت قدمی سے طے کیئے۔ اپنے من کے ساگر میں ڈوب کر خودی کا موتی نکال لائے جو دل
آویز بھی ہے پائیدا بھی، گراں قیمت بھی اور مایہ افتخار بھی۔" (۲)

اقبال کی شاعری فکر اور فن پر دو لحاظ سے روایت سے بغاوت کرتی نظر آتی ہے۔ آپ کی شاعری سے پہلے، اردو ادب کی شعری روایت گل، بلبل کے افسانوں، ہجر و وصال کے نوحوں اور وارداتِ حسن و عشق کے قصوں کا بیان تھی۔ آپ نے اپنی شاعری میں اک نئی روایت، "مقصدیت" کی داغ بیل ڈالی۔ آپ کے نزدیک فنِ شاعری کو بامقصد ہونا چاہیے۔ آپ نے صرف فکر ہی نہیں بلکہ زبان کے حوالے سے بھی حسبِ ضرورت روایت کے مطابق انحراف بھی کیا اور اتباع بھی۔ اقبال نے اردو شاعری میں حزن و قنوطیت کے عناصر ختم کر کے رجائیت، جوش، خود شناسی اور نشاط آفرینی کو جنم دیا۔ آپ نے کبھی "نہیں ہے ناامید اقبال اپنی کشت ویراں سے "کہا تو کبھی " دلیل صبح روشن ہے ستاروں کی تنک تابی" کہا۔ آپ کا کلام نوید سناتا ہے، نئی سحر کی، آزادی کی، کائنات میں اسلام کا بول بالا ہونے کی۔ اقبال کا کلام برصغیر کی فضائے دشت میں بانگِ رحیل ہے۔ وہ بانگِ رحیل جس نے خوابیدہ امتِ مسلمہ کی خودی کو بیدار کیا۔ آپ کو محسنِ انسانیت کہا جائے یا محسنِ مشرق، تو بے جا نہ ہو گا۔ بالفاظ دیگر آپ کا کلام لاتقنطوا من الرحمۃ اللہ کی عملی تفسیر ہے۔ اقبال کے لیے اپنی فکر اور فلسفے کو صداقت اور سوز و گداز کے ساتھ پیش کرنا، جوئے شیر لانے کے مترادف تھا۔ اقبال اپنی اس سخت جانی کے بارے میں کہتے ہیں:

اہلِ زمیں کو نسخۂ زندگیِ دوام ہے
خونِ جگر سے تربیت پاتی ہے جو سُخن روی (۳)

امتِ مسلمہ کو نسخہ زندگی دوام عطا کرنے کے لیے اقبال نے اپنے فکر و فلسفہ اور فن کی خونِ جگر سے نمود کی ہے۔

جس طرح ہر خیال اپنی ہئیت ساتھ لے کر آتا ہے، اسی طرح اقبال نے بھی اپنے فکر و فلسفہ کو الفاظ کا لباسِ جمال پہنا کر پیش کیا۔ آپ نے اپنی فکر اور موضوع کی مناسبت سے انتخابِ الفاظ کیا اگلا مرحلہ ترتیبِ الفاظ کا ہے۔ خیالات کی ترسیل کے لیے الفاظ کی بامعنی ترتیب بہت ضروری ہے۔ اگر جملے میں الفاظ کی ترتیب بامعنی نہیں ہو گی تو مطالب و مفاہیم کی ادائیگی میں دشواری پیش آئے گی۔ اس کائنات کے نظام میں بھی ترتیب کار فرما ہے۔ سورج، چاند، ستارے اپنے اپنے محور میں گردش کرتے ہیں۔ رات کا دن میں اور دن کا رات میں تبدیل ہونا، ایک موسم کے بعد دوسرے موسم کا آنا، بہار کے بعد خزاں اور گرمی کے بعد سردی کا آنا، ان سب فطری عوامل میں ایک نظم و ضبط اور ترتیب موجود ہے۔ اگر اس کائنات میں یہ ترتیب موجود نہ ہو تو یہ کائنات درہم برہم ہو جائے۔ یہ نظم و ضبط اور ترتیب ہی دراصل حسن ہے۔ نماز کی ادائیگی میں بھی یہی ترتیب موجود ہے۔ ہم رکوع و سجود کی ترتیب کو بدل نہیں سکتے۔ اسی طرح یہ ترتیب زبان و بیان پر بھی لاگو ہوتی ہے۔ کوئی بھی جملہ صرف مجموعہ الفاظ نہیں ہوتا بلکہ ان الفاظ میں ایک ترتیب موجود ہوتی ہے جو اس جملے کے معنی و مطالب متعین کرتی ہے۔ اگر جملے میں الفاظ کی ترتیب با معنی نہ ہو تو معنی و مفاہیم اور فکر و فن کے ابلاغ میں رکاوٹ پیش آتی ہے۔ ہر زبان کے اپنے مخصوص قواعد و ضوابط ہوتے ہیں۔ اگرچہ زبان سے قواعد و ضوابط جنم لیتے ہیں لیکن زبان زندہ اپنے انہی قواعد و ضوابط پر ہوتی ہے۔

دیگر زبانوں کی طرح اردو زبان کا بھی اپنا علیحدہ صرفی و نحوی نظام اور اصول و ضوابط ہیں۔ اردو زبان میں ایک جملے کے اندر الفاظ کی جو ترتیب پائی جاتی ہے، اس کا مطالعہ لسانیات کی ایک شاخ "نحو" کے زیرِ اثر کیا جاتا ہے۔ علم نحو کی رو سے اردو جملہ فاعل، مفعول اور فعل پر مشتمل ہوتا ہے یا پھر مبتدا، افعالِ ناقصہ اور خبر پر۔ فاعل، مفعول اور فعل پر مشتمل جملہ، جملہ فعلیہ خبر یہ کہلاتا ہے۔ مبتدا، فعل ناقص اور خبر پر مشتمل جملہ، جملہ اسمیہ خبریہ کہلاتا ہے۔ جبکہ متعلقاتِ فعل اور متعلقاتِ خبر (حروفِ جار، مجرور) اور حروف کی مختلف اقسام اول الذکر اور مؤخر الذکر دونوں جملوں میں پائی جاتی ہیں۔ نثر میں تو مذکورہ جملوں کی ترتیب موجود ہوتی ہے لیکن شاعری میں اس ترتیب کا خیال نہیں رکھا جاتا۔ اردو شاعری میں ایک مصرع کے اندر الفاظ کی ترتیب وہ نہیں ہوتی جو نثر میں ہوتی ہے لیکن اس کے باوجود ایک اچھا شعر وہ ہوتا ہے جو نثر کے قریب ہو۔ جس کو سمجھنا ہر خاص وعام کے لیے آسان ہو، جس کے معانی و مفاہیم کی پہنچ عام اذہان تک بھی ہو۔ اس ضمن میں پروفیسر لیاقت علی چوہدری لکھتے ہیں:

> "الفاظ کے علاوہ کلام کا فصیح ہونا بھی ضروری ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ لفظ جن الفاظ کے ساتھ ترکیب میں آئے ان کی ساخت، نشست، ہیئت اور گرانی کے ساتھ اس کو توازن اور توافق ہو۔ شعر کو نثر کے قریب ہونا چاہیے یہ اس کے برجستگی اور روانی علامت ہے۔ جس طرح فاعل مفعول مبتدا، خبر اور متعلقاتِ فعل ترتیب کے ساتھ بول چال کی زبان میں آتے رہتے ہیں۔ یہی ترتیب شعر میں بھی قائم رہنی چاہیے۔ گو اس ترتیب کا قائم رکھنا بہت مشکل ہے لیکن شاعر کو حتی الامکان کوشش کرنی چاہیے۔" (۴)

الفاظ کی یہ مطابقت اور ترتیب ہی جملے کا اصل حسن ہے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر عبادت بریلوی لکھتے ہیں:

> "آزادؔ اگرچہ زبان کو ایک تغیر پذیر چیز سمجھتے ہیں لیکن ان کا جھکاؤ بھی معنی کی بجائے حسنِ الفاظ کی طرف ہی ہے۔ "آبِ حیات" میں شعراء کے کلام پر تنقید کے وقت ان کی توجہ الفاظ کی معنی خوبیوں سے زیادہ صوری اور لسانی خوبیوں پر رہتی ہے۔" (۵)

علامہ اقبال مضمون شعر اور الفاظِ شعر میں مطابقت اور ترتیب کے قائل تھے۔ شبلی نعمانی اس حوالے سے لکھتے ہیں:

> "شاعری یا انشاء پردازی کا مدار زیادہ تر الفاظ پر ہی ہے۔" (۶)

یہاں "الفاظ" سے مراد صرف الفاظ کا چناؤ ہی نہیں بلکہ ترتیبِ الفاظ بھی ہے۔ شعر کے مصرعوں میں الفاظ کی ترتیب وہ رکھنا جو ایک نثری جملے میں پائی جاتی ہے، دقت طلب کام ہے۔ کیونکہ یہ ترتیب ہی مفہوم کی ترسیل کر رہی ہوتی ہے۔ اقبال "اردو زبان پنجاب میں" لکھتے ہیں کہ زبان کا معاملہ بڑا نازک ہوتا ہے اور یہ ایک ایسی دشوار گزار وادی ہے کہ یہاں قدم قدم پر ٹھوکر کھانے کا اندیشہ ہے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر یوسف حسین خان لکھتے ہیں:

''اثر آفرینی کے لیے موضوع سے بھی زیادہ اہمیت طرزِ ادا کو حاصل ہے۔ شاعر
کو جو کہنا ہے وہ بلاشبہ اہم ہے لیکن اس سے بھی زیادہ اہم یہ ہے کہ وہ اپنی بات
کس طرح کہتا ہے۔'' (۷)

علامہ اقبال شاعری کے اسرار و رموز سے بخوبی واقف تھے۔ وہ مضمون آفرینی کے لیے انتخابِ الفاظ اور ترتیبِ الفاظ، دونوں کا احسن استعمال ضروری سمجھتے تھے۔ جس کے لیے سخت محنت مطالعہ اور مشقِ سخن لازم ہے۔ اس لیے اقبال نے فرمایا:

صاحبِ ساز کو لازم ہے کہ غافل نہ رہے
گاہے گاہے غلط آہنگ بھی ہوتا ہے سروش!(۸)

اقبال ایک ایسے صاحبِ ساز تھے جو اپنے مقصد کی ترسیل اور تشکیل سے ذرا بھی غافل نہ رہے اور اپنے کلام میں اثر پذیری کے لیے عام نحوی ترکیب کو مد نظر رکھا۔ اقبال کا کلام چونکہ فارسی آمیز اردو پر مشتمل ہے اس لیے آپ نے اپنی شاعری میں دونوں زبانوں (اردو اور فارسی) میں نحویاتی ترتیب کو مد نظر رکھا۔ اردو زبان و ادب کا ایک بڑا حصہ فارسی زبان و ادب سے متاثر ہے۔ اردو نحویات اور فارسی نحویات آپس میں ملتی جلتی ہیں، اس لیے بانگِ درا کی طویل نظموں ''شکوہ'' ، ''شمع اور شاعر'' ، ''جوابِ شکوہ'' ، ''خضرِ راہ'' اور ''طلوعِ اسلام'' میں اردو اور فارسی دونوں زبانوں کی نحویات کا مطالعہ کیا گیا ہے۔
علامہ اقبال کی نظم ''شکوہ'' ۱۹۱۱ء میں منظرِ عام پر آئی۔ اور اس نظم نے منظرِ عام پر آتے ہی ایک تہلکہ مچا دیا۔ نظم کا عنوان ہی یہ ظاہر کر رہا ہے کہ اس نظم میں گلہ شکوہ کیا گیا ہے۔ شکوہ کرنا بذاتِ خود فعل ہے لیکن خدا سے شکوہ، یہ ایسی خبر تھی جس نے علمی و ادبی اور مذہبی حلقوں میں ایک طوفان برپا کر دیا۔ خدا کو ''ہرجائی'' کہنے کی پاداش میں مسجد وزیر خاں کے خطیب مولوی ابو محمد دلدار بھٹی نے اقبال پر کفر کا فتوی لگا دیا۔ بظاہر تو مذکورہ نظم میں اللہ سے شکوہ کیا گیا کہ آج امّتِ مسلمہ کی جو حالتِ زار و نزار ہے، وہ تیری وجہ سے ہے۔ تیری رحمتیں اور کرم کی بارشیں اغیار پر ہیں اور تُو اپنے نام لیواؤں کو بھول چکا ہے۔ در حقیقت اقبال مسلمانوں کو خدا سے شکوہ کے نام پر یہ احساس دلا رہے ہیں کہ ان کی تنزلی اور غلامی کی وجہ وہ خود ہیں۔ انھوں نے دین اسلام اور سنتِ نبویؐ کی تعلیمات کو بھلا دیا ہے۔ یہ ایک منفرد طرزِ سخن تھا جو اقبال نے اختیار کیا۔
نظم ''شکوہ'' کل اکتیس (۳۱) بندوں پر مشتمل ہے۔ اور یہ مسدس ترکیب بند کی ہیئت میں لکھی گئی ہے۔ مذکورہ نظم کے نحویاتی مطالعہ سے یہ معلوم ہوا کہ اس نظم کے پندرہ (۱۵) بند جملہ اسمیہ خبریہ پر مشتمل ہیں۔ جملہ اسمیہ خبریہ، فعل ناقص، مبتدا، خبر اور متعلقاتِ خبر (حروفِ جار اور مجرور) پر مشتمل ہوتا ہے۔ مذکورہ نظم میں اقبال اللہ سے شکوہ کر رہے ہیں اور شکوے میں انسان اپنے دل کی کیفیات اور محسوسات کو بیان کرتا ہے۔ کچھ ایسا ہی انداز اقبال کے شکوے کا بھی ہے۔ اس لیے اس نظم کے آدھے سے زیادہ اشعار جملہ اسمیہ خبریہ پر مشتمل ہیں۔ مثال کے طور پر:

تھی تو موجود ازل سے ہی تری ذاتِ قدیم — پُھول تھا زیبِ چمن پر نہ پریشاں تھی شمیم
شرطِ انصاف ہے اے صاحبِ الطافِ عمیم — بوئے گُل پھیلتی کس طرح جو ہوتی نہ نسیم

ہم کو جمعیّتِ خاطر یہ پریشانی تھی ورنہ اُمّت ترے محبوب کی دیوانی تھی؟(۹)

مذکورہ بند نظم ''شکوہ'' کا تیسرا (۳) بند ہے، اور اس بند کے تمام اشعار جملہ اسمیہ خبریہ ہیں۔ ان اشعار میں یہ خبر دی جار ہی ہے کہ اس کائنات کی آرائش و زیبائش کرنے والی تیری ذات ازل سے ہی موجود تھی (اور ہے) لیکن تری خوشبو ابھی نہیں پھیلی تھی۔ اے سب پر کرم کرنے والی ذات! تُو ہی بتا کہ پھول کی خوشبو کیونکر پھیلتی، اگر بادِ نسیم نہ ہوتی۔ ہمارے لیے یہ پریشانی جمعیت خاطر کا باعث تھی۔ ورنہ کیا تیرے محبوب کی امّت دیوانی تھی؟ نظم ''شکوہ'' کے نویں (۹) بند کے تمام اشعار جملہ فعلیہ خبریہ ہیں۔ جملہ فعلیہ خبریہ فعل متعدی، فاعل، مفعول، حروفِ جار اور مجرور (متعلقاتِ فعل) پر مشتمل ہوتا ہے۔ جملہ فعلیہ کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ جس میں مفعول کا ہونا ضروری ہے۔ ایسے جملے میں فعل، فعل متعدی ہوتا ہے۔ دوسری قسم وہ ہے جس میں مفعول موجود نہیں ہوتا۔ فاعل کے لیے صرف فعل کا ہونا ضروری ہے۔ ایسے فعلیہ جملے میں فعل لازم پایا جاتا ہے۔ وہ فعلیہ جملے جو افعالِ متعدی پر مشتمل ہیں، درج ذیل ہیں:

تُو ہی کہہ دے کہ اُکھاڑا درِ خیبر کس نے شہر قیصر کا جو تھا، اُس کو کیا سَر کس نے
توڑے مخلوق خداوندوں کے پیکر کس نے کاٹ کر رکھ دیے کفّار کے لشکر کس نے
کس نے ٹھنڈا کیا آتش کدۂ ایراں کو؟ کس نے پھر زندہ کیا تذکرۂ یزداں کو؟(۱۰)

مذکورہ بند کے تمام اشعار سوالیہ انداز لیے ہوئے ہیں۔ یہاں یہ سوال کیا گیا ہے کہ درِ خیبر کا اکھاڑنا، قیصر روم کے شہر کو سَر کرنا، مخلوقِ خداوندوں کے پیکروں کو توڑنا، کفار کے لشکروں کو کاٹنا، آتش کدہ ایران کو ٹھنڈا کرنا اور تذکرہ یزداں کو پھر زندہ کرنا جیسے افعال کس نے سر انجام دیے۔ مذکورہ اشعار میں ''فاعل'' نامعلوم ہے لیکن انتخابِ الفاظ اور ترتیبِ الفاظ دونوں مل کر ''فاعل'' کا تعین کر رہے ہیں، جو کہ ''مسلمان'' ہیں اور مذکورہ افعال سر انجام دے رہے ہیں۔ اگرچہ مذکورہ اشعار میں فاعل حذف کر دیا گیا ہے لیکن اس کے باوجود شعر کی معنی خیزی اور اثر پذیری میں اضافہ ہی ہوا ہے۔ اس ضمن میں پروفیسر لیاقت لکھتے ہیں:

> ''علّامہ کے نزدیک شعر کی بڑی خوبی اس کا ایجاز ہے۔ وہ ایجاز و حذف سے رمز و ایماء پیدا کرتے ہیں۔ اشعار یا مصرعوں سے افعال، افعالِ ناقصہ یا حروف حذف کر دیتے ہیں۔ اس سے ان کے کلام میں ایک آفاقی رنگ پیدا ہو جاتا ہے۔'' (۱۱)

نظم ''شکوہ'' کے بقیہ پندرہ (۱۵) بند جملہ اسمیہ خبریہ اور جملہ فعلیہ خبریہ پر مشتمل ہیں۔ اقبال نے جس طرح جملہ فعلیہ میں فاعل حذف کر دیا تھا اسی طرح جملہ اسمیہ خبریہ میں بھی بعض مقامات پر مبتدا محذوف کر دیا ہے۔ فاعل اور مبتدا کی غیر موجودگی کے باوجود شعر کے لفظی و معنوی حسن میں کوئی کمی نہیں ہوئی۔ اس کے علاوہ نظم ''شکوہ'' میں حروفِ جار، مجرور، حروفِ استفہام،، حروفِ نفی، حروفِ ندائیہ، حروفِ تشبیہہ، حروفِ عطف،، حروفِ شرط، حروفِ خصوصیت اور اسم حالیہ کا عمدہ استعمال کیا گیا ہے۔ موقع کی مناسبت سے ضمائر کو بھی اشعار کا جزو بنایا گیا ہے۔ مجموعی لحاظ سے دیکھا جائے تو نظم ''شکوہ''

کل ترانوے (۹۳) اشعار پر مشتمل ہے۔ جس میں سے بہتر (۷۲) اشعار جملہ اسمیہ خبریہ پر مشتمل ہیں اور اکیس (۲۱) اشعار جملہ فعلیہ خبریہ پر۔ اس نظم میں اسمیہ جملوں کی کثیر تعداد اس لیے ہے کہ اقبال اللہ سے شکوہ کرتے ہوئے امتِ مسلمہ کی شکستہ حالت اور اپنی دلی کیفیات خبر کی صورت میں بیان کر رہے ہیں۔

عَجَمی خُم ہے تو کیا ، مے تو حجازی ہے مری
نغمہ ہندی ہے تو کیا ، لَے تو حجازی ہے مری! (۱۲)

مذکورہ نظم کے بند نمبر چوبیس (۲۴) اور بند نمبر ستائیس (۲۷) کے آخری اشعار فارسی زبان میں لکھے گئے ہیں۔ فارسی نحویات کے قواعد وضوابط وہی ہیں جو اردو نحویات کے ہیں۔ ان فارسی اشعار کے نحویاتی مطالعہ سے یہ پتہ چلا کہ یہ اشعار جملہ اسمیہ خبریہ ہیں اور اقبال کے فکر و فلسفہ کا فارسی زبان میں مکمل ابلاغ کر رہے ہیں۔

نظم ''شکوہ'' میں اقبال اللہ عزوجل کی بارگاہ میں شکوہ کر رہے ہیں۔ اس شکوے کا جواب دینا بھی اقبال کے ہی ذمہ تھا۔ اس لیے ۱۹۱۲ء میں ''جوابِ شکوہ'' منظرِ عام پر آئی۔ اس نظم میں اللہ کی طرف سے جہاں اقبال کی شکوہ کرنے کی جرأت کو سراہا گیا ہے وہیں نہایت تفصیل سے، مدلل انداز میں ''شکوہ'' کا جواب دیا گیا ہے۔ عالمِ اسلام کے زوال اور پستی کے وجوہات کا جواب احسن انداز میں دیا گیا ہے۔ نظم ''جوابِ شکوہ'' کل چھتیس (۳۶) بندوں پر مشتمل ہے۔ اقبال نے مذکورہ نظم مسدس ترکیب بند کی ہئیت میں لکھی ہے۔ اس نظم کے ہر بند کے پہلے چار مصرع ہم قافیہ اور ہم ردیف ہیں جبکہ آخری شعر کا قافیہ اور ردیف مختلف ہے۔ ہر بند کے ردیف و قوافی دوسرے بند سے مختلف ہے۔ نظم ''جوابِ شکوہ'' کے نحویاتی مطالعہ سے یہ معلوم ہوا کہ مذکورہ نظم کے بیس (۲۰) بند مکمل طور پر جملہ اسمیہ خبریہ پر مشتمل ہیں۔ چونکہ ان بندوں میں اللہ کی طرف سے مسلمانوں کے زوال کے اسباب بیان کیے گئے ہیں اور امتِ مسلمہ کو یہ خبر دی گئی ہے کہ آج وہ دنیا کی دوسری اقوام سے پیچھے کیوں ہیں۔ اس لیے اس نظم میں بھی اسمیہ اشعار کی کثرت ہے۔ مذکورہ نظم کے سولہ (۱۶) بند ایسے ہیں جو جملہ اسمیہ خبریہ اور جملہ فعلیہ خبریہ کا امتزاج لیے ہوئے ہیں۔ یعنی کہ ان بندوں کے اشعار کا ایک مصرع جملہ اسمیہ خبریہ اور دوسرا جملہ فعلیہ خبریہ پر مشتمل ہے۔ بعض مقامات پر شعر کا آدھا حصہ فعلیہ اور بقیہ آدھا حصہ اسمیہ ہے۔ اشعار میں اس نحوی دورنگی نے ذو معنویت کو جنم دیا ہے۔ مثال کے طور پر:

وہ تو دیوانہ ہے بستی میں رہے یا نہ رہے
یہ ضروری ہے حجابِ رُخِ لیلا نہ رہے! (۱۳)

مذکورہ شعر کے مصرع اولیٰ میں 'وہ تو دیوانہ ہے' اور مصرع ثانی میں 'یہ ضروری ہے' جملہ اسمیہ خبریہ ہیں۔ یہاں یہ خبر دی جا رہی ہے کہ قیس دیوانہ ہے اور لیلا کے لیے یہ لازم ہے کہ اس کا حسن پردے میں نہ رہے۔ تو 'دیوانہ ہے' اور 'ضروری ہے' جملہ اسمیہ خبریہ ہیں جو شعر کے بقیہ مصرعوں میں سرانجام پانے والے فعل کی خبر دے رہے ہیں۔ 'بستی میں رہے یا نہ رہے' اور 'حجابِ رُخِ لیلا نہ رہے' افعالِ متعدی ہیں۔ یہاں 'وہ' سے مراد 'قیس' ہے۔ جبکہ 'بستی' اور 'حجابِ رُخ' مفعول ہیں۔

مذ کورہ شعر میں اسمیہ اور فعلیہ کے اس امتزاج نے شعر کے لفظی اور معنوی حسن کو بڑھا دیا ہے۔ اسی طرح جملہ اسمیہ خبریہ اور فعلیہ خبریہ کی ایک اور مثال دیکھیے:

دیکھ کر رنگِ چمن ہو نہ پریشاں مالی
کوکبِ غُنچہ سے شاخیں ہیں چمکنے والی (۱۴)

مذ کورہ شعر میں 'مالی' مبتدا ہے جس کو یہ خبر دی جا رہی ہے کہ وہ رنگِ چمن دیکھ کر 'پریشاں نہ' ہو۔ اس شعر کے مصرع ثانی میں 'کوکب' فاعل ہے، 'شاخیں' مفعول ہیں اور 'چمکنے والی ہیں' فعل متعدی ہے۔ یہ وہ فعل ہے جو فاعل سر انجام دے رہا ہے۔ لفظ 'سے' حرفِ جار اور 'غنچہ' مجرور ہیں۔ جار اور مجرور دونوں متعلقاتِ فعل ہیں۔ مذ کورہ شعر کے مصرع اولیٰ میں دی جانے والی خبر کا تعلق مصرع ثانی میں بیان ہونے والے فعل کے ساتھ ہے۔ دونوں مصرعوں میں ایک ترتیب اور حسن پایا جاتا ہے۔ یہی ترتیب اور حسن بانگِ درا کی طویل نظموں میں جابجا نظر آتا ہے۔ اسی وجہ سے اقبال کے کلام میں آفاقیت پائی جاتی ہے۔ مذ کورہ نظم میں جملہ اسمیہ خبریہ کی مثال دیکھیے:

ہو نہ یہ پھول تو بُلبل کا ترنّم بھی نہ ہو
چمنِ دہر میں کلیوں کا تبسُّم بھی نہ ہو
یہ نہ ساقی ہو تو پھر مے بھی نہ ہو، خُم بھی نہ ہو
بزمِ توحید بھی دنیا میں نہ ہو، تم بھی نہ ہو
خیمہ افلاک کا اِستادہ اسی نام سے ہے
نبضِ ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے (۱۵)

مذ کورہ بند کے تمام اشعار جملہ اسمیہ خبریہ ہیں۔ ان اشعار میں امتِ مسلمہ کو یہ خبر دی گئی ہے کہ اگر حضورؐ اقدس کا مبارک وجود اس کائنات میں مبعوث نہ فرمایا جاتا تو اس کائنات سے ساری خوبصورتی اور رعنائی ختم ہو جاتی۔ آپؐ وجہِ وجودِ کائنات ہیں۔ آپؐ شافعِ محشر ہیں۔ اگر آپؐ کی تخلیق نہ کی جاتی تو اس کائنات میں کچھ نہ ہوتا، کلیوں کا تبسم، بلبل کا ترنم، مے، ساقی اور خم کچھ بھی نہ ہو۔ آپؐ کے اسم مبارک کے طفیل ہی آسمانوں کے خیمے کھڑے ہیں۔ آپؐ کے نامِ گرامی کی بدولت ہی زندگی کی نبض چل رہی ہے۔ علامہ اقبال نے ایک وسیع و بلیغ موضوع کو، ایک آفاقی سچائی کو عام نحویاتی پیرائے میں بیان کیا ہے۔ مذ کورہ بند میں 'پھول' مبتدا ہے اور تمام مصرعوں میں موجود خبر کا تعلق اسی مبتدا سے ہے، جس سے مراد حضورؐ کی ذاتِ اقدس ہے۔ اس بند میں اقبال نے یہ خبر دی ہے کہ اگر حضورؐ کا وجود مبارک اس کائنات میں نہ بھیجا جاتا تو یہ کائنات اور یہاں کی زیب و زینت اور تمام انسانوں کو بھی پیدا نہ کیا جاتا۔ مذ کورہ بند نظم "جوابِ شکوہ" میں جملہ اسمیہ خبریہ کی بہترین مثال ہے۔

مجموعی طور پر دیکھا جائے تو نظم 'جوابِ شکوہ' کے چھتیس (۳۶) بند میں کل ایک سو آٹھ (۱۰۸) اشعار موجود ہیں۔ جن میں سے ستاسی (۸۷) اشعار جملہ اسمیہ خبریہ اور دس (۱۰) اشعار جملہ فعلیہ خبریہ پر مشتمل ہیں۔ مذ کورہ نظم میں گیارہ (۱۱) اشعار ایسے ہیں جو اسمیہ اور فعلیہ کی امتزاج لیے ہوئے ہیں۔ مذ کورہ نظم میں بھی جملہ اسمیہ خبریہ کے اشعار اس لیے کثرت سے ہیں کہ اقبال امتِ مسلمہ کو ان کے زوال کے اسباب بتا رہے ہیں۔ یہ خبر دے رہے ہیں کہ دنیا میں اسلام کا نام روشن کرنے والے

ان کے آباؤ اجداد تھے، وہ نہیں۔ تم تو ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظرِ فردا ہو۔ تم سب کچھ ہو لیکن مسلمان نہیں ہو۔ یہ سارے انداز خبریہ ہیں۔ نظم 'جوابِ شکوہ' کا اختتام نہایت خوبصورت شعر پر ہوتا ہے۔

کی محمدؐ سے وفا تُو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا ، لوح و قلم تیرے ہیں (۱۶)

اقبال نے عالمِ اسلام کے تمام مسائل اور شکست وریخت کا حل مذکورہ شعر میں بتایا ہے۔ یہ ایسی خبر ہے جس کو حاصل بحث یا امتِ مسلمہ کے لیے حاصلِ زندگی کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ اقبال نے ایک آفاقی سچائی کو عام نحویاتی پیرائے میں بیان کیا ہے۔ نظم 'جوابِ شکوہ' کے اٹھارویں(۱۸) بند کا آخری شعر اور اٹھائیسویں(۲۸) بند کا آخری شعر فارسی زبان میں لکھا گیا ہے۔ فارسی نحویات کے مطابق مذکورہ دونوں اشعار جملہ اسمیہ خبریہ ہیں۔ مذکورہ نظم کے اٹھارویں بند کے آخری فارسی شعر میں یہ خبر دی گئی ہے کہ مسلمانوں کی یہ خاصیت تھی کہ وہ دوسروں کے غم میں اپنے آپ کو پگھلا دیتے تھے۔ اپنے آپ سے خالی ہو جانا یعنی اپنی روح کو ذاتی اغراض سے خالی کر دینا اور دوسروں کی غم خواری کرنا، اس صراحی کی خاصیت تھی۔ مذکورہ نظم کے اٹھائیسویں بند کے آخری فارسی شعر میں یہ خبر دی گئی ہے مسلمانوں کو، کہ وہ ایک ایسا چراغوں کا درخت ہیں، جن کے شعلوں میں حرارت دوڑ رہی ہے۔ ان کے فکر کا سایہ انجام سے بے پروا ہے۔ مذکورہ نظم کے یہ فارسی اشعار علم نحو کی رو سے جملہ اسمیہ خبریہ کی بہترین مثال ہیں۔

علامہ اقبال نے نظم ''شمع اور شاعر'' ۱۹۱۲ء میں لکھی اور دو مہینے کے بعد یہ نظم منظرِ عام پر آگئی۔ مذکورہ نظم کی ہیئت ترکیب بند ہے۔ ہر بند میں اشعار کی تعداد مختلف ہے۔ یہ تعداد پانچ سے لے کر نو تک ہے۔ مذکورہ نظم کا پہلا بند پانچ اشعار پر مشتمل ہے اور مکمل فارسی زبان میں ہے۔ دراصل اقبال اپنی فکر اور تخیل کو جس شدت اور صداقت سے پیش کرنا چاہتے تھے، اس کے شایانِ شان الفاظ انہوں نے فارسی زبان سے لیے ہیں۔ اقبال کی فکر و فلسفہ اور کلام صرف برصغیر کے مسلمانوں کے لیے نہیں تھا بلکہ پوری امتِ مسلمہ کے لیے تھا۔ جہاں اردو سے زیادہ فارسی زبان بولی اور سمجھی جاتی تھی۔ اس لیے اقبال نے مذکورہ نظم کا پہلا بند مکمل فارسی زبان میں لکھا ہے۔ اقبال نے پہلے بند کو ''شاعر'' کا عنوان دیا ہے۔ اس بند میں اقبال نے 'شاعر' کی زبان سے ''شمع'' سے سوال کیا ہے کہ تُو نے یہ عالم افروز آتش کہاں سے لی ہے، جس نے تیرے پروانوں کو سوزِ کلیمی بخشا ہے۔

مذکورہ نظم کے پہلے بند کے نحوی مطالعہ سے یہ معلوم ہوا کہ اس نظم کا پہلا شعر جملہ فعلیہ خبریہ پر مشتمل ہے۔ مذکورہ شعر میں جملہ فعلیہ کی دونوں اقسام فعل لازم اور فعل متعدی پائی جاتی ہیں۔ اس شعر میں وہی امتزاج پایا جاتا ہے جو اس سے پہلے نظم ''جوابِ شکوہ'' میں موجود تھا۔ یہ امتزاج اقبال کے کلام کا خاصہ ہے۔ مثال کے طور پر:

دوش می گُفتم بہ شمعِ منزلِ ویرانِ خویش
گیسوئے تو از پرِ پروانہ دارد شانہ اے (۱۷)

مذکورہ شعر کا پہلا مصرع وہ جملہ فعلیہ ہے جس میں فعل لازم پایا جاتا ہے۔ جبکہ 'می' فاعل ہے اور 'شمع گفتم' فعل لازم ہے۔ شمع سے بات کرنا وہ فعل لازم ہے جس کا براہِ راست تعلق فاعل می (بمعنی شاعر) سے ہے۔ لفظ 'بہ' حرفِ جار، منزلِ ویران، مجرور ہیں اور یہ دونوں متعلقاتِ فعل ہیں۔ لفظ 'خویش' حرفِ اضافت اور لفظ 'دوش' اسم ظرفِ زماں ہے۔ مذکورہ شعر کے مصرع ثانی میں 'شانہ اے دارد' فعل متعدی ہے۔ جس کو فاعل 'پرِ پروانہ' سر انجام دے رہا ہے جبکہ 'گیسوئے' مفعول ہے۔ یعنی پروانے کے پر تیری (شمع) زلفوں کے لیے کنگھی کا کام دیتے ہیں۔ چونکہ اس مصرع میں مفعول موجود ہے اس لیے اس مصرع میں فعل متعدی پایا جاتا ہے۔ اس نظم ''شمع اور شاعر'' کے پہلے بند کے بقیہ چار اشعار جملہ اسمیہ خبریہ پر مشتمل ہیں۔ مذکورہ بند کے دوسرے شعر میں کی جانے والی بات تیسرے شعر میں مکمل ہو رہی ہے اس لیے دوسرے اور تیسرے شعر کا نحویاتی مطالعہ اکٹھا کیا گیا ہے۔

نظم ''شمع اور شاعر'' کا دوسرا حصہ ''شمع'' کے عنوان سے ہے۔ مذکورہ نظم کا یہ حصہ دس(۱۰) بندوں پر مشتمل ہے۔ اس نظم کا پہلا بند گیارہ(۱۱) اشعار پر مشتمل ہیں۔ جن میں سے نو(۹) اشعار جملہ اسمیہ خبریہ ہیں اور بقیہ دو(۲) اشعار جملہ فعلیہ خبریہ اور جملہ اسمیہ خبریہ کا امتزاج ہیں۔ اقبال نے اپنے اشعار کو فکر کی مناسبت سے ہی ترتیب دیا ہے۔ اس لیے جہاں امتِ مسلمہ کو کچھ آگاہی دینے کا معاملہ ہو، وہاں اقبال خبریہ انداز اختیار کرتے ہیں۔ مذکورہ نظم کے دوسرے حصے 'شمع' میں سے جملہ اسمیہ خبریہ کی مثال درج ذیل ہے:

کعبہ پہلو میں ہے اور سودائیِ بُت خانہ ہے
کس قدر شوریدہ سر ہے شوقِ بے پروا ترا (۱۸)

مذکورہ شعر میں مسلمانوں کو یہ خبر دی گئی ہے کہ ان کے ظاہر اور باطن میں تضاد ہے۔ بظاہر تو مسلمان ہے لیکن باطنی طور پر تُو یورپی تہذیب سے متاثر ہے اور اس کا دیوانہ ہے۔ اسلامی تعلیمات سے دوری اسی سبب ہے۔ مذکورہ نظم کے دوسرے حصے 'شمع' کا دوسرا بند چھ (۶) اشعار پر مشتمل ہے۔ اس بند کے پہلے پانچ اشعار جملہ اسمیہ خبریہ پر مشتمل ہیں اور آخری شعر جملہ فعلیہ اور جملہ اسمیہ کا عمدہ امتزاج ہے۔ مثال کے طور پر:

پُھول بے پروا ہیں ، تُو گرمِ نوا ہو یا نہ ہو
کارواں بے حس ہے، آوازِ درا ہو یا نہ ہو (۱۹)

مذکورہ شعر میں 'گرمِ نوا ہو یا نہ ہو' اور 'آوازِ درا ہو یا نہ ہو' وہ افعالِ لازم ہیں جن کا براہِ راست تعلق فاعل 'تُو' کے ساتھ ہے اور پھول کا بے پرواہ ہونا اور 'کارواں کا بے حس ہونا' خبریہ جملے ہیں۔ مذکورہ نظم کے دوسرے حصے 'شمع' کا تیسرا بند آٹھ (۸) اشعار پر مشتمل ہے، جس کا دوسرا شعر جملہ فعلیہ اور بقیہ سات(۷) اشعار جملہ اسمیہ خبریہ پر مشتمل ہیں۔ مذکورہ حصے کا چوتھا اور پانچواں بند بھی آٹھ آٹھ اشعار پر مشتمل ہے۔ چوتھے بند کا پہلا اور پانچواں شعر اور چھٹے بند کا پانچواں شعر جملہ فعلیہ خبریہ اور جملہ اسمیہ خبریہ کا امتزاج ہیں۔ چوتھے بند کے بقیہ چھ (۶) اشعار جملہ اسمیہ خبریہ کی عمدہ مثال ہیں۔ پانچویں بند کا

آخری شعر جملہ فعلیہ خبریہ کو ظاہر کرتا ہے، جبکہ مذکورہ بند کا شعر نمبر چھ (۶) فارسی زبان میں لکھا گیا ہے۔ فارسی نحویات کے مطابق مذکورہ شعر جملہ فعلیہ خبریہ اور جملہ اسمیہ خبریہ کا عمدہ امتزاج ہے۔ مثال کے طور پر:

در غمِ دیگر بسوز و دیگراں راہم بسوز

گُفتمت روشن حدیثے گر توانی دار گوش! (۲۰)

مذکورہ شعر کے مصرع اولیٰ میں فعل لازم اور فعل متعدی دونوں موجود ہیں۔ 'دیگر بسوز' فعل لازم اور 'ہم بسوز' فعل متعدی ہے، کیونکہ 'دیگراں' مفعول ہے۔ مذکورہ مصرع میں حرفِ عطف (و) مصرع کو دو حصوں میں تقسیم کر رہا ہے۔ پہلا حصہ فعل لازم اور دوسرا فعل متعدی پر مشتمل ہے۔ اور فاعل 'تُو' مذکورہ مصرع کے دونوں حصوں میں ایک ہی ہے۔ مذکورہ شعر کا مصرع ثانی جملہ اسمیہ خبریہ ہے، جس میں 'حدیثے' مبتدا اور 'روشن' خبر ہے، جبکہ 'گفتمت' اور 'توانی دار گوش' افعالِ ناقصہ ہیں۔

نظم 'شمع اور شاعر' کے دوسرے حصے 'شمع' کا چھٹا بند چھ (۶) اشعار پر مشتمل ہے۔۔ اس بند کے پانچ اشعار جملہ اسمیہ خبریہ اور دوسرا شعر جملہ فعلیہ خبریہ اور جملہ اسمیہ کا ملاپ ہے۔ مذکورہ حصے کا ساتواں بند نو (۹) اشعار پر مشتمل ہے۔ اس بند میں چار اشعار جملہ فعلیہ خبریہ کے ہیں اور چار اشعار جملہ فعلیہ اور جملہ اسمیہ کا امتزاج ہیں۔ جبکہ پانچواں شعر جملہ اسمیہ خبریہ پر مشتمل ہے۔ مذکورہ حصے کا آٹھواں بند سات (۷) اشعار پر مشتمل ہے۔ جس میں چھٹا شعر جملہ فعلیہ اور اور جملہ اسمیہ سے مل کر بنا ہے۔ بقیہ چھ (۶) اشعار جملہ اسمیہ خبریہ پر مشتمل ہیں۔ مذکورہ حصے کا نوواں اور دسواں بند نو، نو، اشعار پر مشتمل ہے۔ نوویں بند کا چوتھا اور دسویں بند کا آٹھواں شعر جملہ فعلیہ خبریہ اور اور جملہ اسمیہ خبریہ پر مشتمل ہے۔ مذکورہ بندوں کے بقیہ تمام اشعار جملہ اسمیہ خبریہ پر مشتمل ہے۔ مجموعی طور پر دیکھا جائے تو نظم ''شمع اور شاعر'' کل گیارہ بندوں پر مشتمل ہے۔ ان گیارہ بندوں میں کل اشعار کی تعداد چھیاسی (۸۶) ہے، جن میں جملہ اسمیہ خبریہ پر مشتمل اشعار کی تعداد چونسٹھ (۶۴) اور جملہ فعلیہ پر مشتمل اشعار کی تعداد سات (۷) ہے، جبکہ پندرہ (۱۵) اشعار جملہ اسمیہ خبریہ اور جملہ فعلیہ خبریہ کا حسین امتزاج ہیں۔

علامہ اقبال کی نظم ''خضرِ راہ'' ۱۹۲۲ء کو منظرِ عام پر آئی۔ گیارہ بندوں پر مشتمل یہ نظم ہئیت ترکیب بند میں لکھی گئی ہے۔ یہ ایک مکالماتی نظم ہے۔ جس کا پہلا حصہ ''شاعر'' کے عنوان سے ہے اور دو بندوں پر مشتمل ہے۔ ان دو بندوں میں شاعر، خضر سے سوالات کرتا ہے۔ مذکورہ نظم کا دوسرا حصہ ''جوابِ خضر'' کے نام سے ہے۔ نظم کا یہ حصہ مزید پانچ حصوں پر مشتمل ہے، جو کہ خضر سے پوچھے گئے سوالات کے جوابات پر مبنی ہے۔ ان پانچ حصوں میں بندوں کی تعداد اور ہر بند میں اشعار کی تعداد مختلف ہے۔ مذکورہ نظم کا پہلا حصہ (شاعر) دو بندوں پر مشتمل ہے۔ پہلے بند میں سات (۷) اور دوسرے بند میں آٹھ (۸) اشعار ہیں۔ پہلے بند کے پہلے چار (۴) اشعار جملہ اسمیہ خبریہ ہیں اور آخری تین اشعار جملہ فعلیہ اور جملہ اسمیہ کا امتزاج ہیں۔ مذکورہ حصے دوسرے بند کے تمام آٹھ کے آٹھ اشعار جملہ اسمیہ خبریہ پر مشتمل ہیں۔ نظم کے اس حصے میں شاعر کی ملاقات خضر سے ہوتی ہے اور وہ (شاعر) خضر سے سوالات سے پوچھتا ہے۔ زندگی کیا ہے؟ سلطنت کیا ہے؟ سرمایہ کیا ہے

اور محنت کیا ہے؟ یہاں شاعر سوالیہ اور خبریہ انداز اختیار کرتا ہے۔ اس لیے یہ دوسرا بند جملہ اسمیہ خبریہ پر مشتمل ہے۔
مذکورہ حصے کے پہلے بند کے پانچویں اور چھٹے اشعار کا نحوی مطالعہ اکٹھا کیا گیا ہے کیونکہ پانچویں شعر میں اقبال جو کچھ بیان کر رہے ہیں اس کی تکمیل چھٹے شعر میں ہوتی ہے۔ اس لیے ان اشعار کی نثر اور نحوی مطالعہ اکٹھا کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر:

دیکھتا کیا ہوں کہ وہ پیکِ جہاں پیما خضر
جس کی پیری میں ہے مانند سحر رنگ شباب
کہہ رہا ہے مجھ سے ، اے جویائے اسرارِ ازل!
چشم دل وا ہو تو ہے تقدیر عالم بے حجاب (۲۱)

مذکورہ اشعار میں شاعر کی ملاقات خضر سے ہوتی ہے۔ جب شاعر، خضر کو دیکھتا ہے تو یہ کہتا ہے کہ خضر بڑھاپے میں بھی، صبحِ روشن کی مانند جوان ہیں۔ خضر یہاں شاعر کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ اے ازل کے رازوں کو جاننے والے! اگر دل کی آنکھ کھلی ہو تو صاحبِ بصیرت پر قدرت کے اسرار ورموز واضح ہو جاتے ہیں۔ مذکورہ اشعار جملہ فعلیہ خبریہ اور جملہ اسمیہ خبریہ کا ایسا امتزاج ہے جس نے نظم میں ڈرامائی کیفیت کو جنم دیا ہے۔

نظم ''خضرِ راہ'' کا دوسرا حصہ ''جوابِ خضر'' کے نام سے ہے۔ یہ حصہ مزید پانچ حصوں پر مشتمل ہے۔ اقبال نے ہر حصے کو علاحدہ عنوان دیا ہے۔ مذکورہ حصے کا پہلا ذیلی حصہ ''صحرا نَوَرْدی'' کے نام سے ہے۔ یہ حصہ ایک بند پر مشتمل ہے اور اس بند میں اشعار کی تعداد آٹھ (۸) ہے۔ اس بند کا پانچواں شعر جملہ فعلیہ خبریہ ہے جبکہ باقی سات اشعار جملہ اسمیہ خبریہ کی عمدہ مثال ہیں۔ دوسرا ذیلی حصہ ''زندگی'' کے عنوان سے ہے۔ یہ حصہ دو بندوں پر مشتمل ہے۔ پہلے بند میں اشعار کی تعداد آٹھ (۸) اور دوسرے بند میں چھ (۶) ہے۔ اس حصہ ''زندگی'' کے پہلے بند کے تمام آٹھ اشعار جملہ اسمیہ خبریہ پر مشتمل ہیں۔ اس حصے کے دوسرے بند کے پہلے تین اشعار جملہ فعلیہ اور پانچواں اور چھٹا شعر جملہ اسمیہ خبریہ مشتمل ہے۔

نظم ''خضرِ راہ'' کا اگلا حصہ ''سلطنت'' کے عنوان سے ہے جو کہ گیارہ اشعار پر مشتمل ایک ہی بند ہے۔ اس بند کا دوسرا شعر جملہ فعلیہ خبریہ ہے اور چھٹا شعر فارسی زبان میں ہے، جو کہ فارسی نحویات کی رو سے جملہ اسمیہ خبریہ کی عمدہ مثال ہے۔ مذکورہ بند کے بقیہ نو (۹) اشعار جملہ اسمیہ خبریہ پر مشتمل ہیں۔ مذکورہ نظم کا اگلا ذیلی حصہ ''سرمایہ و محنت'' کے نام سے ہے۔ یہ حصہ دو بندوں پر مشتمل ہے۔ پہلا بند آٹھ (۸) اشعار اور دوسرا بند چھ (۶) اشعار پر مشتمل ہے۔ پہلے بند کا تیسرا شعر جملہ اسمیہ خبریہ ہے جبکہ پانچواں شعر جملہ فعلیہ خبریہ پر مشتمل ہے۔ مذکورہ بند کے بقیہ تمام اشعار جملہ فعلیہ اور جملہ اسمیہ کا امتزاج ہیں۔ اس حصے کے دوسرے بند کا تیسرا اور چوتھا شعر جملہ فعلیہ خبریہ پر مشتمل ہے اور باقی تمام اشعار جملہ اسمیہ خبریہ ہیں۔ اس نظم کا آخری ذیلی حصہ ''دنیائے اسلام'' کے نام سے ہے۔ یہ حصہ تین بندوں پر مشتمل ہے۔ پہلے بند میں اشعار کی تعداد سات (۷) ، دوسرے بند میں نو (۹) اور تیسرے بند میں سات (۷) ہے۔ پہلے بند کا پانچواں شعر جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ کا ملاپ ہے، اور باقی تمام اشعار جملہ اسمیہ خبریہ پر مشتمل ہیں۔ مذکورہ ذیلی حصہ ''دنیائے اسلام'' کے دوسرے بند کا چوتھا، آٹھواں اور نوواں شعر جملہ فعلیہ اور جملہ اسمیہ کا حسین امتزاج ہے۔ بقیہ پانچ اشعار جملہ اسمیہ خبریہ پر مشتمل ہیں۔

مذکورہ حصے کا تیسرا بند کا پہلا اور چھٹا شعر جملہ اسمیہ خبریہ ہیں۔ تیسرا اور پانچواں شعر جملہ فعلیہ ہے اور باقی تمام اشعار، جو کہ تعداد میں تین (۳) ہیں جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ خبریہ کی عمدہ مثال ہیں۔ مجموعی طور دیکھا جائے تو نظم "خضرِ راہ" گیارہ بندوں پر مشتمل ہے۔ ہر بند میں اشعار کی تعداد مختلف ہے۔ مذکورہ نظم میں کل اشعار کی تعداد پچاسی (۸۵) ہے۔ جن میں سے انسٹھ (۵۹) اشعار جملہ اسمیہ خبریہ کے ہیں اور آٹھ (۸) اشعار جملہ فعلیہ خبریہ ہیں۔ اٹھارہ (۱۸) اشعار وہ ہیں جو جملہ فعلیہ اور جملہ اسمیہ کا امتزاج ہیں۔

نظم "طلوعِ اسلام" "بانگِ درا" کی آخری طویل نظم ہے۔ یہ نظم اقبال نے اس وقت لکھی جب عالمی طور پر امتِ مسلمہ کی حالت سنبھلنے لگی تھی۔ ۱۹۲۳ء میں لکھی جانے والی مذکورہ نظم ایک ایسا ترانہ سرمدی ہے جس کی لَے اور سرشاری آج بھی محسوس کی جاسکتی ہے۔ نظم "طلوعِ اسلام" ہئیت ترکیب بند میں لکھی گئی ہے اور نو(۹) بندوں پر مشتمل ہے۔ ہر بند میں آٹھ شعر ہیں۔ پانچویں بند کا دوسرا مصرع اور آٹھویں بند کے آخری اشعار فارسی زبان میں ہے۔ پہلے بند کا تیسرا اور ساتواں شعر جملہ اسمیہ خبریہ اور جملہ فعلیہ خبریہ کا امتزاج ہے۔ اس بند کا آخری شعر جملہ فعلیہ خبریہ پر مشتمل ہے۔ اس شعر میں دعائیہ انداز میں اللہ کے حضور یہ گزارش کی گئی ہے کہ تُو (مراد اللہ عزوجل) مسلمانوں کے سینوں کو آرزوؤں اور تمناؤں کے چراغ سے روشن کر دے اور چمن کے ذرے ذرے میں عشقِ حقیقی کا سچا جذبہ پیدا کر دے۔ مذکورہ بند کے تمام اشعار جملہ اسمیہ خبریہ ہیں۔ ان اسمیہ اشعار میں اقبال نے مسلمانوں کو یہ خبر دی ہے کہ اگر وہ ایمانی جوش و جذبے سے کام لیں اور اپنے اندر عشقِ حقیقی کا جذبہ بیدار کر لیں تو پھر وہ ساری دنیا کو فتح کر سکتے ہیں۔

مذکورہ نظم کے دوسرے بند کا پہلا اور چھٹا شعر جملہ اسمیہ خبریہ اور ساتواں شعر جملہ فعلیہ خبریہ پر مشتمل ہے۔ مذکورہ بند کے بقیہ تمام اشعار جملہ فعلیہ خبریہ اور اسمیہ خبریہ کا عمدہ امتزاج ہیں۔ تیسرے بند کا چھٹا اور آٹھواں شعر جملہ اسمیہ اور جملہ خبریہ سے مل کر بنے ہیں اور اس بند کے باقی تمام اشعار جملہ اسمیہ خبریہ ہیں۔ چوتھے بند کا دوسرا، تیسرا اور پانچواں شعر جملہ اسمیہ اور اور جملہ فعلیہ جبکہ چھٹا شعر جملہ فعلیہ پر مشتمل ہے۔ اس بند کے بھی باقی تمام اشعار جملہ اسمیہ خبریہ کے انداز میں لکھے گئے ہیں۔ پانچویں بند کا دوسرا شعر جملہ فعلیہ خبریہ اور چوتھا اور چھٹا شعر جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ کو ظاہر کر رہا ہے۔ مذکورہ بند کے بقیہ پانچ اشعار خبر کی توسیع کرتے ہوئے، جملہ اسمیہ خبریہ پر مشتمل ہیں۔ چھٹے بند کا دوسرا، تیسرا اور چوتھا شعر جملہ اسمیہ خبریہ اور جملہ فعلیہ خبریہ سے مل کر بنا ہے اور مذکورہ بند کے بقیہ تمام اشعار جملہ اسمیہ خبریہ ہیں۔ ساتویں بند کا دوسرا شعر جملہ اسمیہ خبریہ اور جملہ فعلیہ خبریہ کا امتزاج ہیں۔ اس بند کے بقیہ سات (۷) اشعار جملہ اسمیہ خبریہ پر مشتمل ہیں۔ آٹھویں بند کا دوسرا، تیسرا اور چھٹا بند جملہ فعلیہ اور جملہ اسمیہ پر مشتمل ہے اور بقیہ پانچ اشعار جملہ اسمیہ خبریہ پر مشتمل ہیں۔ مذکورہ نظم کا آخری بند فارسی زبان میں ہے۔ فارسی نحویات کی رو سے مذکورہ بند کا پانچواں، ساتواں اور آٹھواں شعر جملہ فعلیہ خبریہ ہیں۔ جبکہ چوتھا اور چھٹا شعر جملہ اسمیہ اور جملہ خبریہ کا امتزاج ہیں۔ مذکورہ بند کے پہلے تین اشعار جملہ اسمیہ خبریہ پر مشتمل ہیں۔ نظم "طلوعِ اسلام" کے آخری بند سے جملہ اسمیہ خبریہ کی مثال دیکھیے:

بیاساقی! نوائے مُرغزار از شاخسار آمد
بہار آمد ، نگار آمد ، نگار آمد قرار آمد (۲۲)

مذکورہ شعر میں لفظ ''آمد'' فعل ناقص ہے۔ اور اس لفظ کی تکرار نے شعر میں صوتی آہنگ پیدا کیا ہے۔ یہاں 'ساقی' ، 'مُرغ زار' ، 'بہار' ، 'نگار' مبتدا ہیں۔ اور 'نوائے' ، 'نگار' ، 'قرار' ، خبر ہیں۔ مذکورہ شعر میں لفظ 'از' حرفِ جار اور 'شاخسار' مجرور ہیں۔ حرفِ جار اور مجرور کا تعلق متعلقاتِ خبر سے ہے۔ 'بیا' کا لفظ حرفِ ندا ہے اور لفظ (و) حرفِ عطف جبکہ لفظ (کہ) حرفِ وجہ ہیں۔ مذکورہ شعر میں اقبال نے مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے یہ خبر دی ہے کہ اے ساقی! (مراد مسلمان) شاخ سے ایک ناتواں پرندے کی یہ آواز آرہی ہے کہ بہار آرہی ہے، محبوب آرہا ہے اور جب محبوب آگیا تو بے قرار دل کو قرار آجائے گا۔ بالفاظ دیگر امتِ مسلمہ کو حالات تبدیل ہونے کی خبر دی جارہی ہے۔ مجموعی طور پر دیکھا جائے تو نظم ''طلوعِ اسلام'' میں اشعار کی کل تعداد بہتر (۷۲) ہے۔ جن میں سے بیالیس (۴۲) اشعار جملہ اسمیہ خبریہ کے ہیں۔ سات (۷) اشعار جملہ فعلیہ خبریہ پر مشتمل ہیں اور تئیس (۲۳) اشعار جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ کا امتزاج ہیں۔

نحویاتی مطالعہ ایک طرح کا سائنسی مطالعہ ہے۔ موجودہ دور میں ہر چیز کو عقلی اور شعوری بنیادوں پر پرکھا جاتا ہے۔ خالی زبان و بیان پر یقین کرنا فی زمانہ مشکل امر ہے۔ اقبال اپنی فکر اور فلسفہ کے ذریعے اپنے کلام میں کیا کہنا چاہتے ہیں، اس بات کا علم نحو کی رو سے اس مقالے میں پتا لگانے کی کوشش کی گئی ہے۔ ''بانگِ درا'' کی طویل نظموں ''شکوہ'' ، ''جوابِ شکوہ'' ، ''شمع اور شاعر'' ، خضرِ راہ'' اور ''طلوعِ اسلام'' میں جملہ اسمیہ خبریہ اشعار کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔ ان اسمیہ اشعار میں اقبال نے عالمِ اسلام کو یہ خبر دی ہے کہ وہ ماضی میں کس مقام پر تھے اور آج وہ عالمی طور پر زوال کا شکار ہیں۔ ان اسمیہ اشعار میں مسلمانوں کو خبریہ انداز میں یہ احساس دلایا گیا ہے کہ وہ دین اسلام سے ، عشقِ رسولؐ سے، ایمانی جذبے سے پیچھے ہٹ گئے ہیں۔ ان طویل نظموں میں اقبال جہاں امتِ مسلمہ کو ان کے زوال کے اسباب خبریہ انداز میں پیش کرتے ہیں وہیں ان اسمیہ اشعار میں عالمِ اسلام کو نئی سحر کی تجلی کی، صبحِ نو کی اور طلوعِ اسلام کی نوید بھی سناتے ہیں۔ یہ اسمیہ اشعار رجائیت، خلوص اور محبت سے لبریز ہیں۔ مذکورہ طویل نظموں میں تعداد کی لحاظ سے دوسرے نمبر پر وہ اشعار آتے ہیں جو جملہ اسمیہ خبریہ اور جملہ فعلیہ خبریہ سے مل کر بنے ہیں۔ ان اشعار میں اقبال نے مسلمانوں کو اس بات سے آگاہ کیا کہ یورپی تہذیب ان کو اپنی چکا چوند دکھا کر دین اسلام سے دور کر رہی ہے اور وہ (مسلمان) اس دوری کو اپنی کامیابی و کامرانی سمجھ کر بیٹھے ہیں۔ جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ کا ملاپ لیے ہوئے یہ شعر ملاحظہ کریں:

ساحرِ اَلمُوط نے دیا تجھ کو برگِ حشیش
اور تُو اے بے خبر سمجھا اسے شاخِ نبات (۲۳)

مذکورہ شعر کا پہلا مصرع جملہ فعلیہ خبریہ اور دوسرا مصرع جملہ اسمیہ خبریہ پر مشتمل ہے۔ جملے کی اس دورنگی نے اقبال کے کلام کو آفاقی رنگ دیا ہے۔ یہی وہ حقیقت نگاری ہے جس کی بدولت اقبال کو ترجمانِ حقیقت کہا جاتا ہے۔ مذکورہ طویل نظموں میں تیسرے نمبر پر بالحاظ تعداد ان اشعار کی ہے جو صرف جملہ فعلیہ خبریہ پر مشتمل ہیں۔ جیسے کہ نظم 'جوابِ شکوہ' کا یہ شعر:

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسمِ محمدؐ سے اجالا کر دے (۲۴)

مذکورہ شعر کے دونوں مصرعے جملہ فعلیہ خبریہ پر مشتمل ہیں۔ اقبال نے ان فعلیہ اشعار میں کہیں دعائیہ انداز اختیار کیا ہے اور کہیں مسلمانوں سے اپنی خودی کو بیدار کرنے، اپنے اندر جذبہ ایمانی اور سچا جذبہ عشق پیدا کرنا، جیسے افعال سرانجام دینے کے لیے کہا گیا ہے۔ اقبال نے "بانگِ درا" کی مذکورہ طویل نظموں میں عام نحویاتی طرزِ ادا اختیار کی ہے تاکہ ان کی فکر اور فلسفہ کی ترسیل تمام اذہان تک بآسانی ہو سکے۔ اقبال نے اپنی فکر بلند پیش کرنے کے لیے عام نحویاتی پیرائے میں کہیں اسمیہ انداز اختیار کیا ہے تو کہیں فعلیہ۔ کہیں مبتدا اور خبر کی موجودگی نے شعر کو پُر اثر بنایا ہے تو کہیں فعل لازم اور فعل متعدی نے۔ اقبال نے بہت سے مقامات پر اشعار کو ایسے اسلوب سے لکھا ہے کہ ان کی نثر بنانے کی ضرورت ہی پیش نہیں آئی۔ یعنی کہ وہ اشعار علم نحو کی رو سے وہی ترتیب لیے ہوئے ہیں جو ایک جملے میں الفاظ کی ہونی چاہیے۔ موقع کی مناسبت سے مذکورہ نظموں میں اکثر مقامات پر اقبال نے مبتدا اور فاعل کو حذف کر دیا ہے لیکن اس کے باوجود شعر کے لفظی و معنوی حسن میں کوئی فرق نہیں پڑا۔ کیونکہ شعر میں موجود بقیہ الفاظ اور ان کی ترتیب ہی فاعل یا مبتدا کا تعین کر رہی ہے۔

"بانگِ درا" کی طویل نظموں "شکوہ"، "جوابِ شکوہ"، "شمع اور شاعر"، "خضرِ راہ" اور "طلوعِ اسلام" کے نحویاتی مطالعہ سے پتا چلا کے اقبال نے اپنی فکر اور فلسفہ کو عام نحویاتی پیرائے میں بیان کیا ہے۔ ان اشعار میں الفاظ کی ترتیب ایسے انداز میں دی گئی ہے جو کہ علمِ نحو کی رو سے بالکل سادہ ہے۔ اسی نحویاتی طرزِ ادا کے باعث اقبال کے فکر و فلسفہ اور کلام کی ترسیل احسن انداز میں ہوئی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ محمد اقبال: ''بالِ جبریل'' فضلی سنز (پرائیویٹ) لمٹیڈ، کراچی، ۲۰۰۵ء، ص۴۹۸

۲۔ پروفیسر محمد منور: ''میزان اقبال (بہ تعاون پاکستان ہائی کمیشن نئی دہلی)'' یونیورسٹی بک ایجنسی، انار کلی لاہور، بار اول ۱۹۷۲ء، ص۱۸

۳۔ محمد اقبال: ''بانگِ درا'' فضلی سنز (پرائیویٹ) لمٹیڈ، کراچی ۲۰۰۵ء، ص۳۱۳

۴۔ پروفیسر لیاقت علی چوہدری: ''اقبال کی لغوی اور لسانی بحثیں (اردو)'' اسد، بشارت پبلیکیشنز دھونکل، وزیر آباد، بار اول ۲۰۰۳ء ص۴۹

۵۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی: ''اردو تنقید کا ارتقا'' انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی، ۸۰۔۱۹۷۹ء، ص۲۱۰

۶۔ پروفیسر لیاقت علی چوہدری: ''اقبال کی لغوی اور لسانی بحثیں (اردو)'' اسد، بشارت پبلیکیشنز دھونکل، وزیر آباد، بار اول ۲۰۰۳ء، ص۵۰

۷۔ ڈاکٹر یوسف حسین خاں: ''روحِ اقبال (صدی ایڈیشن)'' غالب اکیڈمی، نظام الدین، نئی دہلی، ۱۹۷۴ء، ص۷۰

۸۔ محمد اقبال: ''بالِ جبریل'' فضلی سنز (پرائیویٹ) لمٹیڈ، کراچی، ۲۰۰۵ء، ص۴۹۷

۹۔ محمد اقبال: ''بانگِ درا'' فضلی سنز (پرائیویٹ) لمٹیڈ، کراچی، ۲۰۰۵ء، ص۲۴۹

۱۰۔ ایضاً، ص۲۵۱

۱۱۔ پروفیسر لیاقت علی چوہدری: ''اقبال کی لغوی اور لسانی بحثیں (اردو)'' اسد، بشارت پبلیکیشنز دھونکل، وزیر آباد، بار اول ۲۰۰۳ء، ص۵۳۹

۱۲۔ محمد اقبال: ''بانگِ درا'' فضلی سنز (پرائیویٹ) لمٹیڈ، کراچی، ۲۰۰۵ء، ص۲۵۹

۱۳۔ ایضاً، ص۳۰۴

۱۴۔ ایضاً، ص۳۰۴

۱۵۔ ایضاً، ص۳۰۷

۱۶۔ ایضاً، ص۳۰۸

۱۷۔ ایضاً، ص۲۷۸

۱۸۔ ایضاً، ص۲۸۰

۱۹۔ ایضاً، ص۲۸۱

۲۰۔ ایضاً، ص۲۸۳

۲۱۔ ایضاً، ص۳۶۹

۲۲۔ ایضاً، ص۳۸۸

۲۳۔ ایضاً، ص۳۷۵

۲۴۔ ایضاً، ص۳۰۷

ماحصل

علامہ اقبال نے مرزا غالب کے لیے کہا تھا کہ ''نطق کو سو ناز ہیں تیرے لبِ اعجاز پر'' لیکن اقبال کا یہ کہا خود ان پر صادق آتا ہے۔ پچھلی ایک صدی میں اقبال کی فکر، فلسفہ، افکار کی گہرائی، حکمت پر بے تحاشا کام ہو چکا ہے، جس کی بدولت اردو شاعری میں اقبالیات کا ایک ذخیرہ وجود میں آ چکا ہے۔ جو کہ اردو زبان و ادب کے لیے قابلِ فخر ہے۔ فنی لحاظ سے دیکھا جائے تو اقبال کی شاعری کو صد بابار تحقیق کی بھٹی سے گزار کر فن کی معراج پر پہنچایا گیا ہے۔ لیکن اقبال کی شاعری کے لسانی پہلو تا حال تشنہ تحقیق ہیں۔ راقم الحروف نے اپنے مقالے ''بانگِ درا کی طویل نظموں کا نحویاتی مطالعہ'' میں اقبال کی شاعری کے انہی پہلوؤں کو آبِ لسانیات سے سیراب کرنے کی ادنیٰ کوشش کی ہے۔ اقبال ایک ایسے شاعر ہیں جو شعر سے انسانی شخصیت کی تعمیر چاہتے ہیں۔ ایسی بامقصد شاعری کو پیغمبری کی وارث قرار دیتے ہیں۔ ایسے نظریات رکھنے والے شخص کی شاعری میں معنی و مفہوم کی گہرائی اور وسعت بے پایاں ہے۔

شعر فہمی ایک مشکل کام ہے اور کسی بھی موضوع کو مدلل اور جامع اسلوب میں پیش کرنا دقت طلب کام ہے۔ لسانیات کی شاخ ''نحو'' میں نثری ترتیب کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ شعرِ اقبال کے اسلوبیاتی مطالعہ کا ایک حصہ 'نحو' بھی ہے۔ مقالہ ہٰذا میں ''بانگِ درا'' کی طویل نظموں ''شکوہ''، ''جوابِ شکوہ''، ''شمع اور شاعر''، ''خضرِ راہ'' اور ''طلوعِ اسلام'' کا علمِ نحو کی رو سے مطالعہ کیا گیا ہے۔ مذکورہ نظموں میں یہ پتا چلانے کی کوشش کی گئی ہے کہ اقبال نے اپنی فکر، فلسفہ، خیال، تصور یا جذبات و احساسات کو زبان کے کس پیرائے میں بیان کیا ہے۔ شاعر نے اس پیرایہ زبان و بیان میں شعوری اور غیر شعوری دونوں لحاظ سے کس طرح آزادی استعمال کی ہے۔ مذکورہ نظموں کے نحویاتی مطالعہ سے یہ معلوم ہوا کہ اقبال کی شاعری میں نحویاتی ساختیں غیر معمولی موزونیت کا پتا دیتی ہیں۔ یہ نظمیں زبان کی عام ساختوں سے بے حد قریب ہیں۔ اردو جملے میں الفاظ کی جو ترتیب ہوتی ہے وہی لفظی اور جملوی ترتیب ان نظموں میں پائی جاتی ہے۔ الفاظ کی دو سب سے بڑی اور بنیادی اقسام ہیں اسم اور فعل۔ اقبال کی مذکورہ نظمیں اسمیہ اور فعلیہ اسلوب کی حامل ہیں۔ بعض مقامات پر اسمیہ اور فعلیہ دونوں ایک ہی شعر میں موجود ہوتی ہیں۔ کوئی بھی فکر اپنا ابلاغ اس وقت تک نہیں کر سکتی جب تک انتخابِ الفاظ اور ترتیبِ الفاظ کا چناؤ نہ کیا جا سکے۔ کیونکہ خیالات کی ترسیل ترتیبِ الفاظ سے ہی تشکیل پاتی ہے۔ ''بانگِ درا'' کی طویل نظموں میں اقبال کا اسلوب، علمِ نحو کی رو سے اسمیّت کا ساتھ زیادہ دیتا ہے۔ اس کے بعد فعلیّت کا۔ اقبال کا مطمحِ نظر چونکہ عالمِ اسلام کو ان کی حالتِ زار و نزار سے آگاہ کرنا تھا۔ اس لیے ان نظموں میں اسمیّت کا پلّہ فعلیّت کی نسبت بھاری ہے۔ مذکورہ نظموں کے بعض اشعار میں، اسمیّت اور فعلیّت کا ایسا خوبصورت امتزاج ہے کہ ''ارتباطِ حرف و معنی اختلاطِ جان و تن'' والی بات بن جاتی ہے۔ اقبال کے ہاں ملتِ اسلامیہ کی شیرازہ بندی کی جو تڑپ ملتی ہے، ویسی ہی شیرازہ بندی ان نظموں میں بھی نظر آتی ہے۔

علامہ اقبال کی شاعری نحویاتی مطالعہ کے لیے خاصا دلچسپ مواد فراہم کرتی ہے۔ کلامِ اقبال کا نحویاتی مطالعہ نظریہ اسمیّت اور فعلیّت کی روشنی میں کیا گیا ہے۔ اقبال کا اسلوبِ شعر فعلیّت کی بجائے اسمیّت کی طرف زیادہ جھکاؤ رکھتا ہے۔ راقم الحروف نے

"بانگِ درا" کی طویل نظموں "شکوہ" ، "جوابِ شکوہ" ، "شمع اور شاعر" ، "خضرِ راہ" اور "طلوعِ اسلام" کا اسمیہ اور فعلیہ مطالعہ کر کے اردو نحویات کو نہ صرف وسعت دینے کی کوشش کی ہے بلکہ کلامِ اقبال کو اک نئی جہت سے بھی ہمکنار کرنے کی سعی کی ہے۔ امید ہے کہ یہ تحقیقی کام نحویات کے باب میں سنگِ میل ثابت ہو گا۔

مصادرومراجع

مصادر و مراجع

۱۔ القرآن الحکیم

بنیادی ماخذ

۲ محمد اقبال، ڈاکٹر: "بانگِ درا" فضلی سنز (پرائیویٹ) لمٹیڈ، کراچی، ۲۰۰۵ء

ثانوی مآخذ

۳۔ اسلوب احمد انصاری، پروفیسر: "اقبال کی تیرہ نظمیں" مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۷۷ء

۴۔ الٰہی بخش اختر، اعوان، ڈاکٹر: "معاشرے میں زبان کا کردار" بریڈ فورڈ، یوکے: سن ندارد

۵۔ ایچ اے گلیسن، جونئیر: "توضیحی لسانیات" ترقی اردو بورڈ، نئی دہلی، ۱۹۷۹ء

۶۔ حمید یزدانی، خواجہ، ڈاکٹر (شارح): "شرح بانگِ درا" سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۶ء

۷۔ سحاب، منصف خان: "نگارستان" مکتبہ جمال، لاہور ۲۰۱۹ء

۸۔ شاہد، محمد حنیف: "اقبال اور انجمن حمایتِ اسلام" انجمن حمایت اسلام، لاہور، ۱۹۷۶ء

۹۔ شفیع احمد صدیقی: "اردو زبان و قواعد (حصہ اول)" اردو اکادمی، دہلی، ۱۹۹۱ء

۱۰۔ شفیع احمد صدیقی: "اردو زبان و قواعد (حصہ دوم)" مکتبہ جامع لمٹیڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی، ۱۹۹۶ء

۱۱۔ شوکت سبزواری، ڈاکٹر: "لسانی مسائل (مقالات)" مکتبہ اسلوب، کراچی، ۱۹۶۳ء

۱۲۔ عابد علی عابد، سید: "شکوہ، جوابِ شکوہ" آئینہ ادب لاہور، ۱۹۷۰ء

۱۳۔ عبادت بریلوی، ڈاکٹر: "اردو تنقید کا ارتقا" انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی، ۸۰۔۱۹۷۹ء

۱۴۔ عبدالحق، مولوی، ڈاکٹر: "قواعدِ اردو" سیونتھ سکائی پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۲ء

۱۵۔ عبدالمغنی، ڈاکٹر: "اقبال کا نظامِ فن" دی آرٹ پریس سلطان گنج، پٹنہ ۶، ۱۹۸۴ء

۱۶۔ عبدالواحد، معینی: "مقالاتِ اقبال" بزم اقبال، لاہور، ۱۹۷۴ء

۱۷۔ عصمت جاوید: "نئی اردو قواعد" ترقی اردو بیورو، نئی دہلی، ۱۹۸۱ء

۱۸۔ عطاء اللہ، شیخ و محمد اشرف، شیخ (مرتبین): "اقبال نامہ، اول" اقبال اکادمی، لاہور، ۱۹۴۴ء

۱۹۔ علی جواد، زیدی: "ہماری قومی شاعری" اترپردیش اردو اکیڈمی، لکھنؤ، ۱۹۹۸ء

۲۰۔ علی رفاد، فتیحی: "اردو لسانیات" قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی: سن ندارد

۲۱۔ مہر، غلام رسول: "مطالبِ بانگِ درا" چمن بکڈپو، دہلی، سن ندارد

۲۲۔ مہر، غلام رسول و صادق علی، دلاوری (مرتبین): "سرودرفتہ" کتب منزل، لاہور، ۱۹۵۹ء

۲۳۔ غلام مصطفٰی خان، ڈاکٹر: "جامع القواعد (حصہ نحو)" اردو سائنس بورڈ، لاہور، ۲۰۱۲ء

۲۴۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر (مرتب): "اردو املا و قواعد" مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۹۰ء

۲۵۔ کلیم الدین، احمد: "اقبال ۔۔۔ ایک مطالعہ" جمال پرنٹنگ پریس، دہلی، ۱۹۷۹ء

۲۶۔ کیفی، پنڈت برج موہن دتاتریہ (مترجم): "دریائے لطافت" انجمن ترقی اردو ہند، نئی دہلی، ۱۹۸۸ء

۲۷۔ گیان چند جین، ڈاکٹر: "اردو لسانیات" ترقی اردو بیورو، نئی دہلی، ۱۹۸۵ء

۲۸۔ گیان چند جین، ڈاکٹر: "اردو کا اپنا عروض" انجمن ترقی اردو ہند، نئی دہلی، ۱۹۹۰ء

۲۹۔ لطیف احمد، شیروانی (مترجم): "حرفِ اقبال" علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد، ۱۹۴۸ء

۳۰۔ لیاقت علی، چوہدری، پروفیسر: "اقبال کی لغوی اور لسانی بحثیں" اسد، بسارت پبلی کیشنز، وزیر آباد، ۲۰۰۳ء

۳۱۔ محمد اشرف کمال، ڈاکٹر: "لسانیات، زبان اور اسم الخط" روہی بکس، فیصل آباد، اشاعت چہارم، ۲۰۱۷ء

۳۲۔ محمد اقبال، ڈاکٹر: "بالِ جبریل" فضلی سنز (پرائیویٹ) لمٹیڈ، کراچی، ۲۰۰۵ء

۳۳۔ محمد رفیع الدین ہاشمی، ڈاکٹر: "اقبال کی طویل نظمیں" سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۸۵ء

۳۴۔ محی الدین قادری، زور، ڈاکٹر: "ہندوستانی لسانیات" مکتبہ معین الادب، لاہور، ۱۹۶۱ء

۳۵۔ محمد منور، پروفیسر: "میزان اقبال (بہ تعاون پاکستان ہائی کمیشن نئی دہلی)" یونیورسٹی بک ایجنسی، لاہور، ۱۹۷۲ء

۳۶۔ نصیر احمد خاں، پروفیسر: "اردو لسانیات" اردو محل پبلی کیشنز، نئی دہلی، ۱۹۹۰ء

۳۷۔ نصیر احمد خاں، پروفیسر: "اردو ساخت کے بنیادی عناصر" اردو محل پبلی کیشنز، نئی دہلی، ۱۹۹۱ء

۳۸۔ وحید الدین سلیم، سید، پروفیسر: "وضع اصطلاحات" انجمن ترقی اردو، اورنگ آباد، دکن، ۱۹۳۱ء

۳۹۔ یوسف حسین خاں، ڈاکٹر: "روح اقبال" آئینہ ادب، لاہور ۱۹۶۳ء

۴۰۔ یوسف حسین خاں، ڈاکٹر: "روح اقبال (صدی ایڈیشن)" غالب اکیڈمی، نظام الدین، نئی دہلی، ۱۹۷۶ء

لغات

۱۔ احمد دہلوی، سید: "فرہنگ آصفیہ" (جلد سوم و چہارم) اردو سائنس بورڈ، لاہور، ۱۹۹۵ء

۲۔ حقی، شان الحق (مرتب): "فرہنگ تلفظ" مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، ۱۹۹۵ء

۳۔ فیروز الدین، مولوی، "فیروزاللّغات" فیروز سنز (پرائیویٹ) لمٹیڈ، لاہور، ۲۰۰۵ء

۴۔ فیروز الدین، مولوی، "فیروز اللغات فارسی۔اردو" فیروز سنز (پرائیویٹ) لمٹیڈ، لاہور، ۲۰۰۴ء

۵۔ محمد عبداللہ خاں، خویشگی، "فرہنگِ عامرہ" مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، ۱۹۸۹ء

۶۔ نیر، نور الحسن (مرتب): "نور اللغات" نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، ۱۹۸۵ء

رسائل وجرائد

۱۔ سیارہ: (ماہنامہ) مئی ۱۹۶۳ء، اقبال نمبر، جلد نمبر ۲، شمارہ نمبر ۵، مکتبہ سیارہ اچھرہ لاہور

مطبوعہ مقالات

۱۔ حسن رضا: "منظومات اقبال (اردو) کا پس منظری مطالعہ" (مقالہ ایم فل اردو) شعبہ اردو، ایجوکیشن یونی ورسٹی، لاہور، ۲۰۱۶ء

۲۔ نازیہ لطیف: "بانگِ درا کی طویل نظموں کا صوتیاتی مطالعہ" (مقالہ ایم فل اردو) شعبہ اردو، رفاہ انٹرنیشنل یونیورسٹی، فیصل آباد کیمپس، ۲۰۱۷ء

۳۔ ندیم اختر: "جھنگ میں اقبال شناسی کی روایت تحقیقی و تنقیدی جائزہ" (مقالہ ایم فل اردو) شعبہ اردو، رفاہ انٹرنیشنل یونیورسٹی، فیصل آباد کیمپس، ۲۰۱۳ء

انٹرنیٹ

1. خضرِ راہ، آزاد دائرۃ المعارف، ویکیپیڈیا
2. www.rekhta.com.dated2June 2020, Time 11:55pm
3. www.wikipedia.org.dated10june2020, Time10:00pm
4. www.punjnud.com. dated12March2020,Time 1:00pm
5. www.urduweb.org. dated25Nov2020,Time8:00pm
6. grammar.wordpress.com. dated14May2020,Time7:00pm
7. urdunotes.com. dated20May2020,Time10:00pm
8. muhammad_waris.blogspot.com. dated26Nov2020,Time10:00pm
9. www.urducouncil.nic.in. dated20May2020,Time11:00pm